وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا

اور اللہ کے لئے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا ہے جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں

دیارِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

از

لسانُ الحسّان مولانا الحاج ضیاء القادری البدایونی مدظلہ العالی
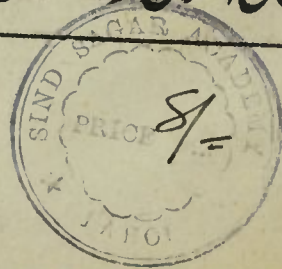
ناشر ـــــــــــــ مکتبہ ارباب اردو
لاہور ۔ کراچی

طابع ـــــــــــــ نامی پریس ۔ لاہور

مقامِ اشاعت ـــــــــــــ حویلی کابلی مل ۔ لاہور

تاریخ ـــــــــــــ سنہ ۱۹۵۰ء

قیمت ـــــــــــــ مجلد ۔ ۸/- روپے

تقسیم کار

شیخ شمس الحق ۔ مکتبہ احیاء العلوم الشرقیہ
شارع علامہ اقبالؒ لاہور

محمد یعقوب کمیانہ
۴ ۔ جی ڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرس

تقریظ

از الحاج حضرت مولٰنا شاہ محمد عبد الحامد صاحب قادری البدایونی
صدر جمعیت علمائے پاکستان، کراچی

حضرت مولانا محمد یعقوب حسین صاحب ضیاؔ القادری بدایوں کے کہنہ مشق شاعر و ادیب و مصنفِ کتب کثیرہ ہیں۔ شاعری میں نعتِ نبویہ اور منقبتِ غوثیہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی خدمتِ جلیلہ ہے۔ وہ محض شاعر ہی نہیں۔ بلکہ غلامیِ بارگاہِ رسالت اور عشقِ سرکار ابد قرار ان کے قلب، دماغ، زبان و قلم کا جزوِ لاینفک رہے ہیں۔ اُن کے دل کی گہرائیوں میں حضور مدنی تاجدار، محبوبِ پروردگار کی اُلفت و محبت موجزن رہی ہے۔ وہ جس وقت نعتِ پاک مرتب کر کے پڑھتے ہیں، تو خود ان پر عشق و محبت کی ایک والہانہ کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جو سامعین پر بغیر اثر کئے نہیں رہتی۔ ہمارے خاندانِ عالیہ قادریہ مقتدریہ مجددیہ (جس سے مولانا کا تعلق طریقت وابستہ ہے) کے معمولاتِ عرس وغیرہ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو مولانا ضیاؔ کی نعت و منقبت ہمارے یہاں کے نعت پڑھنے والوں کی زبان پر نہ آئے۔ بلکہ یوں کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ اُن کے اشعار ہمارے معمولاتِ طریقت کی رونقِ بزم ہیں۔

مولانا کا تیس چالیس دَور ملازمت میں گذرا۔ وہ جہاں رہے، مجالسِ نعتِ پاک منعقد کرتے رہے۔ اور عرصہ تک اُن کے کلام میں بارگاہِ رسالت میں حاضری آستانہُ مقدس کی تمنا اور حضوری

آرزو شامل رہی۔

۱۹۴۶ء میں جبکہ میں تیسری بار مدینہ طیبہ کی زیارت کے لئے روانہ ہو رہا تھا۔ تو مولانا ضیاءؔ نے اپنے مخصوص جذبات کرب و درد میں ایک سلام مرتب کر کے دیا اور وعدہ لیا کہ اسے حضور کے آستانہ مبارک پر ہر روز نذر کروں۔ چنانچہ اس سفر مبارک میں مولانا ضیاؔ کا سلام ہر روز پیش کیا گیا اور جماعت کی جماعت پر کیفیات پیدا ہوئیں۔ واپسی پر میں نے مولانا سے عرض کر دیا۔ سلام قبول ہو چکا ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طلبی ہوگی اور انشاءاللہ المقتدر اب جو سفر ہوگا تو میں اور آپ دونوں حاضر ہوں گے۔

الحمدللہ کہ آستانہ شریفہ سے ہم دونوں کی طلبی آگئی۔ مولانا ضیاؔ مجھ سے پہلے بذریعہ جہاز بحری گئے اور میں بذریعہ طیارہ اُن کے ایک ہفتہ بعد کراچی سے چلا اور اُن کا جدہ پر استقبال کیا۔ یہ سفر کیا تھا۔ برکاتِ نبویہ سے ہر زائر مالا مال تھا۔ مولانا ضیاءؔ پر جذبۂ محبت رسالت کا ہجوم تھا اور وہ ہر ہر قدم پر سرکار کی رحمتِ نبویہ سے مالا مال ہو کر سفر شریفہ کا ہر حصہ منظوم کرتے جاتے تھے۔

مقامِ مسرت ہے کہ مولانا ضیاؔ کا منظوم سفرنامہ جو بدایوں سے تا مدینہ منورہ اور از مدینہ منورہ تا کراچی مرتب ہو گیا اور اتنا دلچسپ ہے کہ جس کا ہر عنوان دلکش و مؤثر ہے۔ نثر میں سفرنامے بہت سے لکھے گئے مگر یہ منظوم سفرنامہ اپنی جگہ ایک بے مثال شاہکار ہے۔ خدائے برتر اور اس کے محبوب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس سفرنامہ کو حجاج و زائرین اور جملہ مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ بنائے اور مولانا ضیاءؔ کو برکاتِ دُنیا و روحانی سے ہمہ وقت سرفراز فرمائے۔ آمین

فقیر محمد عبدالحامد القادری البدایونی
۱۵۔ رمضان المبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرس

تقریظ

از الحاج حضرت مولٰنا شاہ محمد عبد الحامد صاحب قادری البدایونی
صدر جمعیت علمائے پاکستان، کراچی

حضرت مولانا محمد یعقوب حسین صاحب ضیاؔ القادری بدایوں کے کہنہ مشق شاعر و ادیب و مصنف کتب کثیرہ ہیں۔ شاعری میں نعتِ نبویہ اور منقبتِ غوثیہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی خدمتِ جلیلہ ہے۔ وہ محض شاعر ہی نہیں۔ بلکہ غلامیٔ بارگاہِ رسالت اور عشقِ سرکار ابد قرار ان کے قلب، دماغ، زبان و قلم کا جزوِ لاینفک رہے ہیں۔ اُن کے دل کی گہرائیوں میں حضور مدنی تاجدار، محبوب پروردگار کی اُلفت و محبت موجزن رہی ہے۔ وہ جس وقت نعت پاک مرتب کر کے پڑھتے ہیں، تو خود ان پر عشق و محبت کی ایک والہانہ کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جو سامعین پر بغیر اثر کئے نہیں رہتی۔ ہمارے خاندانِ عالیہ قادریہ مقتدریہ مجددیہ (جس سے مولانا کا تعلّق طریقت وابستہ ہے) کے معمولاتِ عرس وغیرہ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو مولانا ضیاؔ کی نعت و منقبت ہمارے یہاں کے نعت پڑھنے والوں کی زبان پر نہ آئے۔ بلکہ یوں کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ اُن کے اشعار ہمارے معمولاتِ طریقت کی رونقِ بزم ہیں۔

مولانا کا تیس چالیس دَور ملازمت میں گذرا۔ وہ جہاں رہے، مجالس نعتِ پاک منعقد کرتے رہے۔ اور عرصہ تک اُن کے کلام میں بارگاہِ رسالت میں حاضری آستانۂ مقدس کی تمنا اور حضوری

آرزو شامل رہی۔

۱۹۴۶ء میں جبکہ میں تیسری بار مدینہ طیبہ کی زیارت کے لئے روانہ ہورہا تھا۔ تو مولانا ضیاء نے اپنے مخصوص جذبات کرب و درد میں ایک سلام مرتب کرکے دیا اور وعدہ لیا کہ اسے حضور کے آستانہ مبارک پر ہر روز نذر کروں۔ چنانچہ اس سفر مبارک میں مولانا ضیا کا سلام ہر روز پیش کیا گیا اور جماعت کی جماعت پر کیفیات پیدا ہوئیں۔ واپسی پر میں نے مولنا سے عرض کردیا۔ سلام قبول ہوچکا ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طلبی ہوگی اور انشاءاللہ المقتدر اب جو سفر ہوگا تو میں اور آپ دونوں حاضر ہوں گے۔

الحمدللہ کہ آستانہ شریفہ سے ہم دونوں کی طلبی آگئی۔ مولانا ضیا مجھ سے پہلے بذریعہ جہاز بحری گئے اور میں بذریعہ طیارہ اُن کے ایک ہفتہ بعد کراچی سے چلا اور اُن کا جدہ پر استقبال کیا۔ یہ سفر کیا تھا۔ برکاتِ نبویہ سے ہر زائر مالا مال تھا مولانا ضیاء پر جذبۂ محبت رسالت کا ہجوم تھا اور وہ ہر ہر قدم پر سرکار کی رحمتِ نبویہ سے مالامال ہوکر سفر شریفہ کا ہر حصہ منظوم کرتے جاتے تھے۔

مقامِ مسرت ہے کہ مولانا ضیاء کا منظوم سفر نامہ جو بدایوں سے تا مدینہ منورہ اور از مدینہ منورہ تا کراچی مرتب ہوگیا اور اتنا دلچسپ ہے کہ جس کا ہر عنوان دلکش و مؤثر ہے۔ نثر میں سفرنامے بہت سے لکھے گئے مگر یہ منظوم سفر نامہ اپنی جگہ ایک بے مثال شاہکار ہے۔ خدائے برتر اور اس کے محبوب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس سفر نامہ کو حجاج و زائرین اور جملہ مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ بنائے اور مولانا ضیاء کو برکاتِ دُنیا و روحانی سے ہمہ وقت سرفراز فرمائے۔ آمین

فقیر محمد عبدالحامد القادری البدایونی
۱۵۔ رمضان المبارک

تعارُف

حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ شاعری دراصل ساحری ہے اور اس شاعر پر حیف ہے جو قومی زندگی کے مشکلات و امتحانات میں دلفریبی کی شان پیدا کرنے کی بجائے فرسودگی و انحطاط کو صحّت و قوّت کی تصویر بنا کر دکھائے۔ اور اس طور پر اپنی قوم کو ہلاکت کی طرف لے جائے۔ اُس کا تو فرض یہ ہے کہ قُدرت کی لازوال دولتوں سے زندگی اور قوّت کا جو حصّہ اُسے دیا گیا ہے، اس میں اوروں کو بھی شریک کرے۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو لستان الحسان مولانا ضیاء القادری بدایونی مدظلہٗ (مقیم کراچی) کا شمار پاک و ہند کے اُن نیک نفس، قادر الکلام مشاہیر شعراء میں ہوتا ہے۔ جن کے زندگی بخش شاعرانہ کمالات سے ملک اور قوم کو بے حد فائدہ پہنچا ہے۔ وہ نعت گوئی اور نظم نویسی میں یدِطولےٰ رکھتے ہیں۔ اور اس وقت اس میدان میں کوئی شخص اُن کا حریف نہیں۔ ان کا کلام خلوص و عقیدت، درد و محبّت اور سوز و گداز کا مرقع ہے اس میں رفعت بیان اور ادب و احترام کے پاکیزہ جذبات بھی موجود ہیں اور زبان و ادب اور فن کی خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ آپ مدّت سے زائرینِ گنبدِ خضرا کو سلام لکھ لکھ کر دیتے تھے کہ بوقتِ حاضریِ روضۂ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام بصد عجز و نیاز

پیش کئے جائیں۔ آخر آپ کی آرزو پوری ہوئی اور دربارِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کو بُلاوا آگیا۔ آپ ۱۹۴۸ء کو موسمِ حج میں حرمین الشریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ نے وہ جمال اپنی آنکھوں سے دیکھا جس کے لئے مدت سے آپ بے قرار رہے تھے۔

آپ نے اپنی روانگی سے واپسی تک جو کچھ مشاہدہ کیا۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے رحمت بار جلووں سے جو اثر قبول کیا، اس کی لذت میں دوسروں کو شریک کرنے کے لئے اسے اپنی زبان میں نظم کر دیا۔ آج وہی تاثرات "دیارِ نبیؐ" کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہو رہے ہیں۔ راستے کے دلکش مناظر کا حال، مقدس فریضہ کی ادائیگی کا نقشہ، اللہ اور اس کے حبیبؐ کی نشانیوں کی کیفیت ایک عاشقِ رسولؐ سے بہتر کون بیان کر سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وجد آفریں جذبات کا ایک مواج سمندر موجیں مارتا چلا جاتا ہے۔ توقع ہے کہ پاک و ہند کے علمی ادبی حلقوں میں یہ نادر تحفہ رنگِ قبول حاصل کرے گا۔

محمد عبد العزیز قریشی بی اے
مدیر حقیقتِ اسلام۔ لاہور

حصّہ اوّل

مُؤلّف کے جذبات

اور

سفرِ بدایوں تا کراچی

گزارش

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی   اپنا بیان حسنِ طبیعت نہیں مجھے

محترم حضرات! یہ فقیر دس سال کی عمر سے نعت و مناقب کا دلدادہ ہے۔ جو کچھ کہا وہ عشقِ محبوبِ خدا اور محبتِ خاصانِ کبریا کی دُھن میں کہا۔ مدّتوں مکّہ مدینہ کی حاضری کے لئے دعائیں کیں۔ ناداری نے تمنّاؤں کی تضحیک کی، یاس نے دامن جھٹکا۔ آخر رحمتِ باری نے دعاؤں التجاؤں کو نویدِ قبولیت دی، وقت آیا اور یہ بے نوا شرفِ حضوری سے نوازا گیا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ!

کئی سال گزرے، دہلی کے ایک مشہور محترم رئیس نے اس فقیر کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ آپ جب حج کو جائیں تو تمام حالاتِ سفر منظوم فرمائیں۔ اس عہدِ واثق کی تجدید انہوں نے کراچی میں دوبارہ بھی اپنے مشہور کارخانہ میں فرمائی۔ چنانچہ اُن کی فرمائش پر یہ حالات نظم کئے اور تاریخی نام "اصل سفر نامہ ضیا" ۱۳۶۸ھ رکھا۔

اس کے تین جزو کئے۔ پہلے جزو میں اپنے جذبات کی ترجمانی اور بدایوں سے کراچی تک کی روانگی درج کی۔ دوسرے حصّہ میں کراچی سے اختتامِ حج تک کے حالات قلم برداشتہ لکھے۔ تیسرے حصّہ میں مکّہ سے روانگی اور مدینہ طیّبہ کی حاضری کے کوائف ہیں۔ جہاں تک ممکن ہُوا شاعرانہ رنگینیوں اور تصنّعات سے اعراض کیا گیا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ یہ اعتقادی و ادبی جذبات اربابِ نقد و نظر کے لئے جاذبِ نظر ہوں اور دربارِ عرش وقار حضور سیّدِ ابرار میں شرفِ قبولیت پائیں۔ آمین!

اربابِ بصیرت اغلاط و اسقام سے چشم پوشی فرمائیں۔

فقیر ضیاء القادری البدایونی غفرلہٗ

کراچی، ۶۔ شوال ۱۳۶۸ھ ہجری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسُولہ الکریم

حمدِ باری

تری اس شان کے قُربان یا غفّار یا اللہ!
مجھے تُو نے دیا عشقِ شہِ ابرار یا اللہ!

مجھے انساں بنایا عقل و فکر و آبرو بخشی
عنایت کی متاعِ دانش و پندار یا اللہ!

مجھے بخشا گیا اسلام کا ایمان کا جذبہ
کیا مجھ پر کرم کا اپنے یُوں اظہار یا اللہ!

ظہورِ نورِ وحدت سے فروغِ علم و عِرفاں سے
بنایا دِل کو میرے مطلعِ انوار یا اللہ!

گدائے کعبۂ اطہر کو اُلفت دی مدینے کی
بڑھایا اقتدارِ بندۂ ناچار یا اللہ!

ترے فضل و کرم نے کی یہ میری عزّت افزائی
بنایا مجھ کو مدّاحِ شہِ ابرار یا اللہ!

دیا حمد و ثنا کا ذوقِ طبعِ منقبت خواں کو
کیا نجمِ مقدّر کو مرے بیدار یا اللہ!

شعورِ شاعری شغلِ ثنائے مصطفٰے بخشا
عطا فرمائی مجھ کو قُوّتِ گُفتار یا اللہ!

تری بخشش ہے یہ شوقِ طوافِ کعبہ ہے مجھ کو
ہے تُو واقف کہ میں ہوں مفلس و نادار یا اللہ!

تری شانِ کریمی پر تصدق جان و دلِ میرے
دکھا کعبہ بکفِ اپنا۔ مجھے دربار یا اللہ!

جسے چاہے اُسے تُو دم زدن میں کیا سے کیا کر دے
ہے تُو بیشک قدیر و قادر و مُختار یا اللہ!

سُنی فریادِ ذوقِ التجا کی آبرو رکھ لی
کیا کعبے کے جانے کو مجھے تیار یا اللہ!

ادائے شکرِ انعام و عطایا غیر ممکن ہے
ادا ہو لاکھ تیرا شکر، لاکھوں بار یا اللہ!

ولائے ساقیِ تسنیم و کوثر مرحمت کر دے
مئے حُبِ نبیؐ سے رکھ مجھے سرشار یا اللہ!

فضائے گنبدِ خضرا دِکھا، کعبہ دِکھا مجھ کو
بنا مجھ کو غلامِ احمدِ مُختار یا اللہ!

گناہوں سے مرے جُرم و خطا سے درگزر فرما
ہے تُو غفارِ مطلق، مَیں ہوں عصیاں کار یا اللہ!

محمد مصطفےٰ کا واسطہ بیکس ضیا کو اب
بُلا سوئے حرم یا ایزدِ غفار یا اللہ!

نعتِ حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

زہے صورتِ لاجواب محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں سلطانِ خُوباں جنابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہجومِ حسینانِ بزمِ ازل میں
خُدا نے کیا انتخاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حسین مہ جبیں انبیا سب ہیں لیکن
حبیبِ خُدا ہے خطاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مہ و مہر کی چاندنی طلعتوں میں — ہے ضَو آفریں آب و تاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ازل تا ابد بزم کون و مکاں میں — نہ تھا اور نہ ہوگا جواب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جہاں کے لئے ہے جو شمع ہدایت — ہے قرآں وہ روشن کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دو عالم کو بیداریوں کی بشارت — ہے منشائے تعبیرِ خواب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

براقِ حسیں عرش کو ہے روانہ — ہیں رُوح الامیں ہمرکاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

طہورِ جناں سے ہیں مخمور آنکھیں — ہے اِن ساغروں میں شراب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جناں میں ہیں داخل مدینے کے زائر — ہے جنّت در آغوشِ باب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نصیبے مہ و مہر کے جگمگائے — جو دیکھا رُخِ بے نقاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سرِ حشر سیراب ہر تشنہ لب ہے — ہے تسنیم افشاں سحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ازل میں کیا سب نے عہدِ اطاعت — ہیں سب انبیا فیضیاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نظر ہر گنہگار پر حشر میں ہے — زہے رحمتِ بے حساب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

غلاموں کی بخشش کی خاطر وہ سجدے — سرِ حشر وہ اضطراب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

صراحی اُٹھا دے نہ کوثر کے چھینٹے — پلا مجھ کو رضوان شراب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تھے لرزہ براندام شاہانِ عالم — تھا یہ عالمِ رُعب و داب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

غمِ حشر و اندیشۂ مغفرت کیوں
ہے کافی مجھے انتسابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ضیاؔ ہے یہ ارماں مدینے پہنچ کر
ہو واصل بحق نزدِ بابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اظہارِ حقیقت

تری شانِ کریمی کے اللہ العالمیں صدقے
عطایا پر تری جاں و دل و ایمان و دیں صدقے

مجھے بندہ بنایا، جذبۂ ایماں دیا تو نے
مجھے اسلام کا احساس بے پایاں دیا تو نے

مجھے روزی عطا کی، رزق بخشا، زندگانی دی
زباں کو راست گوئی دی طبیعت کو روانی دی

مجھے کی مرحمت اپنی محبت اپنی رحمت سے
کیا سینہ منور نورِ خورشیدِ نبوت سے

بنایا عہدِ طفلی سے مجھے مداحِ پیغمبر
پلائی مجھ کو صہبائے ولائے ساقیٔ کوثر

رہی لذت کشِ حمد و ثنا طبعِ رواں میری
بجز نعتِ نبیؐ آئی نظر ساکت زباں میری

کبھی پیدا ہوا جذبہ نہ شہرت کا طبیعت میں
گذاری عمر ساری نعتِ سلطانِ رسالت میں

رہا عہدِ شباب آلودۂ کسبِ معاش اپنا
کیا آسودگی نے رازِ خودداری نہ فاش اپنا

جوانی کا زمانہ عیش و اطمینان سے گزرا
بالطافِ خدا ہر دن نہایت شان سے گزرا

ثنائے صاحبِ معراج کی یوں بے جھجک میں نے
کئے رجبی کے جلسے اکیاون سال تک میں نے

ہزاروں خامیاں تھیں گو جنونِ عشقِ کامل میں — غلامیِ شہِ بطحا کا جذبہ تھا مگر دل میں

اسیرِ[1] خلد مسکن میرے اُستاد و مُربّی تھے — فنا فی العشق تھے شیدائے محبوبِ الٰہی تھے

ولیِ باخدا تھے، عالم و درویش و صوفی تھے — صفِ اہلِ صفا میں قادریؔ و نقشبندی تھے

مبارکباد کہئے اُن کے اِس فرخ قرینے کو — ستتّر سال کی سن میں گئے مکّے مدینے کو

مجھے بھی لوگ تھے ہمراہ لے جانے کو آمادہ — مدینہ کا میں تھا اُس وقت بھی اتنا ہی دلدادہ

رہا محروم میں اُس وقت لیکن اس سعادت سے — یہ دولت وقت پر ملتی ہے دربارِ رسالت سے

اسیرؔ باخدا کعبہ سے جب پہنچے مدینے میں — بلطفِ حق ہؤا جذبہ یہ پیدا اُن کے سینے میں

مدینے سے جُدا ہو کر مزا کیا خاک جینے میں — دُعا مانگی کہ یارب موت آجائے مدینے میں

دُعا بابِ اجابت تک پہنچنے کا یقیں آیا — باندازِ جنوں احباب سے یہ شعر فرمایا

اُلجھ[2] کر رہ گیا میں وادیٔ طیّبہ کے خاروں میں — مجھے اب خاک اُڑانے دو حرم کی رہگزاروں میں

دمِ آخر رسائی ہو گئی محبوبِ یزداں تک — مجھے پہنچا دیا اِس ضعفِ تن نے منزلِ جاں تک

مدینے میں ہوئے واصل بحق القصّہ مولانا — بنے جنّت مکیں آقا سے پاکر حصّہ مولانا

---

[1] الحاج حضرت مولانا شاہ علی احمد خاں صاحب اسیرؔ قادری نقشبندی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۔ محرم ۱۳۴۶ھ ہجری۔

[2] یہ شعر مولانا اسیرؔ مرحوم کا ہے

اُلجھ کر رہ گیا میں وادیٔ بطحا کے خاروں میں — مجھے پہنچا دیا اِس ضعفِ تن نے منزلِ جاں تک

اسیرِ عشق کی اللہ اکبر عزت افزائی ۔۔۔ بقیعِ پاک یعنی باغِ جنت میں جگہ پائی

آغازِ جنوں

مدینے کی محبت کا جنوں پیدا ہوا دل میں ۔۔۔ مدینہ بن گیا سینہ، مدینہ بس گیا دل میں

ارادہ تھا کہ جب پابندیٔ سرکار سے چھوٹے ۔۔۔ اسیرِ حرص قیدِ معصیت آثار سے چھوٹے

بآزادی دیارِ صاحبِ لولاک دیکھیں گے ۔۔۔ فضائے گنبدِ خضرا تہِ افلاک دیکھیں گے

رہائی جب ہوئی دُنیا کی حالت اَور ہی کچھ تھی ۔۔۔ شبابِ جنگ تھا گلشن کی رنگت اَور ہی کچھ تھی

خزاں تھی ہر طرف چھائی ہوئی گلزارِ عالم میں ۔۔۔ چمن اُجڑے ہوئے تھے پھول تھے مصروفِ ماتم میں

گرانی کا ہلاکت آفریں منظر قیامت تھا ۔۔۔ غریب انساں کا مُستقبل ارے توبہ مصیبت تھا

نہ تھا اوّل تو اپنے پاس کوئی خاص سرمایا ۔۔۔ جو کچھ موجود تھا آخر وہی اُس وقت کام آیا

تہیدستی و ناداری نے ہمت توڑ دی ساری ۔۔۔ ہوئی معلوم جانِ ناتواں کو زندگی بھاری

یہ عالم تھا کہ مال و زر سے دونوں ہاتھ خالی تھے ۔۔۔ پسِ پردہ درِ شاہِ رُسل کے ہم سوالی تھے

ہمہ اوقات امن و عافیت کی تھیں مناجاتیں ۔۔۔ دُعاؤں میں گزر جاتی تھیں اپنی بیشتر راتیں

پئے حج و زیارت مستقل برسوں دُعائیں کیں ۔۔۔ مدینہ کے لئے محبوبِ ربّ سے التجائیں کیں

لکھیں بعدِ اسیرِ عشق نظمیں جس قدر مَیں نے ہر اک میں یہ گزارش کی بعنوانِ دگر مَیں نے
الٰہ العالمیں اب سوئے مدینہ مجھ کو پہنچا دے متاعِ حجِ کعبہ مرحمت اک بار فرما دے

معروضۂ غلام بحضورِ خیر الانام

مجھے ہے اعترافِ الفتِ حامد[1] میاں کرنا خصوصی واقعہ اس ضمن میں ہے اک بیاں کرنا
گئے تھے سن چھیالیس میں وہ جب حج و زیارت کو انہوں نے مدتوں دیکھا تھا میرے دل کی حالت کو
دمِ رخصت بلطفِ خاص تنہائی میں فرمایا تمہیں اس مرتبہ میں نے نہایت مضطرب پایا
لکھو معروضہ اک منظوم اپنی بیقراری کا ادب لیکن رہے ملحوظ سب دربار داری کا
دعا ہم بھی کرینگے تم بھی لکھ دو حالِ دل اپنا ہمیں پڑھنے کو دو کوئی سلامِ مستقل اپنا
ادب سے میں نے معروضہ حضورِ شاہ میں لکھا سلامِ تازہ دربارِ رسول اللہ میں لکھا

سلام اس بینوا کا روضۂ سلطانِ والا پر
سنایا اخِ اکرم نے گیارہ روز تک پڑھ کر

[1] مولانا شاہ عبد الحامد صاحب قادری بدایونی دامت برکاتہم جو ۱۹۴۲ء میں دوسری بار بسلسلہ وفدِ مسلم لیگ مع مولانا شاہ عبد العلیم صاحب میرٹھی دام مجدہم تشریف لے گئے۔

سلام بدربارِ حضورِ تاجدارؐ

بدایوں ۸ - اکتوبر ۴۶ء

سلام اے مرے آقا مرے حضور سلام — سلام اے مرے سلطانِ بزمِ نور سلام

سلام سیّدِ ابرار یا رسول اللہ! — سلام خلق کے سردار یا رسول اللہ!

سلام ہادیِ اسلام یا نبی اللہ! — سلام مونسِ خُدّام یا رسول اللہ!

سلام صاحبِ قوسین یا حبیب اللہ — سلام سرورِ کونین یا حبیب اللہ

حبیبِ خالقِ کون و مکاں! سلام علیک — محبِ ہر ملک و انس و جاں سلام علیک

سلام اے مہِ تابانِ اوجِ عرش! سلام — سلام شافعِ آسودگانِ فرش سلام

سلام لیجئے ہم بیکسوں غریبوں کا — سلام لیجئے ناکام غم نصیبوں کا

مکینِ عرشِ معلّٰے سلام لو میرا — حسینِ گنبدِ خضرا سلام لو میرا

حضور! بندۂ مسکین و بینوا ہوں میں — درِ حضور سے ہوں دور اک گدا ہوں میں

گناہگار ہوں بیشک گناہگار ہوں میں — مگر نگاہِ کرم کا امیدوار ہوں میں

حضور رحمتِ عالم شفیعِ اُمت ہیں — گناہگار طلبگارِ لطف و رحمت ہیں

گدا حضور کے در پر پناہ لیتے ہیں — حضور اپنے بُروں کو نباہ لیتے ہیں

غلامِ خاص ہوں سرکار جاں نثار ہوں میں
خطا معاف کہ عصیاں سے شرمسار ہوں میں

مرے کریم! کرم کی نگاہ ہو مجھ پر
عطائے خاص مرے بادشاہ! ہو مجھ پر

غلامِ عمر رسیدہ کی التجا سُن لو
ہے ایک عرض خدارا اِسے ذرا سُن لو

حضوریِ درِ پُر نور چاہتا ہوں میں
علاجِ خاطرِ مہجور چاہتا ہوں میں

طوافِ گنبدِ خضرا کی دِل میں حسرت ہے
سگِ کمینۂ در شائقِ زیارت ہے

تمام عمر سے ہے آرزو مدینے کی
نگاہِ شوق کو ہے جستجو مدینے کی

فقیر و مفلس و نادار ہوں غریب ہوں میں
ہوں زادِ راہ سے مجبور بدنصیب ہوں میں

متاع و مال سے خالی ہنوز دامن ہے
حضور پر مری حالت تمام روشن ہے

شکستہ دِل مرے ارماں مدام رہتے ہیں
مجھے حضور کا مدّاح لوگ کہتے ہیں

مَیں ضبط کر نہ سکا جذبۂ نہاں اپنا
کیا ہے شوقِ حرم نظم میں بیاں اپنا

حضور! لاج غلامِ حقیر کی رکھنا
خبر اِس اپنے ثنا خواں فقیر کی رکھنا

تڑپ رہا ہے دِل بیقرار سینے میں
بس اب حضور بُلا لو مجھے مدینے میں

ہو اِس غلامِ دِلِ افگار کا سلام قبول
کریں حضور گنہگار کا سلام قبول

درِ حضور پہ حامد میاں سلامی ہیں
مرے وکیل ہیں شاہد مرے پیامی ہیں

غلام کا سرِ دربار ہو قبول سلام
ضیاؔ غریب کا سرکار ہو قبول سلام

تجدیدِ آرزو

کیا تھا اس گدا نے یہ سلام اپنا رقم جس دن
نظر آنے لگی تھی غیر ممکن بات بھی ممکن

ہجومِ آرزو موجود پاتا تھا میں سینے میں
تصور لے کے دل کو روز جاتا تھا مدینے میں

تمنّاؤں کی اک دُنیا نئی آباد تھی دِل میں
ہم آغوشِ مسرّت خاطرِ ناشاد تھی دِل میں

یقیں تھا قلب کو مقبول ہوگا یہ سلام اپنا
سُنیں گے یہ عریضہ لطف سے خیر الانام اپنا

صدا سُنتے ہیں وہ اپنے فقیروں کی مدینے سے
علی قدرِ مراتب بھیک بٹتی ہے خزینے سے

رہا یہ ہیبوا کچھ دن پریشاں خاطر و مضطر
ہوئے ظاہر نہ آثارِ قبول اصلاً مگر مجھ پر

نفوسِ اہلِ باطن سے مجھے حسنِ عقیدت ہے
قبورِ اولیا پر فاتحہ خوانی کی عادت ہے

بدایوں ہے مدینہ اولیائے باکرامت کا
مزاروں پر یہاں رہتا ہے جھمگٹ اہلِ حاجت کا

معینی قادری ہے آستانہ میرے پیروں کا
جہاں رہتا ہے مجمع غوثِ اعظم کے فقیروں کا

مجھے ملتا ہے موقع حاضری کا اِن مزاروں پر
نشاطِ روح ہے موقوف رُوحانی اشاروں پر

ملا مژدہ مجھے یہ روضۂ شاہِ[۱] ولایت سے — بنے گا کام میرا سنجری خواجہ کی رحمت سے

غریب بھکاری آستانۂ غریب نواز پر

حضورِ مُقتدر[۲] میں یہ بشارت پیش کی میں نے — درِ خواجہ پہ جانے کی اجازت مانگ لی میں نے
بہت مدت سے دِل مشتاق تھا اجمیر جانے کا — تصور قلب میں تھا اُس مبارک آستانے کا
بدایوں اور دہلی میں تھے جتنے خانداں والے — تھے سب شیدائیِ خواجہ یہاں والے وہاں والے
ہر اک خُرد و کلاں مُدت سے تھا اس کا تمنائی — کسی صورت درِ خواجہ کی حاصل ہو جبیں سائی
غرض خویش و اقارب ہو گئے چلنے کو آمادہ — مبارک تھا سفر یہ، کارواں خواجہ کا دلدادہ
بدایوں سے چلے مارہرہ ہو کر آئے دہلی میں — ملے باہم گر آکر سب اہل اترائے دہلی میں
مہینہ گیارھویں کا تھا ستر ھویں[۳] کا زمانہ تھا — زباں پر سب کی محبوبِ الٰہی[۴] کا ترانہ تھا
شریکِ عُرسِ سلطان المشائخ سب ہوئے آکر — خوشی حاصل ہوئی لنگر کی تازہ روٹیاں کھا کر

---

[۱] حضرت خواجہ ابوبکر سیدنا بدر الدین مولے ناب سہروردی چشتی شاہ ولایت بدایونی رحمۃ اللہ علیہ برادر و مرید و خلیفہ حضرت سلطان العارفین خواجہ حسن شیخ شاہی اس ناب بدایونی و خلیفہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ

[۲] حضرت پیرو مرشد مولانا شاہ محبوب حق مطیع رسول محمد عبد المقتدر القادری العثمانی البدایونی رحمۃ اللہ علیہ۔

[۳] بڑی ستر ھویں شریف ۔ [۴] حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ۔

مزارِ قطب[1] اعظم پر سلامی کے لئے آئے ۔۔۔ تمام آداب دربارِ معلّے کے بجا لائے

اجازت دونوں سرکاروں سے لی اجمیر جانے کی ۔۔۔ سند ہاتھ آئی خواجہ کے مبارک آستانے کی

چلا اجمیر کو دہلی سے پورا کارواں اپنا ۔۔۔ سفر طے ہو گیا اک رات میں یہ بیگماں اپنا

قریب چاشت یکشنبہ کے دن اجمیر ہم پہنچے ۔۔۔ دیارِ خواجۂ دیں میں طلبگارِ کرم پہنچے

نظر سامان اسٹیشن پہ آئے پیشوائی کے ۔۔۔ یہاں احباب نا دیدہ تھے شائق رونمائی کے

بکثرت لوگ تھے موجود عرشی[2] کی قیادت میں ۔۔۔ جسے دیکھا نظر ڈوبا ہوا آیا محبت میں

ہر اک نے ہار پھولوں کے ہمیں الفت سے پہنائے ۔۔۔ مکاں تک پا پیادہ چل کے اسٹیشن سے ہم آئے

انیس[3] ابنِ حنیف اک پیرزادہ باوجاہت ہیں ۔۔۔ ہوا خواہِ شکیل[4] و شاعرِ پاکیزہ خصلت ہیں

انہوں نے اپنے گھر پہ ہم کو ٹھیرایا محبت سے ۔۔۔ رہے چھ روز ہم اُن کے مکاں پر عیش و راحت سے

مجھے مرزا نذیرِ[5] خادمی کی یاد آتی ہے ۔۔۔ جدائی اُن کی اکثر دِل کو تڑپاتی ستاتی ہے

محبت سے رہے مصروف یہ ہر وقت خدمت میں ۔۔۔ کمی کوئی اٹھا رکھی نہ اظہارِ محبت میں

معزز برگزیدہ ہر جماعت نعت خوانوں کی ۔۔۔ رہی مصروف دلجوئی میں اپنے میہمانوں کی

---

[1] حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ۔ [2] فداء الملک عرشی اجمیری۔
[3] صاحبزادہ انیس نیازی۔ [4] شاعرِ ہند فرزندِ عزیز شکیل بدایونی۔
[5] مرزا نذیر بخش خادمی مشہور نعت خوانِ اجمیر۔

نگاہِ لطفِ خواجہ مائلِ بندہ نوازی تھی — گدائے در کو حاصل ہر قدم پر سرفرازی تھی

مُسلسل روضۂ پُرنور پر دی حاضری میں نے — دُعا مکّہ مدینہ کے لئے ہر بار کی میں نے

عجب سج دھج نظر آئی مبارک آستانے کی — بدل جاتے ہوئے دیکھی یہاں قسمت زمانے کی

حریمِ بارگاہِ خواجہ صحنِ قصرِ جنّت ہے — سحر سے شام تک آئینہ بر کف شانِ رحمت ہے

یہاں روزانہ منہ مانگی مُرادیں لوگ پاتے ہیں — بھکاری جھولیاں بھر بھر کے اس ڈیوڑھی سے جاتے ہیں

ملا میں بیشتر اجمیر کے اعیانِ ملّت سے — مجھے دیوان صاحب نے نوازا خاص شفقت سے

مکاں پر منعقد کی بزمِ میلادِ نبی میں نے — بمنّت دعوتِ شرکت بہت لوگوں کو دی میں نے

پڑھی اس خوشنوائی سے یہ محفل نعت خوانوں نے — مسلسل کی درُودوں کی نچھاور قدر دانوں نے

دماغ اہلِ سماعت کے مُعطّر ہوتے جاتے تھے — نظر محفل میں آثارِ اجابت صاف آتے تھے

تبرّک مرحبا خواجہ کے دربارِ ہمایوں کے — ہوئے تقسیم اہلِ بزم کو پیڑے بدایوں کے

ہوئی اس بزم میں یہ میرے ارمانوں کی پامالی — رہی محفل ثنائے خواجۂ اجمیر سے خالی

کمالِ نعت خوانی تھا دکھانا نعت خوانوں کو — شعورِ منقبت خوانی نہ تھا ان نوجوانوں کو

کہی تھیں مدحِ خواجہ میں جو غزلیں میں نے روزانہ — رہے پڑھنے سے قاصر اُن کو بھی یہ اہلِ میخانہ

مری تنبیہ پر ہر نعت خواں نے عُذر خواہی کی — کہا جس روز ہوگی حاضری دربارِ شاہی کی

حضورِ خواجہ میں غزلیں پڑھیں آپ کی مل کر　　یہ بزمِ منقبت بعدِ نمازِ جمعہ ہے بہتر

ملا تھا حکم یہ ہم کو ہمارے پیر زادہ کا　　ہے یہ اجمیر میں معمول چشتی خانوادہ کا

ہمیشہ پنجشنبہ کو نیاز و نذر ہوتی ہے　　نیازِ خواجہ گردِ نا اُمیدی دل سے دھوتی ہے

یہ ارشادِ وکیل اس امر کی گویا وضاحت تھی　　ہمیں چھ روز تک اجمیر رہنے کی اجازت تھی

نیاز و نذر سے فارغ ہوئے ہم پنجشنبہ کو　　ہوا طاری دلوں پر خود بخود غم پنجشنبہ کو

گزارے یہ مبارک دن بآرام و خوشی ہم نے　　کیا بعد نمازِ جمعہ عزمِ واپسی ہم نے

نمازِ جمعہ پڑھ کر بیگمی دالان کے اندر　　ہوئے صرفِ ثنائے خواجہ سب مدّاحِ پیغمبر

ہزاروں حاضرِ بزم پر اک کیف طاری تھا　　کوئی مدہوش و بیخود کوئی صرفِ اشکباری تھا

عجب دلکش سماں تھا تھی عجب یہ بزمِ لاثانی　　رہیگی یاد مجھ کو عمر بھر یہ منقبت خوانی

پڑھیں غزلیں جو داس ہنیوائی مدح خوانوں نے
ستائش کی باندازِ عقیدت قدر دانوں نے

دربارِ خواجہ میں نذرانۂ عقیدت حاضری

جناں[1] بر کف ہے دستِ آرزو دربارِ خواجہ میں
گدائے خواجہ حاضر آج ہے سرکارِ خواجہ میں

نظر آئیں حرم کی تابشیں دربارِ خواجہ میں
نگاہیں جذب ہو کر رہ گئیں انوارِ خواجہ میں

فضائے روضۂ خُلد آستاں میں محو ہو ہو کر
ہے پیدا جذبۂ نو طالبِ دیدارِ خواجہ میں

کھلے جاتے ہیں سب چشتی بہشتی یہ حقیقت ہے
ہیں جنت کے مناظر آئینہ دربارِ خواجہ میں

طہورِ خُلد سے ہر جُرعہ کش مخمور رہتا ہے
وہ کیفِ معرفت ہے ساغرِ سرشارِ خواجہ میں

بہشت آثار ہے اجمیر کے پھولوں کی شادابی
بہارِ جاوداں کا رنگ ہے گلزارِ خواجہ میں

خدا والے ہیں زیبِ انجمن کیا پاک محفل ہے
ہے مجمع خواجگانِ چشت کا دربارِ خواجہ میں

ہیں خود محبوب، محبوبِ الٰہی اُن پہ قرباں ہیں
حسینِ بدر کی تنویر ہے رخسارِ خواجہ میں

نظر میں ساقیِ بزمِ ازل کی جذب ہے تابش
ہے سرمستی مئے وحدت کی ہر میخوارِ خواجہ میں

---

[1] اس غزل کو بتاریخ ۲۰۔ مارچ ۴۷ء بعد نماز جمعہ اجمیر شریف کی مشہور و منتخب جماعت نعت خواناں نے جس میں مولانا عرشی۔ مرزا نذیر بخش۔ مولانا عظیم بخش۔ حافظ عبدالرحمن۔ منشی رمضان خاں صاحبان مع تمام افرادِ جماعت شریک تھے، مشترکہ پڑھا۔ بیگمی دالان میں مو ضہ مزار حضور غریب نواز ہزاروں مسلمانوں نے بحالتِ قیام سُنا ہر شخص متاثر و لطف اندوز تھا۔ ایک گھنٹہ تک مجلس گرم رہی۔

کمالِ بیخودی ہے یا ہے یہ معراجِ خودداری
ہے صرفِ سجدہ ریزی ہر جبیں دربارِ خواجہ میں

ولائے غوثِ اعظم خضرِ منزل خود ہوئی آخر
میسّر باریابی ہوگئی دربارِ خواجہ میں

بھکاری آئے ہیں بابِ کرم پر بھیک لینے کو
ہے جنبش دامنِ فیضِ ابد آثارِ خواجہ میں

مرادیں پا رہے ہیں سب مُرادیں مانگنے والے
بڑھا اے بینوا دستِ طلب سرکارِ خواجہ میں

رواں اجمیر سے سوئے مدینہ کاش ہو اک دن
یہ حسرت لیکے آیا ہے ضیا دربارِ خواجہ میں

رُخصتی

واپسی کی بابِ رحمت سے اجازت دیجئے[ل]
زائرانِ در کو خواجہ اذنِ رخصت دیجئے

لیجئے ہم بے نواؤں کا سلامِ رُخصتی
دستِ رحمت سے تبرّک وقتِ رخصت دیجئے

ہم غریب و زار ہیں خواجہ ہو تم سلطانِ ہند
بھیک منگتا کو بقدرِ لطف و رحمت دیجئے

اہلِ حاجت کے مقاصد سامنے ہیں آپ کے
سب کو منہ مانگی مُرادیں گنج و دولت دیجئے

بابِ رحمت سے کوئی سائل تہی دامن نہ جائے
کیجئے داد و دہش دادِ سخاوت دیجئے

یوسفِ اصغر کو اولاد و وقار و رزق و مال
دیجئے خواجہ! بعنوانِ کرامت دیجئے

ل یہ غزلِ رخصتی بھی سابقہ غزل کے بعد تمام نعت خوانوں نے مل کر پڑھی۔

بھیجئے اپنے ضیائے دِلِ شکستہ کا سلام   چلتے چلتے اِس کو طیبہ کی بشارت دیجئے

معروضۂ دیگر

محبّت تری رنگ لائی ہے خواجہ[1]   ترے در پہ حاضر خُدائی ہے خواجہ!

ترے آستاں پر ترے مَم قدم سے   مدینے کی تنویر چھائی ہے خواجہ!

خُدا والے! تُو وہ حبیبِ خدا ہے   جہاں بھر میں تیری خُدائی ہے خواجہ!

مدینے کے سینے میں پائے ہیں جلوے   تری یاد جب دِل میں آئی ہے خواجہ!

جہاں محوِ حیرت ہیں اللہ والے   وہاں تیری جلوہ نمائی ہے خواجہ!

قسم ہے خُدا کی اشاروں سے تُو نے   خُدائی کی بگڑی بنائی ہے خواجہ!

ہے بابِ النبی کا اُسے قُربِ حاصل   جسے تیرے در تک رسائی ہے خواجہ!

بدایوں سے اجمیر تک اِس گدا کو   محبّت تری لے کے آئی ہے خواجہ!

مُرادوں سے بھر دے بھکاری کا دامن   کہ رسوا مری بے نوائی ہے خواجہ!

مدینے کی دُھن میں گدائے حرم نے   ترے در پہ دُھونی رمائی ہے خواجہ!

[1] یہ غزل فقیر ضیاؔ نے ۱۸ مارچ ۴۷ء بروزِ شنبہ بعد نمازِ عصر جنّتی دروازہ کے اندر خود پڑھی۔

باندازۂ جُود داد و دہش ہو — دُہائی ہے تیری دُہائی ہے خواجہ!
ترے در پہ تیرے ضیائے حزیں کو — مدینہ کی اُمّید لائی ہے خواجہ!

اجمیر سے واپسی

ہوئے بعدِ مناقب تُربتِ خواجہ پہ ہم حاضر — سلام رخصتی کے واسطے با چشمِ نم حاضر
درِ اقدس کو چُوما گھر پہ آئے آستانے سے — مِلا جو کچھ مِلا، لے آئے خواجہ کے خزانے سے
قریبِ عصر اسٹیشن پہ سارا قافلہ پہنچا — ہجومِ عیش و راحت میں ہمارا قافلہ پہنچا
نمازِ عصر اسٹیشن کی مسجد میں پڑھی ہم نے — درِ مسجد پہ دیکھی بھیڑ خاص احباب کی ہم نے
ہر اک کے لب پہ اک رنگیں محبّت کا فسانہ تھا — کرم کی تھی نمائش چائے نوشی کا بہانہ تھا
تھے اسٹیشن کے اندر مُونس و احباب کثرت سے — مٹھائی پھول پھل لائے تھے اخلاصِ محبت سے
گلوں میں ہار ڈالے جا رہے تھے شادمانی سے — مِری آنکھوں کے حلقے پُر تھے اشکوں کی روانی سے
عجب پُرکیف تھا جوشِ مسرّت کا یہ نظّارا — مرے خواجہ کا تھا در پردہ مُجھ پر یہ کرم سارا
بالآخر شور و غُل کے ساتھ اسٹیشن پہ ریل آئی — ہوئے اجمیر سے رُخصت درِ خواجہ کے شیدائی
سحر کو دُوسرے دن آگرہ سب کارواں پہنچا — یہاں یہ قافلہ محمود[1] متھراوی کے گھر ٹھیرا

[1] جناب سیّد محمود حسن صاحب امین عدالتِ آگرہ متوطن متھرا۔

گئے دہلی کو اہلِ کارواں کچھ ساتھ یوسف کے ۔۔۔ بدایوں آ گئے اکثر اعزّہ ساتھ میں میرے
بخیر و عافیت اجمیر سے ہم تا مکاں پہنچے ۔۔۔ خُدا کا شکر منزل تک سب اہلِ کارواں پہنچے

تخلیقِ وسائل

نہیں ہوتا کوئی رازِ ترقّی بے سبب پیدا ۔۔۔ خدا خود غیب سے سامان کر دیتا ہے سب پیدا
مہینہ بھر نہ گزرا تھا کہ پھر دہلی ہُوا جانا ۔۔۔ خدا کی مصلحت کو کون سمجھا کس نے پہچانا
مرا معمول دیرینہ تھا دہلی جب میں آتا تھا ۔۔۔ قبورِ اولیاء پر فاتحہ خوانی کو جاتا تھا
کلیم اللہ[1] شیخ الاولیا کے آستانے پر ۔۔۔ نظر اک روز آیا اک مقدّس عرس کا منظر
تھا قبرِ شیخ پر یہ عُرس کس شیخ طریقت کا ۔۔۔ ہے اب تک حافظہ خاموش یاد اصلا نہیں آتا
سحر پڑھ کر میں گھر سے قُل کی شرکت کیلئے پہنچا ۔۔۔ کلام اللہ کا تھا دَور مجمع مختصر سا تھا
یہاں پر اپنے اَوراد و وظائف سب پڑھے میں نے ۔۔۔ ثنائے شیخ میں کچھ شعر برجستہ کہے میں نے
قریب چاشت صحنِ آستانہ بھر گیا سارا ۔۔۔ عجب تھا روح پرور وقتِ قُل محفل کا نظّارا

---

[1] شیخ الاولیا حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ درمیانِ قلعہ و جامع مسجد زیارت گاہِ عام ہے۔ آپکا عُرس ۲۲ تا ۲۴ ربیع الاوّل بڑی شان کے ساتھ ہوتا ہے وصال آپکا ۲۴ ربیع الاوّل ۱۱۴۲ھ میں ہُوا۔

ہوا آغازِ قُل خوش لہجہ لوگوں نے پڑھا قرآں — سلام و شجرہ پڑھنے کو بڑھے آگے مناقب خواں

پڑھی مَیں نے بھی سب کے بعد آخر میں غزل اپنی — ہوئی مقبول محفل میں یہ مدح برمحل اپنی

دئے نذرانہ پر نذرانے اربابِ عقیدت نے — عجب کی عزّت افزائی مری شیخِ طریقت نے

تبرّک لے کے قل کا گھر میں آیا آستانے سے — بہت سے نوٹ لایا ساتھ خواجہ کے خزانے سے

اسبابِ مُلاقات

یہ فاروقی مدیرِ آستانہ شیخِ مستحسن[1] — جو اَب چشمِ ضیا میں رہتے ہیں ہر دم ضیا افگن

نہ تھے مجھ سے کبھی واقف نہ مَیں اُن کا شناسا تھا — نہ راہ و رسم تھی کوئی نہ مَیں نے اُن کو دیکھا تھا

یہ بزمِ عُرس میں دیکھے گئے تھے بیش بیش اکثر — نیاز و نذر کا ساماں یہ لاتے تھے زیادہ تر

دواخانہ میں فاروقی کے ناظم تھے میاں اصغر[2] — قریبِ شام جب دفتر سے واپس آئے یہ گھر پر

کہا مجھ سے سُنا ہے مَیں نے یہ فاروق منزل میں — پڑھا تھا آپ نے کیا وقتِ قل کچھ آج محفل میں

کیا یہ ذکر فاروقی نے مجھ سے آج دفتر میں — غزل اک شاہ صاحب نے پڑھی تھی عرسِ اطہر میں

---

[1] صاحبزادہ شیخ محمد مستحسن صاحب فاروقی دیوبند کے رہنے والے ہیں۔ دیوبندی عقاید کے خلاف قبورِ اولیاء پر حاضری ان کا معمول ہے حضرت شیخ الاولیاء کے ساتھ نسبت قوی رکھتے ہیں۔

[2] محمد اصغر حسین صدیقی داماد و خواہرزادۂ مؤلف۔

تمہیں معلوم ہے وہ شاہ صاحب گو تھے اِن اصغر — مِرا دِل خود بخود ہے اُن سے ملنے کیلئے مضطر
کہا اصغر نے، فاروقی نے صورت شکل کا نقشہ — بیاں مجھ سے کیا جس دم تو فوراً میں یہی سمجھا
یقیناً آپ نے محفل کے اندر خود پڑھا ہوگا — اثر لاریب فاروقی کے دل پر کچھ پڑا ہوگا
مِرے اقرار پر فوراً کہا مجھ سے یہ اصغر نے — اجازت ہو تو کردوں آپ کا مَیں تذکرہ اُن سے
کہا مَیں نے، مِرا کیا ہرج ہے تم اُن سے کہہ دینا — مَیں یہ کیونکر کہوں تم سے کہ میرا نام مت لینا
نہیں دبتی دبانے سے دلوں میں چاہ کی صورت — کہ پیدا غیب سے ہوتی ہے رسم و راہ کی صورت

فاروقی سے مُلاقات

ابھی نو دس بجے تھے صبح کے مَیں گھر کے اندر تھا — شبِ رفتہ کی باتوں کا اثر کچھ یونہی دل پر تھا
یکایک خود مِرے غُربت کدہ پر آئے فاروقی — بلطفِ بیکراں تشریف از خود لائے فاروقی
محبت سے مجھے اپنے یہاں آنے کی دعوت دی — باخلاصِ عقیدت خود بخود کھانے کی دعوت دی
سواری بھیج کر مجھ کو بلایا ساتھ اصغر کے — سُنائے واقعاتِ خاص اپنے اپنے دفتر کے
مدارات و تواضع مجھ گدا کی حد سے زائد کی — سُنی تفصیل مجھ سے میرے اسلامی عقاید کی
یہ عالی حوصلہ، یہ نوجواں خوددار مُستحسن — ہے جس کا قلبِ نُورِ خواجگانِ چشت سے روشن

عجب مردِ خدا ہر دلعزیز و صاحبِ دل ہے
شریف و پیکرِ اخلاق و پاکیزہ شمائل ہے

ابھی تک مستقل تھی تاجرانہ ذہنیت اُنکی
تمام اطرافِ دہلی میں تھی قدر و منزلت اُنکی

طبیعت میں یکایک آپ کی اب انقلاب آیا
عقیدت آفریں حسنِ تخیّل پر شباب آیا

جریدۂ "آستانہ" دہلی

سرور و کیفِ فاروقی کی باتوں میں نمایاں تھا
اثر اندوز اُن کے قلب پہ احساسِ عرفاں تھا

کیا عزم آپنے اب "آستانہ" کی اشاعت کا
لیا اقرار مجھ سے مُستقل قلمی اعانت کا

ضوابطِ آستانہ کے مرتّب سب کیے مَیں نے
تھے جتنے کار آمد مشورے ممکن، دئیے مَیں نے

رقم یک صد بطورِ نذر ماہانہ مقرّر کی
کیا اِصرارِ پیہم مجھ سے مَیں آکر رہوں دہلی

کہا مَیں نے کہ بیمار و ضعیف و ناتواں ہوں مَیں
رہوں پابندِ دفتر ہو کے اس قابل کہاں ہوں مَیں

بدایوں میرا گھر ہے، ہے وہاں میرا کتب خانہ
لکھوں گا رہ کے گھر پہ بہترین مضمون روزانہ

گزارش یہ مری منظور فاروقی نے فرما لی
مَیں سمجھا ہے یہ سب فیضِ نگاہِ خواجۂ عالی

مرتّب کر دیا پہلا رسالہ مَیں نے دہلی میں
نظر آئی مجھے تحریرِ مستقبل ہتھیلی میں

مری جانب تھی کیا کیا کچھ عنایت میرے خواجہ کی
معینِ شوق و ارماں تھی کرامت میرے خواجہ کی

تحریکِ سفرِ حرمین

مجھے دیکھا جو فاروقی نے شیدائے مدینہ ہوں
زخود رفتہ ہوں لیکن دشت پیمائے مدینہ ہوں

کہا مجھ سے کہ ہے جس وقت تک زندہ یہ فاروقی
کمی میری طرف سے اس وثیقہ میں نہیں ہوگی

کیا یہ اور فاروقی نے مجھ سے عہد مستحکم
کہ مولانا! بامرِ حق بلطفِ رحمتِ عالم

مرا میثاق یہ قائم رہیگا میرے جینے تک
مرا ذمہ ہے پہنچاؤنگا میں تم کو مدینے تک

زخود یہ عہد یہ اقرار اک غیبی بشارت تھی
پسِ پردہ دعا میری ہم آغوشِ اجابت تھی

نیّتِ حج

بدایوں آگیا دہلی سے جب یہ خادمِ کعبہ
کہا خود رفتہ ارمانوں نے ہوں میں عازمِ کعبہ

بتوفیقِ الٰہی نیّتِ حج کرہی لی میں نے
ادب سے کی جبیں خم سوئے دربارِ نبی میں نے

رقم پنشن کی ملتی ہے مجھے تینتیس ۳۳ ماہانہ
مرا یوسف مجھے دیتا ہے جو چالیس ماہانہ

تہتریہ گئے سب میں نے نذرِ صرف روزانہ
بچایا آستانہ سے ملا مجھ کو جو نذرانہ

بچالی الغرض اس طرح اک کافی رقم میں نے
باذنِ رب مصمّم کردیا عزمِ حرم میں نے

جانِ عزیز شکیل بدایونی

اِسی دَوران میں مجھ کو شکیل احمد نے خط لکھا
بعنوانِ طرب یہ مژدۂ فرحت نمط لکھا

سعادتمندیٔ پیہم کا تھا اظہار اُس خط میں
مسرّت کے نظر آئے مجھے آثار اُس خط میں

مجھے لکھا کہ آپ امسال حج کے واسطے جائیں
سفر کے جو مصارف ہوں مجھے تحریر فرمائیں

شکیلِ نوجواں ہے لختِ دِل آرامِ جاں میرا
ہے گو ابنِ برادر، ہے مگر رُوح و رواں میرا

مری گودوں کا پالا ہے مری آنکھوں کا تارا ہے
بطورِ شاعرِ بے مثل عالم آشکارا ہے

شکیل و یوسف اِک جاں اور دو قالب ہیں محبت کے
ہیں دونوں ناز پرورده مری آغوشِ شفقت کے

شکیل ابنِ جمیل اس دَور کا ہے شاعرِ نامی
ہے اُس کا ذوقِ فطری ترجمانِ عُرفی و جامی

کیا اِن نغمہائے جانفزا نے مطمئن مجھ کو
نظر آتی تھی شکلِ کامیابی رات دِن مجھ کو

اُفتادِ جدید

اِسی دَوران میں طُوفاں بداماں انقلاب آیا
زمیں سے فتنے اُبھرے آسماں کو پیچ و تاب آیا

ہُوا تقسیم دو قوموں میں دو حصّوں میں ہندوستاں
نظر آمادۂ جنگ و جدل آئے سیاست داں

اِدھر تھی جانِ مسلم پر مظالم کی فراوانی
اُدھر ہر فتنۂ بیدار تھا صرفِ ستمرانی

دیارِ ہند کا امن و اماں تھا وقفِ ناکامی
ہوا خواہانِ ملکی شورشوں کے خود ہی تھے حامی

مِرا نورِ نظر یوسف جو دہلی میں ملازم تھا
جُدا ہو کر مری آنکھوں سے پاکستان جا پہنچا

تھکیں اب بمبئی میں اور یوسف تھے کراچی میں
نئے خطرات پیدا ہوتے رہتے تھے مرے جی میں

زمانہ جس قدر نزدیک حج کا آتا جاتا تھا
دلِ نا مطمئن میرا سکوں کچھ پا تا جاتا تھا

تدابیرِ سفر

مجھے حسرت تھی ماہِ صوم میں کعبہ پہنچ جاؤں
وہیں روزے رکھوں احکام دیں سارے بجا لاؤں

کراچی، لکھنؤ، دہلی سے میں نے خط کتابت کی
بطورِ خود طلب ہر حج کمیٹی نے اعانت کی

بدایوں کی عدالت میں بھی اک درخواست گزرانی
میسّر تا سند ہو راہداری کی بآسانی

بنیں یہ کوششیں تدبیریں سعیِ رائیگاں ساری
ہوئیں نذرِ تغافل حج کی بابت عرضیاں ساری

رجب کا چاند لے کر مژدۂ عیش و طرب آیا
مبارک موسمِ معراجِ سلطانِ عرب آیا

ہوں با دن سال سے میں خادمِ جشنِ شبِ اسریٰ
مجھے کہتے ہیں شہری ناظمِ جشنِ شبِ اسریٰ

کیا معراج کی شب، جشنِ معراجِ نبی میں نے — نہ اس خدمت میں کی اس بار بھی کوئی کمی میں نے

حسابِ آمد و تفصیلِ اخراجات سمجھائی

برائے نظمِ آیندہ نئی اسکیم بنوائی

ہجومِ عام میں اعلانِ عزمِ حج کیا میں نے — خدا سے جامع شمسی[۵۱] میں کی رو کر دعائیں نے

معافی اپنی تقصیرات کی ہر شخص سے چاہی — ہر اک سے انفرادی طور پر کی معذرت خواہی

کہا سب سے کہ دو شعبان کو عاجز رواں ہوگا — سفر تا آگرہ بہ نصف شب کو بیگماں ہوگا

مسلسل ملنے احبابِ وطن دس جون تک آئے — محبت سے خدا حافظ کے جملے سب نے فرمائے

بسولی[۵۲]، سہسواں، گنّور، داتا گنج، اوجھیانی — جہاں ہے محترم احباب کی میرے فراوانی

یہاں سے بھی خصوصی بعض میرے مہرباں آئے — بریلی اور پیلی بھیت کے بھی میہماں آئے

مرے عزمِ سفر کا ذکر تھا اہلِ محبت میں

کہ میں ڈوبا ہوا تھا لذتِ حج و زیارت میں

---

۵۱ بدایوں کی عہدِ سلطانِ شمس الدین التمش خلد مکانی کی قدیم یادگار جامع مسجد۔

۵۲ بدایوں ضلع کے مشہور قصبات کے نام ہیں۔

اِہتمامِ روانگی

مبارک دُوسری شعبان کی آخر سحر آئی — کرن اُمید کی طورِ نظر مجھ کو نظر آئی

چلا بعدِ تہجّد فاتحہ خوانی کو مَیں گھر سے — اجازت لی سفر کی اولیاءاللہ کے دَر سے

قبورِ رفتگانِ خانداں پر فاتحہ پڑھ کر — مَیں پہنچا نور کے تڑکے بزرگوں کے مزاروں پر

سلامِ رُخصتی ہر آستانے پر کیا جاکر — سُنائیں مدح کی نظمیں کہیں رو کر کہیں گا کر

جذباتِ عقیدت

سلام بحضور جدّی و مولائی حضرت مخدوم عبداللہ[۱] عارف باللہ چشتی قدس سرّہٗ

ہے دل میں شوقِ حج، ہے عزم سینے میں مدینے کا — اجازت دو سفر کی مجھ کو یا مخدوم عبداللہ!

مزارِ پاک پر حاضر ہوں بہرِ آستاں بوسی

سلامِ رُخصتی مقبول ہو یا عارف باللہ

---

[۱] عہدِ اکبری کے مشہور ولیِ کامل (استادِ گرامی حضرت مُلّا عبدالقادر قادری مؤرخ بدایونی) حضرت مولانا مخدوم عبداللہ عارف باللہ رحمۃ اللہ علیہ چشتی سامانی بدایونی متوفی ۵۔ ذیقعدہ ۱۰۰۸ ہجری۔ مزار بدایوں میں ہے۔

کراچی سے بموقع عُرس

ہو شہِ اہلِ صفا ہو مردِ حق آگاہ تم
صدرِ بزمِ عارفاں ہو عارفِ باللہ تم

بارہا بِ خدمتِ شاہِ رُسل ہو تم حضور
بندگانِ حق میں ہو مخدوم عبداللہ تم

خواجگانِ چشت کی ہیں تم میں ساری خُوبیاں
بالیقیں ہو سرگروہِ اولیاءاللہ تم

جدِ امجد رہنورد و کعبہ و بطحا ہوں میں
مجھ کو اب مکّے مدینے کی دکھا دو راہ تم

ہے تمہاری رہنمائی کی ضیا کو احتیاج
تا حریمِ گنبدِ خضرا رہو ہمراہ تم

والدین و اہلِ خاندان کے مزارات پر

رخصت اَے اجداد اَے آسودگانِ زیرِ خاک
اَے بزرگانِ معظّم اے ہمہ ارواحِ پاک!

والدینِ محترم - ہمشیرہ - خالہ - خواہرات
اَے ہمہ افرادِ اہلِ خانداں نیکو صفات

اَے شبِ تارِ لحد کے سونے والو! السّلام
فیضیابِ رحمتِ حق ہونے والو! السّلام

فاتحہ خوانی کو آخر بار حاضر ہے ضیا
ہو گزر ارضِ حرم تک کیجئے ایسی دُعا

آستانۂ عالیہ قادریہ پر

معروضۂ عقیدت بحضورِ پیرانِ طریقت

السّلام اے نورِ جاں نورِ نگاہِ منتظر ... السّلام اے قطبِ دیں مولانا عبد المقتدر[1]

اے حبیبِ حق ظہورِ شانِ رحمت السّلام ... اے غلامِ پیر[2] اے پیرِ طریقت السّلام

السّلام اے عبدِ[2] قادر حضرتِ تاج الفحول ... السّلام اے فاضلِ دوراں شہِ فضلِ رسول[3]

السّلام اے عینِ حق قطبِ زماں عبد المجید[4] ... السّلام اے آلِ احمد[5] چارہ سازِ ہر مرید

السّلام اے شاہِ حمزہ[6] قطبِ ذی شاں السّلام ... اے شہِ آلِ محمد[7] شیخِ دوراں السّلام

اے ابو البرکات[8] اے پیرِ طریقت السّلام ... السّلام اے قبلۂ اہلِ عقیدت السّلام

---

[1] پیر و مرشد حضرت مولٰنا شاہ غلام پیر مطیع رسول محبوبِ حق محمد عبد المقتدر القادری البدایونی رحمۃ اللہ متوفی ۲۵ محرم ۱۳۳۴ھ۔

[2] مرشدِ اعلیٰ حضرت تاج الفحول محب رسول مظہرِ حق مولٰنا شاہ عبد القادر القادری فقیر نواز فقیہ قادری علیہ الرحمۃ متوفی ۱۷ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ

[3] حضرت سیف اللہ المسلول مولٰنا شاہ معین الحق فضل الرسول القرشی العثمانی قدس سرہ النورانی متوفی ۲ جمادی الثانی ۱۲۸۹ھ

[4] افضل العبید حضرت مولٰنا شاہ عین الحق عبد المجید القادری قدس سرہ الوحید متوفی ۱۷ محرم ۱۲۶۳ھ

[5] حضرت مولانا شاہ ابو الفضل شمس الدین سیدنا آل احمد اچھے میاں مارہروی قدس سرہٗ متوفی ۱۷ ربیع الاوّل ۱۲۳۵ھ۔

[6] حضرت سیدنا شاہ حمزہ قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴ محرم ۱۱۹۸ھ۔

[7] حضرت سیدنا شاہ آل محمد مارہروی قدس سرہٗ متوفی ۱۶ رمضان ۱۱۶۴ھ۔

[8] حضرت سیدنا شاہ ابو البرکات برکت اللہ قادری چشتی مارہروی رحمۃ اللہ متوفی ۱۰ محرم ۱۱۴۲ھ

السّلام اے جملہ پیرانِ سلاسل السّلام — السّلام اے ہر ولی ہر مردِ کامل السّلام

السّلام اے غوثِ اعظم قطبِ اکرم السّلام — السّلام اُے مُقتدائے اہلِ عالم السّلام

السّلام اے خواجۂ دیں خواجۂ بندہ نواز — السّلام اُے بینواؤں بیکسوں کے چارہ ساز

ہند کے سلطاں ولی الہند خواجہ السّلام — یا معینُ الملّتِ والدّین آقا السّلام

السّلام اے خواجۂ آفاق خواجہ قطبِ دیں — السّلام اے حضرتِ گنج شکر نورِ مبیں

یا نظام الدّین محبوبِ الٰہی السّلام — السّلام اے مالکِ اورنگِ شاہی السّلام

یا نصیر الدین مخدوم و چراغ چشتیاں — السّلام اے شمعِ فانوسِ حریمِ خواجگاں

السّلام اُے جملہ چشتی قادری پیرانِ ما — السّلام اے نُور بخشِ دینِ ما ایمانِ ما

اے معینی قادری ایوان کے مسند نشیں! — اچھّے سُتھرے تاجور اے مُقتدر جنّت مکیں

آپ کے اس آستانہ کا ثناخوان قدیم — آپ کی درگاہِ والا کا یہ دربانِ قدیم

مُدّتوں جس نے دُعا مانگی مدینے کے لئے — عمر جس نے صرف کی طیبہ کے جینے کیلئے

علم جس کی سب تمنّاؤں کا ہے سرکار کو — مضطرب ہے جو حریمِ قدس کے دیدار کو

آپ کی چشمِ عنایت سے دُعا سے آپ کی — جا رہا ہوں پیر و مرشد! سوئے دربارِ نبیؐ

دستگیری کیجئے سرکار مجھ ناکام کی — آبرو رکھ لیجئے اِس بے نوا بدنام کی

حاضرِ درگاہ والا ہوں بارمانِ سلام ۔۔۔ بزمِ غوثِ پاک تک پہنچائیے میرا پیام
واسطہ سارے مشائخ کا حضورِ مقتدر ۔۔۔ تا حرم پہنچا دو مجھ کو یا حضورِ مقتدر
ہاتھ میرا دیجئے غوث الوریٰ کے ہاتھ میں ۔۔۔ رہیئے خود مکے مدینے تک ضیا کے ساتھ میں

آستانۂ حضرت شاہ ولایتؒ پر

جُدا ہو کر تمہارے در سے طیبہ جانے والا ہے ۔۔۔ وہ منگتا جس کو یا شاہِ ولایت تم نے پالا ہے
مجھے دربارِ محبوبِ خدا میں پیش کر دینا ۔۔۔ خُدا شاہد تمہارا مرتبہ ارفع ہے اعلیٰ ہے

دیگر

مَیں ہوں متمنّیِ کرمِ شاہِ ولایت ۔۔۔ پہنچا دو مجھے تا بہ حرم شاہِ ولایت
دو اذن مجھے مکّے مدینے کے سفر کا ۔۔۔ اَے لختِ دلِ شاہِ اُمم شاہِ ولایت

کراچی سے بموقع عُرس

طے کر رہا ہوں یُوں سفرِ بحر و بر کو مَیں ۔۔۔ تھامے ہوئے ہوں دامنِ خیر البشر کو مَیں
دیتا ہوں داد جُھوم کے ذوقِ نظر کو مَیں ۔۔۔ تکتا ہوں اپنے شاہِ ولایت کے در کو مَیں
ہر گام ڈھونڈتا ہوں کسی راہبر کو مَیں ۔۔۔ آمادہ ہوں دیارِ نبیؐ کے سفر کو مَیں

اَے خضرِ راہ شاہ ولایت گدا نواز — غربت میں ڈھونڈتا ہوں تری رہگزر کو میں

اَے کاش اِتم ہو عقدہ کشائے نگاہِ شوق — دیکھوں جب آستانۂ خیر البشر کو میں

تا منزلِ حجاز کریں آپ رہبری — اِس طرح طے حضور کروں اِس سفر کو میں

پہنچا دیا فقیر کو باب السّلام تک — بھولا نہیں تمہاری دُعا کے اثر کو میں

جی چاہتا ہے دیکھ کے شکلِ حسین بدر — رکھ لوں نظر میں لذّتِ خواب سحر کو میں

رہنے دے وقفِ سجدہ جبینِ نیاز کو — چھوڑوں نگا جیتے جی نہ ترے سنگِ در کو میں

کب دیکھئے رواں ہو مدینے کو قافلہ — بیٹھا ہوں راہِ شوق میں باندھے کمر کو میں

غربت میں خطرۂ تلفِ مال و زر نہیں — سرکار کے سپرد کر آیا ہوں گھر کو میں

ارضِ وطن سے دُور کراچی میں ہوں مگر — کرتا ہوں روز یاد ضیا اُن کے دَر کو میں

دربارِ حضرت سلطان[1] جی قدس سرہ

دِکھا دو دیارِ حبیبِ الٰہی — رسن تاب خواجہ حسن شیخ شاہی

تمہاری دُعا سے تمہاری عطا سے — ضیا آج سُوئے مدینہ ہے راہی

[1] حضرت سیّد الخواجہ حسن شیخ شاہی روشن ضمیر رسن تاب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ قدیم اولیائے بدایوں میں سے ہیں حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ کے آپ خلیفۂ اوّل ہیں۔ آپ کا مزار ہندوستان کے اُن مقدس آستانوں میں سے ایک ہے جو مقبولیتِ دُعا کے لئے مشہور ہیں۔ صدہا حاجتمند آپ کے مزار پر چلہ کش رہتے ہیں وصال آپ کا جمعۃ الوداع ۲۴۔ رمضان ۶۳۲ھ کو ہوا۔ بہت سی جائداد مزار کے نام وقف ہے

دیگر

رواں ہے سُوئے مدینہ دلِ حزیں میرا
ہے تاجدارِ یمن ناصر و مُعیں میرا

جوارِ گنبدِ خضرا میں حاضری ہوگی
یہ اعتقاد ہے میرا یہ ہے یقیں میرا

درِ حضور پہ ہوں جبہ سا دعا کر دو
ہو خاکبوسِ حرم ہر خطِ جبیں میرا

پئے سلامیِ بابُ السّلام جاتا ہوں
سلام لو مرے سلطانِ عارفیں میرا

کراچی سے بموقعِ عُرس

روانہ قافلہ منزل بمنزل ہے ابھی میرا
سفر سُوئے حرم جاری ہے یا سلطان جی میرا

سفینہ بحرِ طوفاں خیز سے ہے اب گزرنے کو
لگا دو تم یہ بیڑا پار یا سُلطان جی میرا

تصوّر میں شریکِ عُرس ہیں میری تمنّائیں
ہے نذرِ نامرادی لاکھ ذوقِ حاضری میرا

نظر آتی ہے شکلِ شیخ شاہی جوشِ مستی میں
نہ ہو کم مدّتوں یارب یہ کیفِ بیخودی میرا

بدایوں سے مدینے کی تمنّا لے کے نکلا ہوں
مرے خواجہ کرو پُورا یہ ارمانِ دلی میرا

شہاب الدین کا صدقہ تصدّق غوثِ اعظم کا
کرا دو تا مدینہ یہ سفر سُلطان جی میرا

ہو تم روشنضمیر اے سُہروردی میکدہ والے
شرابِ معرفت سے بھر دو یہ جامِ تہی میرا

تمہاری دستگیری سے تمہاری رہنمائی میں
یہ حسرت ہے گزر ہو تا بہ دربارِ نبیؐ میرا

امیدِ حجِ کعبہ شوقِ طیبہ دل میں رکھتا ہوں
یہ مقصد تم اگر چاہو تو پورا ہو ابھی میرا

حرم تک راہبر ہونگی دعائیں شیخ شاہی کی
رہیگا ہو کے پورا جلد عزمِ حاضری میرا

ضیاؔ! سلطانؒ جی ہیں دلبرِ محبوبِ سبحانی
ہے رہبر غوثِ اعظم تک فقیرِ قادری میرا

آستانہ حضرت میراںؒ ملہم شہیدؒ

خادم پہ عنایت ہو یا حضرت میرانجی
اظہارِ کرامت ہو یا حضرت میرانجی

جاتا ہوں بدایوں سے سوئے حرمِ کعبہ
زائر کو اجازت ہو یا حضرت میرانجی

دیگر

۵ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ کو کراچی سے برائے عُرس

خضرِ منزل سے تصور میں ہے کچھ گفت و شنید
ہے قوی مکّہ مدینہ تک پہنچنے کی اُمید

راستہ میں ہے مسافر دُور منزل ہے ہنوز
طے ابھی کرنی ہے باقی تا حرم راہ بعید

ف سلطان الشہدا حضرت میر ملہم شہید المعروف حضرت میراں جی قدس سرہ بدایوں کے دورِ اوّل کے شہید امین ہیں۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ کے اُستاد ولی کامل اور سلطان محمود غزنوی کے ایک فوجی دستہ کے سردار تھے۔ بدایوں کے اولیائے کاملین آپ کے مزار پر برہنہ پا حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ کا آستانہ آجتک مرکزِ عقیدت اور زیارتگاہِ عام ہے۔ ۴۰۹ھ کے قریب شہید ہوئے۔

دیکھئے کب تک روانہ ہو کراچی سے جہاز
داخلے کی مل چکی ہے گو مسافر کو رسید

میرے میراں جی دعا کرنا کہ آساں ہو سفر
ہاتھ میں ہے آپ کے بابِ اجابت کی کلید

آپ کا مداح گھر سے دور گھر پر ہے مگر
راہ کی حاشا نہیں ہے کوئی تکلیفِ مزید

کر رہا ہوں انتظارِ جادہ پیمائی حضور
آرزو یہ ہے کہ جلد آ جائے وہ روزِ سعید

ہو رواں بحرِ عرب میں کشتئ اہلِ مراد
ناخدا جدہ پہنچنے کی سنا دے خود نوید

ہوں مکمل حج کعبہ کی تمنائیں تمام
اس گدا پر ہو نزولِ رحمتِ ربِّ مجید

ہوں رواں حجاج کعبے سے مدینے کی طرف
ہو ضیائے بینوا اور گنبدِ خضرا کی دید

آپ کے دربار میں منگتا کی ہے یہ عرضداشت
آپ فرمائیں مدد یا حضرتِ ملہم شہید

مزارِ حضرت خواجہ عرب[۵] پر

مدتوں کرتا رہا ہوں التجائیں روز و شب
کیا عجب امسال ہو جاؤں مدینے میں طلب

نیّتِ حج کر کے ہوتا ہوں بدایوں سے جدا
دیجئے اذنِ سفر یا حضرتِ خواجہ عرب

[۵] حضرت خواجہ سید عرب بخاری رحمۃ اللہ نانا حضرت سلطان المشائخ متوفی ۱۳ شوال بروز شنبہ ۶۱۸ھ ہجری۔

برمزارِ حضرت خواجہ علیؒ [۱]

خدا کا شکر ہے اس آئی میری بیکلی مجھ کو — مدینہ کی کشش سوئے مدینہ لے چلی مجھ کو
سلامِ رخصتی کو حاضرِ دربار ہے منگتا — ملے اذنِ سفر یا حضرتِ خواجہ علی مجھ کو

برمزارِ حضرت خواجہ سیّد احمدؒ [۲]

حضور! آپ کے در کا ادنیٰ بھکاری — حرم کو رواں ہے بالطاف باری
ضیا کو دیارِ نبیؐ کے سفر کی — اجازت ہو یا سیّد احمد بخاری

مزاراتِ ہفت احمد پر [۳]

(۱) ہو میسّر حرمِ پاک کا ماحول مجھے — لے چلو سوئے عرب احمدِ بھرتول مجھے

---

[۱] حضرت خواجہ سیّد علی البخاری قدس سرہ دادا حضرت سلطان المشائخ۔

[۲] حضرت خواجہ سیّد احمد بخاری قدس سرہٗ والد ماجد حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ۔ تینوں بزرگوں کے مزار بدایوں میں ہیں۔ آخر الذکر بزرگ کا مزار اپنے والد کے پہلو میں [۳] عرتالاب پر ہے۔ تاریخ وصال ۱۶ ذی الحجہ ۶۳۵ھ

[۳] بدایوں میں سات اولیاء اللہ کے مزارات ہیں جو ہفت احمد کے نام سے موسوم و مشہور ہیں۔ ان کے مکمل حالات ہماری کتاب ہفت احمد بدایوں مطبوعہ نظامی پریس میں مطالعہ کئے جا سکتے ہیں۔ یہ مزارات اجابتِ دعا کے لئے تریاقِ اکبر ہیں۔

طیبہ کو چلائے کے مجھے شوق حضوری
ہو راہنمائی مری یا احمد نوری

لے چلا کئے مدینہ کی طرف الفت کا جوش
کیجئے امداد یا احمد مجرد حرم پوش

دُعا کرد و ضیا اب حاضر دربارِ عالی ہو
مری جانب نگاہِ لطف احمد نہروانی ہو

منزلیں مکہ مدینہ کی ہوں آساں مجھ کو
لے کے ہمراہ چلو احمدِ خنداں مجھ کو

سُوئے طیبہ اذنِ رخصت بینوا کو دیجئے
احمدِ خیّاط میری دستگیری کیجئے!

تا حرم مدّاح کو پہنچائیے
احمدِ تفتہ مدد فرمائیے!

سامانِ سفر

قریب چاشت گھر پر لوٹ کر آیا مزاروں سے
ملا دن بھر عزیزوں مہربانوں اور یاروں سے

کیا سامان سفر کا ٹھیک احباب و اقارب نے
سُنائے مختلف نغمات اربابِ مناقب نے

پڑھی جب میں نے مغرب حسبِ معمول اپنی مسجد میں
جماعت پر عجب افسردگی سی دیکھی مسجد میں

عزیزانِ وطن کو چھوٹنے کا تھا قلق دل میں
نہیں آیا تھا لیکن فرق اب تک خلطِ کامل میں

معافی مانگنی تھی مجھ کو اربابِ محلہ سے
یقیں تھا مجھ کو یہ جاتا ہوں گویا اب میں دُنیا سے

خلوص و عاجزی کے ساتھ کچھ تقریر کی میں نے
اعزا سے گلے مل کر معافی مانگ لی میں نے

نمازی سب مری مسجد کے محوِ اشکباری تھے
مری آنکھوں سے بھی آنسو ہجومِ غم میں جاری تھے

کلیجہ تھام کر آخر ہوا مسجد سے میں باہر
ملاقاتی بکثرت جمع پائے بابِ مسجد پر

خدا حافظ کہا سب نے ہوئے سب ہم بغل مجھ سے
کہے پیغام اپنے اپنے سب نے برمحل مجھ سے

مرا اخوان ہے مطلوب جو میرا فدائی ہے
کہا رو رو کے اس نے شاق مجھ پر یہ جدائی ہے

بہت دامن چھڑایا میں نے لیکن غیر ممکن تھا
کہ میں جذباتِ اہلِ ذوق کو اس وقت ٹھکراتا

مکاں میں مجمعِ احباب کے ہمراہ جب آیا
چھتوں پر بہوؤں بہنوں بیٹیوں کو مضطرب پایا

ہوئی بزمِ ثنائے شاہِ بطحا منعقد گھر پر
سرورِ نعت سے مدہوش تھا ہر معتقد گھر پر

ہوا وقتِ عشا قلِ خواجگانِ چشت و جیلاں کا
نظر آیا اجالا بزم میں محبوبِ رحماں کا

دمِ قل مجمعِ احباب سے شورِ بکا اٹھا
جو اٹھا بزم سے مغموم اٹھا، غمزدا اٹھا

ہر اہلِ خانہ مصروفِ عزا معلوم ہوتا تھا
مجھے سب گھر کا گھر ماتمکدہ معلوم ہوتا تھا

ترانۂ عقیدت

گدائے درِ تاجدارِ مدینہ
چلا آج سوئے دیارِ مدینہ

زہے جوشِ عشقِ دیارِ مدینہ
مدینے چلا جاں نثارِ مدینہ

نظر آ رہی ہے بہارِ مدینہ — ہے خلد نظر رہگذارِ مدینہ

بہشتِ جناں ہیں نثارِ مدینہ — زہے رنگِ باغ و بہارِ مدینہ

میسّر ہے سیرِ بہارِ مدینہ — ہے جنّت بکف خاکسارِ مدینہ

طلب کر رہے ہیں بھکاری کو اپنے — شہِ دوسرا تاجدارِ مدینہ

تڑپتا ہوں حج و زیارت کی دُھن میں — ہوں شیدائے کعبہ نثارِ مدینہ

مکیں دل میں ہے بدر کا چاند شاید — ہے سینہ مرا جلوہ زارِ مدینہ

تڑپتا ہُوا دل لئے جا رہا ھے — سکوں یاب ہے بیقرارِ مدینہ

مرے سر پہ ظلِّ ردائے محمدؐ — ہے خاکِ سرِ رہگذارِ مدینہ

تمنّا ہے یہ حاصلِ صد تمنّا — کہ جانِ حزیں ہو نثارِ مدینہ

گنہگار کو دے نویدِ شفاعت — فغاں سُن مری تاجدارِ مدینہ

مدینہ کے جلوے ہیں سینہ کے اندر — مرا دل ہے آئینہ دارِ مدینہ

بُلایا مجھے اپنے باب کرم پر — میں قُرباں ترے شہریارِ مدینہ

رواں رُو بقبلہ ہوں اس آرزو میں

ضیا! جان کر دوں نثارِ مدینہ

نغمۂ سرور

موسم ہے خوش آیند مبارک ہے زمانہ
شیدائے مدینہ ہے مدینے کو روانہ

اس شان سے عشاق ہیں کعبہ کو روانہ
ہر لب پہ ثنائے شہِ دیں کا ہے ترانہ

سن لے مرے منہ سے مری فرقت کا فسانہ
کردے مرے مولیٰ مجھے طیبہ کو روانہ

اللہ کرے جلد وہ آجائے زمانہ
کعبہ کا مسافر ہو یہ کعبہ کو روانہ

حاضر ہیں سلامی کو سلاطینِ زمانہ
اللہ غنی ! شوکتِ دربارِ شہانہ

شاید درِ سرکار سے حکم طلبی تھے
اک بندۂ مسکیں ہے جو طیبہ کو روانہ

تکبیر کے نعرے صفِ عشاق سے اُٹھے
دیوانے جو کعبہ کو چلے شانہ بشانہ

کیا کہیے گزر جاتی ہے کیا کیا مرے دل پر
جب قافلے ہوتے ہیں مدینہ کو روانہ

کرنے کو زرِ گل کی مدینے پہ نچھاور
قدسی لئے دامن میں ہیں پھولوں کا خزانہ

دل رو کش کعبہ ہے نظر طور بداماں
ہے گنبدِ خضرا کی جھلک خانہ بخانہ

ہے گلشنِ طیبہ کے مقدر میں ازل سے
یہ باغ و بہار اور یہ موسم یہ زمانہ

ہردم لبِ عشاق پہ دربارِ نبیؐ میں
نغمہ ہے درودوں کا سلاموں کا ترانہ

ہر گام پہ افلاس ہے تھامے ہوئے دامن
ہے شومیٔ تقدیر کو اب تک یہ بہانہ

ناقص ہے مرا ذوقِ طلب ورنہ یقیں ہے
ہے کون و مکاں کا یدِ قدرت میں خزانہ

تیر نگہِ صاحبِ قوسین کے قرباں
ہر دل کو یہ حسرت ہے کہ ہم بھی ہوں نشانہ

اُن ہونٹوں سے دو بول محبّت کے سنا دو
بیگانوں کو دم بھر میں بنا لیں جو یگانہ

لطف و کرمِ حضرتِ باری کے تصدّق
ہے جانبِ فاران ضیاؔ آج روانہ

مکان سے رخصت

مکاں پر آ گئے تانگے مکاں سے ہم ہوئے رخصت
تمام احباب و اہلِ خانداں سے ہم ہوئے رخصت

بہت سے لوگ اسٹیشن تک آئے ہم کو پہنچانے
محبّت زائرِ طیبہ سے تھی یہ کیوں خُدا جانے

علیم الدّین جس کو میں نے مثلِ اولاد پالا ہے
خلیقِ با محبّت نوجواں اولاد والا ہے

مری ہر اک ضرورت کی وہی تکمیل کرتا تھا
وہی فرمائشِ احباب کی تعمیل کرتا تھا

تمام افراد جو موجود اسٹیشن پہ اب تک تھے
علیم الدّین کے اخلاص کے مدّاح بیشک تھے

غرض ریل آ گئی اہلِ سفر سب ریل میں بیٹھے
مقیّد ہو کے آزادی کے خوگر جیل میں بیٹھے

دمِ رخصت ہوئی مجھ سے نہ کچھ احباب کی سیری ۔۔۔ رفاقت آگرہ تک کی زِ خود اشفاق[۵۱] نے میری

گلے مل مل کے رخصت سب احبا ہوتے جاتے تھے ۔۔۔ بہت سے فی امان اللہ کہہ کر روتے جاتے تھے

بالآخر ریل چھوٹی ہم سے افرادِ وطن چھوٹے ۔۔۔ عزیز و اقربا چھوٹے محبّان کہن چھوٹے

بدایوں تا آگرہ

بنے تین اَور افرادِ بدایوں ہم سفر اپنے ۔۔۔ ہوئے نامعتبر ثابت یہ ہمراہی مگر اپنے

ملے متھرا کے اسٹیشن پہ سیّد بوالحسن[۵۲] آکر ۔۔۔ کیا اظہارِ اُلفت ہار کچھ پھولوں کے پہنا کر

یہ گاڑی آگرہ پر دوپہر سے پیشتر آئی ۔۔۔ یہاں کچھ محترم احباب کی صورت نظر آئی

ملے انوارِ حق[۵۳]، آصف علی[۵۴] بڑھ کر محبّت سے ۔۔۔ مبارک مرحبا کہہ کر اُتارا مجھ کو عزّت سے

بدایونی رفیقانِ سفر بھی ساتھ ہی اُترے ۔۔۔ ٹرنک اور بسترے قُلیوں نے سب کے مشترک رکھے

یہاں سے شام کو گاڑی روانہ ہونے والی تھی ۔۔۔ یہاں کی کشمکش آصف علی کی دیکھی بھالی تھی

---

۵۱ منشی اشفاق حسین صاحب قادری گنور کے با عزت زمیندار ہیں۔ مؤلف کے قدیم مخلص ہیں۔ فرطِ محبت سے بدایوں تین روز پیشتر آگئے تھے۔ آگرہ سے مجھے ریل میں بٹھا کر واپس ہوئے۔

۵۲ جناب سیّد ابوالحسن صاحب رئیس متھرا امین عدالت ججی اسٹیشن پر مع احباب خیر مقدم کے لئے تشریف لائے۔

۵۳ الحاج حافظ محمد انوار الحق صاحب آگرہ کے رئیس اور مشہور لیڈر ہیں۔ انوار تخلص کرتے ہیں۔ مؤلف سے نسبتِ تلمیذ رکھتے ہیں۔

۵۴ جناب مولوی سیّد آصف علی صاحب فارسی مدرس ہیں۔ آگرہ کے قدیم شرفا میں سے ہیں۔

کہا انوارِ حق نے بات ہے یہ غور کے قابل
خریداری ٹکٹ کی شام کو ہوگی بہت مشکل

رقم ہو مرحمت مجھ کو ٹکٹ میں لائے دیتا ہوں
ابھی ذاتی اثر سے دیکھئے کیا کام لیتا ہوں

میاں انوارِ حق ہیں آگرہ کے نامور لیڈر
انہوں نے پاس ہم چاروں کا یکجائی لیا جا کر

یہ نشتر کہ ٹکٹ مسٹر چمن کو دے دیا ہم نے
بمنت شہر چلنے کے لئے اُن سے کہا ہم نے

رہے یہ تینوں اسٹیشن پہ ہم باہر چلے آئے
ہمیں انوار نے ہر قسم کے آرام پہنچائے

نہا دھو کر نمازِ جمعہ کی فوراً ادا ہم نے
ادائے فرض پر دل میں کیا شکرِ خدا ہم نے

کیا تھا اہتمام انوار نے دُکاں پہ دعوت کا
تھا ہر ساماں یہاں گویا ہماری استراحت کا

یقیں تھا سات پر گاڑی بھیلیرہ کو رواں ہوگی
ہمیں اُس وقت تک گرمی سے حاصل کچھ اماں ہوگی

چھپا تھا ریلوے ٹائم ہی اوقات نامے میں
کلیدِ نقل و حرکت تھی مگر حاکم کے خامے میں

اُٹھایا میں نے ساڑھے چار پر اشفاق کو فوراً
کہا اُن سے کہ جاؤ مہرباں تم جلد اسٹیشن

وہ اسٹیشن پہ جب پہنچے تو گاڑی جانے والی تھی
مسافر بھر چکے تھے اور اقامتگاہ خالی تھی

بعجلت آ گئے اشفاق اور آکر کہا مجھ سے
کہ ہے تیار گاڑی جلد اسٹیشن کو چل دیجے

جب اسٹیشن پہ ہم آئے تو گاڑی تھی نہ ہمراہی
ٹکٹ اسباب لے کر چل دئے یہ ہمسفر واہی

کیا پاسِ رفاقت کچھ نہ اِن گم کردہ راہوں نے
دیا دھوکا حدِ منزل پہ نقلی خیر خواہوں نے

ہوئے اشفاق کے ہمراہ اسٹیشن سے واپس ہم ‏— مگر تھے دل ہی دل میں نادم و مغموم از بس ہم

ملے انوار و آصف بھی ہمیں نزدیکِ اسٹیشن ‏— تھے یہ بھی دل گرفتہ شرم سے ڈالے ہوئے گردن

تعجب تھا نہ چھوٹی ریل کیوں وقتِ معین پر ‏— تاسف تھا کہ ہمراہی ٹکٹ بھی چل دئے لے کر

باخلاص و محبت ہم ملے محمود[۱] سے جا کر ‏— باطمینان و آسائش رہے اُن کے یہاں شب بھر

سحر کے ناشتے کے بعد ہی گرمی سے گھبرائے ‏— مع اشفاق ہم انوار کی دکّان پر آئے

کیا آرام کھانا دوپہر کا بھی یہاں کھایا ‏— نمازِ ظہر پڑھ کر سُوئے اسٹیشن چلا آیا

بدایوں سے کراچی جانے والے ہموطن اکثر ‏— نظر بیٹھے ہوئے ڈبوں میں آئے ریل کے اندر

خریدا پھر ٹکٹ اور بیٹھے ہم اہلِ بدایوں میں ‏— رہا خدشہ مگر اہلِ وطن سے طبعِ موزوں میں

قریبِ عصر انوار آئے کھانا ساتھ میں لائے ‏— کئی افراد کے ہمراہ محمود الحسن آئے

مٹھائی ناشتہ محمود جو لائے تھے کافی تھا ‏— مُسافر کے لئے توشہ یہ تا حدِ کراچی تھا

مرے ڈبے کے گرد و پیش تھا احباب کا مجمع ‏— تھا مصروفِ تکلّم سب یہ شیخ و شاب کا مجمع

مآلِ کار گاڑی چھوٹنے کا وقتِ خاص آیا ‏— نظر افسردہ دِل ہر مخلص با اختصاص آیا

غرض یہ ہے کہ ساڑھے پانچ پر گاڑی نے سیٹی دی ‏— معافی میں نے تقصیرات کی احباب سے چاہی

[۱] جناب سیّد محمود الحسن صاحب رئیس متھرا امینِ عدالت ججی آگرہ مخلصِ قدیم مؤلف۔

کیا سب سے مصافحہ اور سلامِ رخصتی میں نے — جگر میں درد کی اک ٹیس سی محسوس کی میں نے
ہوئے اشفاق سے انوار سے محمود سے رخصت — وفورِ غم میں چاہی آصف و معبود[1] سے رخصت
چلی گاڑی خدا حافظ کہا اہلِ محبت نے — مبارکباد عزمِ حج کی دی اربابِ ملت نے

آگرہ تا کراچی

رہا جاری سحر تک شام سے پیہم سفر اپنا — ہوا جب نور کے تڑکے پھلیرہ[2] پر گزر اپنا
اُترتے ہی نمازِ صبح کی فوراً ادا میں نے — وظیفہ اک طرف کو بیٹھ کر سارا پڑھا میں نے
لگائی خواجہ سنجر سے لَو اس وقتِ فرصت میں — کہے اشعار مدحِ خواجہ کے جوشِ عقیدت میں

رُباعیات

آیا ہوں بحالتِ فقیری خواجہ! — ہے قابلِ رحم میری پیری خواجہ!
ہے عزمِ حضوریِ دیارِ محبوب — فرمائیے میری دستگیری خواجہ!

دل سے زائل غمِ جدائی کرنا — یہ کام بشانِ دلربائی کرنا
ہوتا ہے ضیا رواں حرم کو خواجہ — تا ارضِ حجاز رہنمائی کرنا

[1] جناب مولوی عبدالمعبود صاحب نقوی زمیندار قادر آباد ضلع بدایوں +
[2] پھلیرہ۔ بی بی سی آئی آر کا مشہور ریلوے جنکشن +

دیگر

اللہ نے پیدا کئے ایسے اسباب جاتا ہے سوئے کعبہ ثنا خوانِ جناب
منزل سے ضیاؔ دور ہے ابتک لیکن خضرِ رہ فاران بنو قطب الاقطاب

قطعہ

صبا لائی جو خوشبوئے مدینہ قدم اُٹھنے لگے سوئے مدینہ
دکھا اس بے نوا بیکس کو یارب! درِ کعبہ رہِ کوئے مدینہ
بہشت آثار ہیں طیبہ کی گلیاں ہے جنت آستاں کوئے مدینہ
فرازِ عرش رحماں کا ہے زینہ درِ سلطانِ خوش خوئے مدینہ
جہانِ حسن میں بے مثل و یکتا حسین آئینہ روئے مدینہ
ہیں رندانِ حرم کوثر بساغر طہورِ خلد ہے جوئے مدینہ
جُھکا سر بابِ رحمت پر جُھکا سر ادب اے سائلِ کوئے مدینہ
معطر ہے مشامِ جانِ عاشق چلی آتی ہے خوشبوئے مدینہ

سلام اے خواجۂ اجمیر و سنجر
رواں ہے اب ضیاؔ سوئے مدینہ

پھلیرہ سے روانگی

پھلیرہ پر نہایت کشمکش تھی رہ نوردوں کی
لگی تھی بھیڑ ہر جا عورتوں کی اور مردوں کی

بڑی مشکل سے گاڑی میں یہاں ہم نے جگہ پائی
جو صورت ریل میں آئی نظر اجنب نظر آئی

سفر یہ خشک ریگستان کا دن بھر رہا جاری
نظر آتا تھا تپتی ریت کا ہر ذرہ چنگاری

بجے تھے آٹھ شب کے جبکہ ہم جیپور[1] سے گزرے
مزے میں دیکھتے لطفِ چراغاں دور سے گزرے

یقیناً دو بجے کے بعد شب کے بالمیر[2] آیا
پولیس نے پانچ گھنٹہ تک یہاں گاڑی کو ٹھہرایا

یہاں ہوتی ہے سختی سے تلاشی سب کے ساماں کی
یہاں رہتی ہے تھف خطرہ عزت ہر مسلماں کی

یہاں سے حیدر آباد[3] آئی گاڑی دو بجے دن کے
ہوائے گرم نے ہر شخص کو چنوا دیئے تنکے

مرے سامان موجودہ میں تھی اک جست کی چھاگل
تھے اطفال بدایوں اس کی چوری کیلئے بیکل

چرایا اس کو آخر ایک نامسعود لڑکے نے
کئے جوہر عیاں اپنے شریف النسل ہونے کے

چمن ستار اسٹیشن پہ ملنے کے لئے آئے
مگر اسباب میرا ساتھ اصلاً کچھ نہیں لائے

---

[1] ریاستِ جے پور جس کی برقی روشنی مشہور ہے ۔
[2] بالمیر ریاست کا چھوٹا سا اسٹیشن ہے۔ یہاں پاکستانی مسافروں کے تمام اسباب کی محکمہ کسٹم کی طرف سے تلاشی لی جاتی ہے ۔
[3] حیدر آباد سندھ پاکستان کا ریلوے جنکشن سٹیشن ہے ۔

ہوئی ستّار سے مل کر خوشی بیحد مجھے حاصل
مرے کمسن یہ بھائی ہیں تجارت کی طرف مائل

مکاں سے حیدرآباد آگئے تھے یہ بہت پہلے
تجارت کیلئے کافی رقم لائے تھے ساتھ اپنے

کہا میں نے چمن سے کہیے ہے ساماں کہاں میرا
تو بولے سب یہاں ہے مستقر ہے اب جہاں میرا

گئے مسٹر چمن اسباب لینے کے لئے گھر پہ
کہے ستّار نے حالات اپنے مجھ سے خوش ہوکر

ٹکٹ بھی جاکے خود ستّار لے آئے کراچی کا
ہنوز آیا نہ ساماں آگیا گو وقت گاڑی کا

اِدھر گاڑی اُدھر سامان دونوں ساتھ آئے
تمام اسباب کا ہم جائزہ کچھ بھی نہ لے پائے

تلف کچھ قیمتی سامان لیکن ہوگیا میرا
مقدّر میں تھا جو نقصان ہونا وہ ہُوا میرا

بمشکل ڈاک گاڑی دس منٹ شاید یہاں ٹھہری
یہ کیا کہیے یہاں سے چل کے گاڑی پھر کہاں ٹھہری

لگا کر ہم نے سینے سے کیا ستّار کو رخصت
چلی گاڑی تو دِل پر چھا گئی کچھ نیند کی غفلت

کراچی تک سفر یہ چار گھنٹہ میں ہُوا پُورا
کراچی صدر اسٹیشن پہ آخر یہ گدا اُترا

مکاں پر آگئے الحمدللہ خیریت سے ہم
عزیز و اقربا کو سامنے دیکھا خوش و خرّم

بخیر و عافیت لطفِ خدا سے یہ سفر گزرا
حرم کا یہ مسافر مطمئن ہر راہ پر گزرا

رہا چھبیس ستمبر تک بصد راحت کراچی میں
ہوئی آئینہ پاکستان کی سطوت کراچی میں

کیا لختِ جگر یوسف نے ساماں استراحت کا
رہا وقفِ ترقی ولولہ حسنِ عقیدت کا

ہوئیں دن رات احباب و اقارب سے ملاقاتیں
رہیں مکّے مدینے کی بعنوانِ دگر باتیں

کراچی بمبئی سے دیکھنے مجھ کو شکیل آئے
پئے نذرانۂ حج نوٹ بھی سَو سَو کے دس لائے

دفانِ قائدِ اعظم کا منظر بھی یہاں دیکھا
وفورِ غم سے خاص و عام کو گریہ کناں دیکھا

یہیں ماہِ صیام و عید کے دیکھے مناظر سب
یہیں زیرِ فلک بے خانماں دیکھے مہاجر سب

ہزاروں حاجیوں کو بہرِ حج آتے ہوئے دیکھا
ہزاروں کو یہاں سے بہرِ حج جاتے ہوئے دیکھا

بلا پروانہ ہم کو بھی یہاں سے راہداری کا
صلہ اللہ سے ہم نے بھی پایا آہ و زاری کا

غرض وہ ساعتِ مسعود، وہ دلکش سحر آئی
نسیمِ صبحِ طیبہ لے کے پیغامِ سفر آئی

شوقِ حرم

حضرت مُستحسن فارُوقی کے استفسار کا جواب

کہوں اے محترم کس منہ سے میرا کیا ارادہ ہے
مگر شوقِ حرم دل میں زیادہ سے زیادہ ہے

ہوں رندِ تشنہ لب حاصل نہ مینا ہے نہ بادہ ہے
درِ ساقی پہ جاکر سر جُھکا دُوں یہ ارادہ ہے

کسی صورت سفرِ امسال ہو مکّے مدینے کا
یہ فاروقی مرے محسن کا مستحسن ارادہ ہے

نہیں ہے ہمتِ زادِ سفر ہمت شکستہ ہوں
ہے محتاجِ توجہ یہ گزارش گرچہ سادہ ہے

عمل، معیارِ اعلیٰ ہمتی ہے اہلِ ہمت میں
نشانِ کامرانی نیتِ ایفائے وعدہ ہے

ضیا! کیا عزم ہے؟ مجھ سے ہی یہ ارشادِ فاروقی
میں کہتا ہوں بصد منت مدینے کا ارادہ ہے

قندِ مکرّر

نہ اپنی کوئی منزل ہے نہ اپنا کوئی جادہ ہے
مدینے کی تمنا ہے مدینے کا ارادہ ہے

سفر اس لطف سے طے ہو رہا ہے دشتِ بطحا کا
بچھے ہیں راہ میں کانٹے مسافر پا پیادہ ہے

جمالِ ساقیِ تسنیم سے مخمور ہیں آنکھیں
تصدق میرے ذوقِ بیخودی پر کیفِ بادہ ہے

ہے طیبہ کا بھکاری بے نیازِ خلعتِ شاہی
سرِ دوشِ گدا اصحابِ صُفّہ کا لبادہ ہے

ہے کملی دوش پر، سر خاک پر، پتھر شکم پر ہیں
نبیؐ کی زندگی کا جو ورق دیکھو وہ سادہ ہے

مرے عصیاں ترقی پر سہی لیکن یہ کیا کم ہے
کرم مجھ پر مری سرکار کا حد سے زیادہ ہے

بنایا ہے جہاں پرور گدا پرور انہیں حق نے
جہاں کو آستاں سے اُن کے حاصل استفادہ ہے

میسر ہے سرافرازی اُسے خوبانِ عالم میں
وہ عاشق روضۂ محبوبؐ پر جو سر نہادہ ہے

ہے شاخِ شجرۂ اصحاب و اہلِ بیتِ پیغمبرؐ
جہاں میں اولیاء اللہ کا جو خانوادہ ہے

فرشتے کربلا میں خوں بداماں صرفِ شیون ہیں
شہیدِ راہِ حق سلطانِ دیں کا شاہزادہ ہے

طہورِ خلد ملتی ہے نبیؐ کے آستانے سے
ضیا! ہر پھول طیبہ کے چمن کا جامِ بادہ ہے

حصۂ اول ختم شد

حصّہ دوم

کراچی سے مکّہ معظّمہ تک

روانگیِ بندرگاہ

دوشنبہ کی مبارک شب ہوئی آخر سحر آئی
حرم سے یادِ کعبہ لے کے پیغامِ سفر آئی

مجھے بائیس ذیقعدہ کو تھا بحری سفر کرنا — تعلق ترک تھا سب سے بعنوانِ دگر کرنا
کراچی صدر میں جٹلینڈ[1] لائن میرا مسکن تھا — یہ خطہ شہر سے مشرق کی جانب رشکِ گلشن تھا
مرے یوسف کا گھر تھا دوسرا بائیس نمبر میں — لکھی تھی راحتِ باہم یہاں میرے مقدر میں
نمازِ باجماعت پڑھ کے مسجد سے میں جب آیا — نظر سب خانداں گھر میں مجھے صرفِ تعب آیا
سحر ہوتے ہی ملنے کو محبِ محترم آئے — خدا حافظ، مجھے کہنے کو اربابِ کرم آئے
مکاں میں مادرِ یوسف بہت آزردہ خاطر تھیں — مجسم پیکرِ صبر و تحمل گو بظاہر تھیں
رئیسہ میری دخترِ راحتِ جاں قرۃ العینی — حلیمہ بانوئے یوسف کلیدِ قفلِ بے چینی

---

[1] جٹلینڈ لائن بلاک نمبر ۲۲ کوارٹر نمبر ۲ رہائش گاہِ فرزندِ دلبند یوسف حسین محمد میاں قادری بی اے علیگ سلمہ۔

قرارِ جان و دلِ سلطانہ[1] رضیہ نیک دل بچی — شکیل و یوسف و اصغر[2] کی گویا مستقل بچی

قمر، فرخ مرے قیصر[3] کی دونوں بیٹیاں گھر میں — لئے بیٹھی تھیں موتی آنسوؤں کے دیدۂ تر میں

مرے اصرار پر، لی راہِ دفتر، جلد اصغر نے — کیا ساماں مرتب راستہ کا سارا قیصر نے

سحر ہوتے ہی ارشد[4] جا کے واجد[5] کو بلا لایا — جب آئی گھر میں اقدس[6] سارے گھر کو مضطرب پایا

گئے سامان لیکر آپ بندر گاہ کو قیصر — رہے ہم انتظارِ آمدِ احباب میں گھر پر

بجے گیارہ تو ارشد لے کے کھانے کا پیام آیا — مصور[7] اور یوسف نے بھی کھانا ساتھ ہی کھایا

نوافل پڑھ کے جب عزمِ سفر کے گھر سے میں نکلا — عزیز و اقربا میں یک بیک شورِ بکا اٹھا

خدا حافظ کہا سب کو تسلی دی تشفی دی — بچشمِ نم ہر اک سے التجائے عفوِ عصیاں کی

غرض چل کر مکاں سے پا پیادہ صدر تک پہنچے — کماری[8] تک ٹریموں میں ہزاروں راہرو دیکھے

کیا ترکِ مکاں لطفِ حضوری پانے والے نے
خدا حافظ کہا سب کو حرم کے جانے والے نے

---

[1] رضیہ سلطانہ برادر زادۂ مؤلف شہیر ہند شاعرِ بے عدیل شکیل بدایونی کی بچی جسے ہمشیرہ یوسف حسین قادری رئیسہ خاتون نے نے گود لیا ہے۔ [2] مولوی محمد اصغر حسین صدیقی ہمشیرہ زادہ و داماد مؤلف۔ [3] مولوی قیصر حسین برادر پھوپھی زاد مؤلف۔ [4] پرورش یافتہ مولوی یوسف حسین قادری۔ [5] خواہر زادہ و [6] خواہر زادی مؤلف۔ [7] مولوی مصور حسین بدایونی۔ [8] کماری کراچی کے بندر گاہ کا نام ہے۔

کراچی کا بندرگاہ

ہے وقت دوپہر بارہ بجے ہیں دُھوپ سر پر ہے
ہواؤں میں ہے ٹھنڈک سامنے سطحِ سمندر ہے

نظر کی وسعتوں تک دامنِ ساحل ہے طولانی
ہے جس کے گوشے گوشے میں سمندر کا ہرا پانی

نیا منظر نظر آتا ہے موجوں کی روانی میں
جہازوں کشتیوں کا شہر ہے آباد پانی میں

کنارے پر سمندر کے جہاز اکثر ہیں استادہ
ہیں کچھ آئے ہوئے کچھ ہیں رواں ہونے کو آمادہ

ہزاروں مرد و زن کا ہر طرف مجمع نظر آیا
یہ مجمع حاجیوں کے دیکھنے کو تھا مگر آیا

دُکانیں رہگذر پر مختلف سامان کی دیکھیں
بکثرت خوشنما چیزیں نہایت شان کی دیکھیں

گروہِ عازمانِ حج کی آمد تھی ترقی پر
غرض تھا جاذبِ چشم و نظر یہ خوشنما منظر

کھڑا تھا سامنے آنکھوں کے "جل درگا" جہاز اپنا
سفر موقوف تھا اِس بحر پہ پرتا جہاز اپنا

صفِ حجاج میں مرد و زن و پیر و جواں سب تھے
حرم کی حاضری کا ولولہ تھا، شادماں سب تھے

یہاں حجاج پر تھیں مختلف پابندیاں عاید
صفِ دیوانگاں پر تھی بلائے ناگہاں عاید

کبھی کسٹم۔ کبھی تھی ڈاکٹر کے سامنے پیشی
پسِ پردہ تھا گویا امتحانِ شانِ درویشی

قُلی اسباب لے جانے لگے وقتِ معیّن پر
گیا سامان سفینے میں مگر حاجی رہے باہر

جہاں چاہا قلی نے رکھ دیا ساماں سفینے میں
یہاں خطرات تو تھے موجزن حاجی کے سینے میں

قلی زاید سے زاید اُجرتیں حاجی سے لیتے تھے
کمی کا ذکر سُنتے ہی جوابِ صاف دیتے تھے

نظامِ بار برداری کی نگرانی ضروری ہے
زر و اسباب حاجی کی نگہبانی ضروری ہے

شریف و نیکدل حُکّام حاجی کیمپ کے اکثر
سواری کا جہازوں میں ہیں کرتے انتظام آکر

نیاز احمد[1] ہیں اس صیغے کے شاید افسرِ اعلیٰ
خدا نے مرحمت اُن کو کیا ہے دل خدا والا

خلیق و بامروّت رحمدل مخلص مسلماں ہیں
بہر صورت صفِ حجاج کے وہ مرتبہ داں ہیں

علیٰ ہٰذا میاں نذرِ محمد[2] بھی غنیمت ہیں
مُعمّر ہیں مگر نادیدۂ چشمِ مروّت ہیں

بہت احباب ملنے مجھ سے بندرگاہ پر آئے
شگفتہ خوشنما پھولوں کے سب نے ہار پہنائے

جنابِ محترم حامد[3] میاں سرچشمۂ احساں
رہے اوّل سے تا آخر جو میرے درد کے درماں

جنھوں نے ہر قدم پر اس سفر میں رہنمائی کی
بلطفِ بیکراں ہر امر کی عقدہ کشائی کی

یہاں بھی سعیِ پیہم سے بہم پہنچائے وہ ساماں
سمندر کے سفر کی ہو سکیں تا مشکلیں آساں

تھے اُن کے ساتھ مستبشر[4] میاں عابد[5] میاں قاسم[6]
ہے اِن بچوں کے اندر کارفرما فطرتِ مسلم

---

[1] مسٹر نیاز احمد حج بکنگ آفیسر۔
[2] خان بہادر نذر محمد صاحب حج افسر۔
[3] الحاج مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی۔
[4] مستبشر میاں مولانا موصوف کے نواسے۔
[5] الحاج مولوی عابد میاں فرزندِ اصغر مولانا موصوف۔
[6] قاسم میاں سلمہ فرزند مولانا عبدالواحد عثمانی۔

ظہور الحق[1] عثمانی بدایونی مرے بھائی — مرے آنے سے پہلے آئے بہرِ ہمت افزائی

امیر[2] و مصطفٰے[3]۔ سبحان بخش[4] و واجد[5] و عمراں[6] — فراست[7]۔ مظہر[8] و سرور[9]۔ مصور[10] صوفیِ[11] ذیشاں

نصیر الدین[12] خاں۔ برکت علی[13]۔ خواجہ نذیر احمد[14] — حمید[15] و اختر[16] و جاوید[17]۔ قیصر[18]۔ اصغر[19] و ارشد[20]

ابوالواجد[21]۔ شرافت[22]۔ دولہا[23] اور خواجہ انیس احمد[24] — خلیق[25] و یوسف[26] احباب دیگر واجد[27] و امجد[28]

مدیرِ الاماں یعنی جناب صابری[29] آئے — نظر پیشِ نظر احباب چشتی قادری آئے

---

١ مولوی ظہور الحق صاحب قادری بدایونی۔
٢ منشی امیر احمد صاحب قادری بدایونی مالک امیر الاقبال پریس۔
٣ منشی مصطفٰے حسین صاحب خوشنویس بدایونی۔
٤ مولوی سبحان بخش صاحب قادری بدایونی۔
٥ مولوی عبدالواجد صاحب حمیدی صدیقی بدایونی۔
٦ الحاج محمد عمران صاحب متوطن میرٹھ۔
٧ مسٹر فراست حسین صاحب نیر قادری بدایونی۔
٨ سید مظہر احمد صاحب بزم ایم اے نقوی سہسوانی۔
٩ سرور فرزند مولوی مصور حسین صاحب۔
١٠ مولوی مصور حسین بدایونی۔
١١ الحاج صوفی شاہ امیر احمد صاحب جو امسال ہی حج کو گئے۔
١٢ مسٹر نصیر الدین خاں صاحب بی اے علیگ ملازم سنٹرل گورنمنٹ۔
١٣ ڈاکٹر برکت علی صاحب جو کراچی میں مشہور اور کامیاب ڈاکٹر ہیں۔
١٤ خواجہ نذیر احمد صاحب رئیس علیگڈھ۔
١٥ الحاج شیخ حمید الدین صاحب انصاری بدایونی۔
١٦، ١٧ سید اختر سعید جاوید سلمہا فرزندان بزم نقوی سہسوانی۔
١٨ مولوی قیصر حسین صاحب فریدی فاروقی بدایونی۔
١٩ مولوی اصغر حسین صاحب صدیقی بدایونی۔
٢٠ ارشد بدایونی پروردہ مولوی یوسف حسین فرزند مؤلف۔
٢١ ابوالواجد غزنوی خواہرزادہ مؤلف۔
٢٢ دولہا بہنوئی ابوالواجد غزنوی۔
٢٣ منشی شرافت حسین صدیقی برادر عمزاد مولوی اصغر حسین۔
٢٤ خواجہ انیس احمد صاحب بی اے علیگ متوطن علیگڈھ۔
٢٥ سید عبد الخلیق صاحب ایم اے نقوی قادرآبادی۔
٢٦، ٢٧، ٢٨ ابوالواجد غزنوی کے صاحبزادے۔
٢٩
٢٩ مولانا صابری صاحب سابق اڈیٹر روزنامہ الاماں کراچی۔

مجھے پہنچانے ساحل تک تنہا مرد آئے تھے — اقارب بعض مستورات کو بھی ساتھ لائے تھے

تھیں برقع پوش ہوئیں بیٹیاں اور بیبیاں ساری — دعائیں تھیں زباں پر سب کی امن و خیر کی جاری

حلیمہ[۱] بی۔ قمر۔ فرخ۔ رقیہ اور دردانہ — رئیسہ۔ اقدس و نورِ جہاں اور رضیہ سلطانہ

انیسہ[۲] اور ثریا اور دیگر بچیاں بھی تھیں — لبِ ساحل تماشائی ہزاروں بی بیاں بھی تھیں

لگا تھا ایک میلہ ہر طرف آشفتہ حالوں کا — یہ استقبال تھا مکّے مدینے جانے والوں کا

جہاز پر سوار ہونے کا منظر

مچی ہلچل یکایک کچھ ہوا شور و شغف پیدا — صفِ حجّاج میں جُنبش ہوئی چاروں طرف پیدا

منادی لاؤڈ اسپیکر نے کی یہ عصر سے پہلے — کھڑے ہو جائیں آکر صف بصف حاجی قرینے سے

مسلّط بہرِ نظم و ضبط ہر جانب سپاہی تھے — توقف کے سبب بے چین حجّاجِ الٰہی تھے

ہجومِ عام کی تھی کشمکش یہ دید کے قابل — بمشکل کر سکے حجّاج طے یہ مختصر منزل

قوی ہمت جواں سب سیڑھیوں پر چڑھتے جاتے تھے — ضعیف و ناتواں ہر ہر قدم پر دھکے کھاتے تھے

بنائے تھی اقامت گاہ سے رستہ سفینے تک — پولیس مامور تھی دونوں طرف کشتی کے زینے تک

۱؎ یہ تمام خواتین کے نام ہیں۔ بعض بچیوں کے نام ہیں۔ ۲؎ یہ بھی دو بچیوں کے نام ہیں۔

ہر اک حاجی کو یہ دُھن تھی کہ میں پہلے پہنچ جاؤں — جگہ عرشہ پہ ہو جو سب سے بہتر پس وہ میں پاؤں

یہ عاجز بھی بہت مشکل سے بالائے جہاز آیا — قلی بھی خیر سے ہمراہِ شیدائے حجاز آیا

سفینے بھر میں گہوارہ نما ساری نشستیں تھیں — یہی ہم رہنوردوں کے لئے آبی بہشتیں تھیں

تہِ عرشہ میں ٹھیرا ایک سو چالیس نمبر میں — یہاں تھا مردِ اجنب میں ہی مستورات کے گھر میں

لگا کر بستر اپنا میں جہازی چارپائی پر — پھر آیا چھت پہ، دیکھا اژدہامِ عام کا منظر

تماشائی ہزاروں صرفِ نظارہ تھے ساحل پر — اثر تھا کاروانِ حج کی رخصت کا ہر اک دل پر

مجھے دیکھا تو یوسفؔ[۱] اپنے سب احباب کو لے کر — بڑھے میری طرف کو، گفتگو کی با دلِ مضطر

خلیقؔ[۲] و مظہرؔ[۳] و اصغرؔ[۴]۔ حمیدؔ[۵] و نیرؔ[۶] اب تک تھے — مرے مخلص عزیزانِ گرامی سب یہ بیشک تھے

کیا ان سب کو رخصت وقتِ مغرب میں نے منت سے — ہوئے آخر یہ سب واپس مگر آزردہ صورت سے

خداوندا مرے اِن مخلصوں کو مطمئن رکھنا — کرم سے اپنے سب کو شاد و خرم رات دن رکھنا

مجھے کہنے خدا حافظ جو بندرگاہ تک آئے — میسر اُن کو حج اے خالقِ جن و ملک آئے

سکوں دینا اعزا کو مرے اے رحمتِ باری — نہ ہو احباب و خویش و اقربا کی خاطر آزاری

---

[۱] مولوی محمد میاں یوسف حسین صاحب بی اے نور قادری بدایونی۔ [۲] سید عبد الخلیق صاحب ایم اے نقوی قادر آبادی۔
[۳] سید منظر احمد صاحب بزم ایم اے۔ [۴] مولوی محمد اصغر حسین صاحب صدیقی۔
[۵] الحاج مولوی حمید الدین صاحب انصاری۔ [۶] مولوی مراتب حسین صاحب نیر صدیقی بدایونی۔

ثبات و صبر کی دینا مجھے توفیق یا اللہ

دکھانا راہِ قرب و جادۂ تحقیق یا اللہ

روانگیٔ جہاز

جہاز اک امتحاں گاہ عقیدت ہے محبت ہے
تشبِ تارِ لحد سے ملتی جُلتی اس کی صورت ہے

مجھے اے مالک و مولا سکوں دینا سفینے میں
رہوں میں رُو بقبلہ دل رہے میرا مدینے میں

اندھیرا ہو چکا ہے آسماں تاروں سے روشن ہے
منوّر بُقعہائے نور سے ساحل کا دامن ہے

سمندر میں ہزاروں قمقمے بجلی کے ہیں رخشاں
عجب رنگیں ہے نظّارہ کہ ہیں اہلِ نظر حیراں

یہ نورانی سماں از بس حسیں معلوم ہوتا ہے
اُجالا آسماں سے تا زمیں معلوم ہوتا ہے

ہزاروں مرد و زن ساحل پہ مصروفِ تماشا ہیں
خدا معلوم اہلِ ذوق کے ارمان کیا کیا ہیں

چلا وقتِ عشا آخر کراچی سے جہاز اپنا
تمنّاؤں نے رُخ بدلا زخود سوئے حجاز اپنا

اُٹھا تکبیر کے نعروں میں جب لنگر سفینے کا

دِل اہلِ صفا میں کھنچ گیا نقشہ مدینے کا

غزل

جہاز چلا

خدا کا شکر کہ لنگر اٹھا جہاز چلا
حرم کو قافلۂ منزلِ حجاز چلا

قدم قدم پہ جھکائے سرِ نیاز چلا
گدائے بابِ حرم جانبِ حجاز چلا

ہو تیرے قرب کی منزل جہاں نصیب مجھے
وہ راہ مجھ کو خداوندِ کارساز چلا

ہزاروں سجدوں کا لینے ثواب سجدہ گزار
حرم میں کرنے کو اک سجدۂ نیاز چلا

خیالِ فاتحِ بدر و اُحد قریب آکر
گلوئے اہلِ عقیدت پہ تیغِ ناز چلا

تہِ مزار میں چونکا تو آگئی پھر نیند
لحد پہ کون یہ مستِ خرامِ ناز چلا

رہِ حرم میں مجھے دیکھ کر ملک بولے
یہ مہمانِ خداوندِ بے نیاز چلا

جو دُور کر دے رہِ مستقیم سے مجھ کو
مجھے وہ چال نہ اے مردِ چالباز چلا

قبول شانِ رکوع و سجود وائے کاش!
میں آج کعبہ میں پڑھنے کو ہوں نماز چلا

حرم سے تا بمدینہ یہ خاکسارِ ضعیف
پکڑ کے دامنِ سلطانِ جاں نواز چلا

ہے رُو بقبلہ نظر، دل میں ہے خیالِ حرم
نیازمند سُوئے ربِّ بے نیاز چلا

قسم خدا کی! ضیاؔ ناخدا کو کیا جانے
مَیں صدقے اے یدِ قدرت مرا جہاز چلا

احساسِ تنہائی

ہزاروں ہمسفر گو ساتھ ہیں لیکن میں تنہا ہوں — کوئی پرساں کوئی مونس نہیں یا رب اکیلا ہوں

الٰہ العالمیں! اس بیکسی پر رحم فرمانا — بہ امن و عافیت تا کعبۂ مقصود پہنچانا

قدیر و مقتدر تو چارہ گر ہے بے نواؤں کا — ہے مولا سننے والا تو غریبوں کی صداؤں کا

مسافر جتنے اس کمرے میں ہیں سندھی ہیں پنجابی — عیاں اُن میں سے ہے اکثر پہ میری بے خور و خوابی

مگر ہمدرد و مونس کوئی بھی اُن میں نہیں اپنا — تو ہی ایسے میں یاور ہے الٰہ العالمیں اپنا

نشستیں میرے گرد و پیش مستورات کی سب ہیں — کھلی عریانیاں اُن کی خلافِ دین و مذہب ہیں

بچا، نامحرموں کی دید سے یا رب نگاہوں کو — الٰہی! بخش دے ان میرے ناکردہ گناہوں کو

سفینے میں مجھے ہر لحظہ ہے احساسِ تنہائی — رہے اے مالکِ دُنیا و عقبیٰ پاسِ تنہائی

بخیر و عافیت طے ہو الٰہی! یہ سفر اپنا

رہے دل ہر بلائے بحر و بر سے بیخبر اپنا

مُناجات

جہاز اپنا سمندر میں رواں ہے المدد یارب — ہے بحرِ ہند میں طوفاں بداماں جزر و مد یارب!

ترے بندے تری امداد کے ہر لمحہ خواہاں ہیں — زباں پر سب کی ہے وقتِ مصائب یا صمد یارب!

طبائع مالشیں کرتی ہیں استفراغ کا غُل ہے — ہے جوشِ امتلا سے بیکسوں کا حال بد یارب!

سکون و صحّت و آرام دے بیمار بندوں کو — یہ طوفانِ بلا کر سب کے سر سے مُسترد یارب!

عطا کر نورِ ایماں تابشِ اسلام مومن کو — مٹا دے قلبِ مسلم سے غم و بُغض و حسد یارب!

میں عصیاں کار مولا مغفرت کا تجھ سے طالب ہوں — نظر انداز فرما میرے سب اعمالِ بد یارب!

فضائے بحر، طوفاں در بغل معلوم ہوتی ہے — سکوں ناآشنا موجوں میں ہے اک شدّ و مد یارب!

لگا دے پار بیڑا یہ سفر آسان فرما دے — دکھا شیدائیانِ حج کو اب جدّہ کی حد یارب!

ہے صوتِ قلب: بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖیھَا وَمُرْسٰھَا — جو تو چاہے تو ہو جوشِ تلاطم سب یہ رد یارب!

خیالِ ماسوا کو قلب سے معدوم فرما دے — بُھلا دے یاد سے میری فریبِ نیک و بد یارب!

میں ہوں جس طرح یارب شائقِ الطافِ بے پایاں — ہیں یونہی مستحقِ عفو میرے اب و جدّ یارب!

ہو کعبہ کا تصوّر، یادِ سلطانِ مدینہ ہو — تصوّر کو مرے تصدیق کی دے دے سند یارب!

ضیاؔ کی تا حدِ مکّہ مدینہ دستگیری کر — ہے تیرے سامنے یہ خواہشِ روح و جسد یارب!

جہاز میں دُوسرا دن

سہ شنبہ ۲۸ ستمبر ۱۹۴۸ء

سمندر میں رہا منگل کے دن بھر جوشِ طغیانی
لئے جاتا تھا جل درگا کو طوفاں در بغل پانی

تھے حاجی شاکیِ دورانِ سر، تَے کرتے جاتے تھے
بجا لیکن خدا کا شکر ہر صورت میں لاتے تھے

اذانوں کی صدا وقتِ نماز آتی تھی عرشے سے
نماز با جماعت کو بہت کم لوگ جاتے تھے

نشستوں سے بہت مشکل تھا اُٹھ کر دو قدم چلنا
نہ تھا ممکن کسی چابک قدم کو دمبدم چلنا

رہا جوش و خروشِ آب کا دن بھر یہی عالم
ہوئی اصلا نہ استفراغ کی کچھ کیفیت یہ کم

طلوعِ صبح ہوتے ہی جہازی چائے لے آئے
مسافر چائے پینے کے لئے سب مُستعد پائے

مِرے ہمراہ کھانے کا نہ تھا اصلا کوئی برتن
یقیناً یہ کمی مجھ کو ہوئی ثابت نہ مستحسن

رہا محروم میں آخر سحر کی چائے نوشی سے
کسی ہمدرد نے سمجھا نہ کچھ میری خموشی سے

یقیں تھا مجھ کو ہوتے ہیں غذا خانے جہازوں میں
نہ تھا منجملۂ اہلِ شکم میں جلد بازوں میں

ہوئی ترکِ غذا شب کو تو اب تھی بھوک کی خواہش
مگر برتن نہ ہونے کے سبب دل پر رہی کاوش

رکابی اپنے سندھی ہمنشیں سے ایک حاصل کی
بُجھائی اس طرح جو آگ تھی گویا لگی دل کی

سحر کو، شام کو تقسیم ہر دن چائے ہوتی ہے — سفینہ کی رطوبت چائے بہر دل سے دھوتی ہے

دیا جاتا ہے کھانا رات دن دو وقت روزانہ — مگر ہوتا ہے معمولی یہ دونوں وقت کا کھانا

مسافر کو ٹکٹ جس روز ملتا ہے سفینے کا — تو شامل کر لیا جاتا ہے بل بھی کھانے پینے کا

لئے جاتے ہیں پہلے نوٹ اڑتالیس کھانے کے — ٹکٹ تقسیم ہوتے ہیں پھر اس کے بعد جانے کے

بآسانی یہ کھانا حسبِ خواہش سب کو ملتا ہے — یہ کھانا منہ کو آتا ہے سفینہ جبکہ ہلتا ہے

یہی کھانا ملا مجھ کو بھی انعامِ الٰہی سے — ملازم روز پیش آتے تھے اکثر خیر خواہی سے

چپاتی شوربا اور دال چاول سب تھے کھانے میں — ملا مجھ کو جو حصہ تھا مرا اس آب و دانے میں

دیا بحرِ رواں میں رزق سب کو رازقِ کل نے
کیا شکرِ خدا پانی میں اربابِ توکل نے

چہارشنبہ ۲۴ - ذیقعدہ ٦٧ھ

جہاز آہستہ آہستہ رواں ہے تیسرا دن ہے — معمر لوگ ہیں خوش، شادماں ہر طفلِ کمسن ہے

سحر کے بعد سے ہے پُرسکوں سطحِ سمندر کی — ہے آج اُنتیسویں تاریخ اس ماہِ ستمبر کی

مسافر سب پڑے ہیں اپنی اپنی چارپائی پر — ملازم پیشہ ہیں مائل سفینے کی صفائی پر

ہوا یہ چارشنبہ ختم آخر خیر و خوبی سے — لیا قدرت نے کام اندازِ غفار الذنوبی سے

ہُوا اندیشۂ جوشِ تلاطم جب ذرا زائل
نظر آنے لگے حجاج کے چہرے سکوں مائل

وہ لغزش تھی جو پچھلی رات تک سارے سفینے میں
ہوئی جب کم تو دل آیا نظر پُر کیف سینے میں

نمازیں اور معمولات میرے سب رہے جاری
رہا مامون میں دن بھر بلطفِ حضرتِ باری

نمازِ پنجگانہ سے تھے حاجی بیشتر غافل
تھے ایسے بھی خدا والے، وظائف کے تھے جو عامل

نمازوں سے عموماً عورتوں کو بے نیازی تھی
وہ عورت قابلِ تحسین تھی بیشک جو نمازی تھی

نمازوں سے یہ غفلت اِس سفر میں کیا قیامت ہے
عبادت گاہ کو جاتے ہوئے ترکِ عبادت ہے

مرے پیشِ نظر حاجی ہیں جو اُن کا یہ نقشہ ہے
خدا معلوم عالم دوسرے اطراف کا کیا ہے

بہت وسعت ہے جل درگا میں کمرے بھی بکثرت ہیں
تلے اُوپر کئی درجے ہیں، سب بہرِ اقامت ہیں

ہیں پہلے دوسرے درجے کے خاصے خوشنما کیبن
سفینے کے ہر اک گوشے میں ہیں یہ جابجا کیبن

ہے مخصوص اک جگہ بہرِ نماز اوپر کے حصے پر
جماعت سے جہاں حجاج پڑھتے ہیں نماز اکثر

غرض ہے آج تک اِک کاہلی سی کچھ نمازوں میں
خدا پیدا کرے ذوقِ نماز اِن حیلہ سازوں میں

نمازِ با جماعت چاہئے پڑھنا مسلماں کو
کہ ہے مضبوط رکھنا فرض نظمِ دین و ایماں کو

نمازی ہر مسلماں کو بنا یارب! سفینے میں
کہ جانا ہے عبادت کے لئے مکے مدینے میں

اظہارِ آرزو

امید مغفرت ہے دلِ پُر گناہ کو
شوقِ طوافِ کعبہ ہے مجھ رُوسیاہ کو

دیکھوں حرم میں جا کے تری جلوہ گاہ کو
معراجِ دید ہو مرے ذوقِ نگاہ کو

بے پردہ کاش دیکھوں حرم کی تجلّیات
یارب عطا وہ حسنِ طلب ہو نگاہ کو

صرفِ طوافِ کعبہ ہیں نالے فقیر کے
پاتا ہوں میں حطیم سے وابستہ آہ کو

رکھ محو اپنی یاد میں دن رات اے کریم!
کر دُور قلب سے غمِ شام و پگاہ کو

ہے جنّتِ نظر حجرِ اسودِ حرم
جی چاہتا ہے چُوم لُوں اس بوسہ گاہ کو

آیا ہوں مغفرت کی تمنا لئے ہوئے
ربِّ غفور! بخش مرے ہر گناہ کو

مُجرم غلافِ کعبہ کے سایہ میں آ گیا
ظلِّ خدا نصیب ہُوا رُوسیاہ کو

دھارے بہے کرم کے جو میزابِ قُدس سے
دھویا سیاہ کار نے فردِ گناہ کو

احرام ہے نمائشِ تنظیمِ اہلِ عشق
وردی ملی ہے آج یہ مُسلم سپاہ کو

اے کعبہ والے! دے سبق عجز و انکسار
دِل سے مرے مٹا ہوسِ عزّ و جاہ کو

اہل و عیال و خویش ہیں اللہ کی سپُرد
گھر چھوڑے جا رہا ہوں مَیں بیت الٰہ کو

ہے صرف سجدہ آج وہاں ہر سرِ نیاز — دیکھا نہ تھا نگاہ نے جس سجدہ گاہ کو
بیڑا لگائے پار خدا، کاش اے **ضیا** — کرتا ہوں طے جہاز سے کعبہ کی راہ کو

خوف و رجاء

خوفِ طوفاں سے دھڑکتا ہے کلیجا میرا — اے خُدا! جلد لگا پار یہ بیڑا میرا
پہنچے کب دیکھئے ساحل پہ سفینا میرا — کہ بہت دُور کنارے سے ہے بیڑا میرا
نہ چلے بادِ مخالف نہ ہو طوفان کا جوش — آشنا ہو نہ تلاطم سے سفینا میرا
موجیں اُٹھ اُٹھ کے جھپٹ جاتی ہیں جل درگا سے — ڈگمگاتا ہے سمندر میں جو بیڑا میرا
سب ہیں اک ناؤ میں ہے ایک ہی منزل سب کی — ہے مگر ہمسفروں میں وہی تیرا میرا
چکّر آتے ہیں کسی کو کوئی قے کرتا ہے — مطمئن رکھ دلِ مضطر مرے مولا میرا
رحمتِ خاص سے منزل مری آساں کر دے — اے خدا! جادۂ مقصود ہے کعبہ میرا
گو کئی دن سے ہوں جل درگا کے اندر لیکن — آبِ زمزم کا ہے شائق لبِ تشنہ میرا
نہ سہی ہمسفروں میں کوئی پُرساں، نہ سہی — ہے فقط لطفِ الٰہی پہ بھروسا میرا
تا حرم کاش رسائی ہو کسی شکل سے ہو — میں ہوں کمزور ہے مضبوط ارادہ میرا

گر نہ جاؤں کہیں آ عرش سے گرتے کو سنبھال
ہاتھ لے دستِ یدُ اللہ خدارا میرا

دل میں کرتے ہیں طواف آ کے حرم کے جلوے
ہے جو شیدائی کعبہ، دلِ شیدا میرا

آ گئی سامنے محرابِ حرم کی تصویر
خوب پورا ہُوا تقدیر کا لکھا میرا

بعدِ حج میں اے خدا قبلہ نما کی صورت
پھر گیا منہ طرفِ گنبدِ خضرا میرا

کعبہ والے! جو تُو اپنا ہے تو پھر تیری قسم
کعبہ میرا ہے، حرم میرا، مدینہ میرا

شمعِ قندیلِ حرم کا ہوں ضیا! پروانہ
نام روشن ہے ترِ عرشِ معلّٰے میرا

پنجشنبہ ۲۵- ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ

سفر کو آج چوتھا دن ہے روزِ پنجشنبہ ہے
جہاز اتنا سکوں رفتار ہے جس سے اچنبھا ہے

نہ اب دورانِ سر کی حاجیوں کو کچھ شکایت ہے
نہ استفراغ کا چرچا نہ پہلے دن کی حالت ہے

سفینے میں مسافر بے تکلّف چلتے پھرتے ہیں
نہ اب لغزش ہے چلنے میں نہ اب حجّاج گرتے ہیں

یہی رفتار یا رب! تا حدِ ساحل رہے جاری
نہ آئے پیش مہمانوں کو تیرے کوئی دشواری

ترقّی ہو رہی ہے خود بخود ذوقِ عبادت میں
شریک احباب ہوتے ہیں نماز با جماعت میں

مسافر جاتے ہیں بالائے عرشہ اب بہ آسانی
خدا رکھے پئے سجدہ ہے خم ہر ایک پیشانی

کُتبِ احکامِ حج کی مفت بانٹیں ایک صاحب نے
مجھے بھی ایک کاپی نذر کی اُس نیک صاحب نے

رفیقِ حج[1] ہے نام اس خوشنما موزوں رسالے کا
خدا روشن کرے منہ دو جہاں میں لکھنے والے کا

بڑی تفصیل سے سارے مسائل حج کے لکھے ہیں
محمد احتشام[2] اک صاحبِ تصنیف اس کے ہیں

مسائل حج کے بعض افراد بھی سمجھاتے جاتے ہیں
مقرّر لوگ کچھ تقریر بھی فرماتے جاتے ہیں

بڑی رغبت سے سُنتے ہیں مسافر سب یہ تقریریں
پئے حجّاج بیشک کارآمد ہیں یہ تدبیریں

جماعت سے پڑھیں میں نے نمازیں آج کی ساری
مجھے تا عرشہ جانے میں نہ آئی پیش دشواری

جہاں بیٹھوں وہاں سر پر مرے بجلی کا پنکھا ہے
مسلسل رات دن جب دیکھئے چلتا ہی رہتا ہے

ہوا اور روشنی کو اک بڑا حصّہ کُشادہ ہے
نظر جس کے ذریعے سے سمندر صاف آتا ہے

ترانے ریڈیو کے شب کو اکثر لوگ سُنتے ہیں
صدائے مدحِ محبوبِ خدا پر سر کو دُھنتے ہیں

سحر کو خواب سے جب حرمتِ باری جگاتی ہے
صدا قرآن پڑھنے کی ہر اک جانب سے آتی ہے

پریشاں ہیں مگر حاجی کہاں جائیں سفینے سے
تعلق رُوح کو ہر لمحہ ہے مکّے مدینے سے

---

[1] رفیقِ حج چھوٹی تقطیع کے ۱۸۰ صفحے کا رسالہ ہے۔ مسائل ضروری صاف ستھری زبان میں قلمبند کیے گئے ہیں۔ یہ رسالہ جناب مولانا محمد الیاس صاحب مرحوم کی تبلیغی جماعت دہلی نے شائع کیا ہے۔ مسائل کا اقتباس مولانا رشید احمد گنگوہی کے رسالہ زبدۃ المناسک سے کیا گیا ہے۔ حجاج کے لئے بہت مفید ہے۔ ۱۰/ قیمت ہے۔

[2] مولوی محمد احتشام الحسن صاحب مولوی فاضل کاندھلوی مقیم بستی حضرت نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہٗ دہلی مؤلفِ رسالہ ہیں۔

جمعہ ۲۶ - ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ مطابق یکم اکتوبر ۱۹۴۸ء

سحر کا وقت ہے جمعہ کا دن ہے دھوپ پھیلی ہے
ہے ذیقعدہ کی چھبیس اور اکتوبر کی پہلی ہے

سحر دم کرنے یہ اعلان خُدّامِ جہاز آئے
ہر اک حاجی بعجلت آج سامان اپنا اُٹھوائے

اسی آبِ رواں سے سقفِ کشتی دھوئی جائیگی
پڑی رہ جائیگی جو چیز چھت پر کھوئی جائیگی

اُٹھایا جلد تر سامان ہر حاجی نے سب اپنا
کیا یہ کام ہر عورت نے اپنا، مرد نے اپنا

مرے سامان میں اک بوری بہت وزنی تھی راشن کی
مرا اندازہ ہے ہو گی یہ تخمیناً سوا من کی

مری طاقت سے باہر واقعی اُس کا اُٹھانا تھا
مگر میں کیا کہوں اُس لطفِ حق کا کیا ٹھکانا تھا

دُھلائی ایک گھنٹہ تک سفینے کی رہی جاری
حفاظت سب نے کی اسباب کی اپنے بہ ہشیاری

رہے پانی سے دُھل کر دوپہر تک تر بتر تختے
نہ ممکن سوکھنا تھا اور نہ سُوکھے یہ مگر تختے

مرا اسباب سب رکھا ہُوا تھا چارپائی پر
میں اک گوشے میں تھا بیٹھا ہُوا حیرت زدہ ششدر

خیال آیا احبّا اقربا کو، لاؤ خط لکھ دوں
پئے تسکینِ خاطر خیریت اپنی فقط لکھ دوں

لفافے کارڈ لیکر رکھ دئے تھے ساتھ اصغر[1] نے
بہت تاکید خط لکھنے کی پیہم کی تھی قیصر[2] نے

[1] مولوی اصغر حسین صاحب صدیقی دامادِ مؤلف۔ [2] مولوی قیصر حسین فاروقی اڈیٹر اسٹیٹ بنک پاکستان پھوپھی زاد برادر مؤلف

لکھا نورِ نظر لختِ جگر یوسفؔ[1] کو خط اوّل — تصوّر نے شکیلؔ[2] و سلمہؔ[3] کے فوراً کیا بیکل

مدیرِ الاماںؔ[4] کو اپنی رودادِ سفر لکھی — مگر اک کارڈ پر وہ بھی بطورِ مختصر لکھی

سفر کا ماجرا لکھا مفصل آستانےؔ[5] کو — بالفاظِ دگر اہلِ تعارف کے سُنانے کو

بحمد اللہ بخیر و عافیت جمعے کا دن گُزرا — نظر بشّاش چہرہ آرہا تھا ہر مسافر کا

نمازِ جمعہ کا کیا نظم ہوتا چلتی کشتی میں — کمی شامل نہیں شرعاً بھی یہ اعمالِ زشتی میں

وقارِ حق سے خالی بحر پیما والوں کا سینہ ہے — کہ ہندو سندھیا اک کمپنی کا یہ سفینہ ہے

ملازم ہیں مسلماں بھی بہت سے اس سفینے میں — مگر ذوقِ نماز و روزہ کم ہے اُنکے سینے میں

مسلمانوں کے دل میں اے خدا ذوقِ عبادت دے — دیا ہے دل تو دل کو دینِ برحق کی محبت دے

مناظرِ خاص شنبہ ۲۷ ذیقعدہ ۶۷ھ مطابق ۲۔ اکتوبر ۴۸ء

عجب مسعود و فرّخ جمعہ کی تھی یہ شبِ ثانی — عبادت کرنے والوں کو ہوئی معلوم طولانی

---

[1] مولوی محمد اظہر الحق یوسف حسین صاحب قادری نورؔ بی۔ اے۔

[2] ہندوستان کے مشہور بہترین شاعر مولوی شکیل احمد سوختہ شکیل بدایونی بی۔ اے برادر زادہ مؤلف۔

[3] سلمہ شکیل برادر زادی مؤلف رفیقۂ حیات شکیل بدایونی۔ [4] مولانا صابری صاحب سابق اڈیٹر روزنامہ الامان۔

[5] صاحبزادہ محمد مستحسن صاحب فاروقی مالک و مدیر رسالہ آستانہ دہلی۔

سُنائیں شب کو دہلی ریڈیو نے نو بجے خبریں
بکثرت ہمسفر اُس وقت تھے مصروف کھانے میں

گھڑی میں نے ملائی ریڈیو کے وقت سے فوراً
غرض یہ تھی کہ اوقاتِ شبِ یلدا رہیں روشن

تہجد چار پر پڑھ کر وظائف سب کئے پُورے
رہا بیدار اور اورادِ روز و شب کئے پُورے

اذانِ صبح کی آواز ساڑھے سات پر آئی
نہ ابتک کچھ سفیدی اس اندھیری رات پر آئی

نمازِ صبح سے سب نے فراغت آٹھ پر پائی[۱]
مجھے شب کی درازی پر عجب قدرت نظر آئی

ہوائیں ٹھنڈی ٹھنڈی آرہی تھیں آج کعبے سے
تصوّر میں بہت نزدیک تھے حجاج کعبے سے

نسیمِ صبح میں اک خاص شانِ دلربائی تھی
بجا ہے کہئے یہ ٹھنڈی ہوا طیبہ سے آئی تھی

فضائے بحر پر چھایا ہوا تھا نورِ ربّانی
کئے تھا سبز آبی پیرہن زیبِ بدن پانی

جھکا پڑتا تھا چرخِ نیلگوں سطحِ سمندر پر
بگولے موتیوں کے تاج تھے پہنے ہوئے سر پر

مناظر قلزمِ زخّار کے پُرکیف تھے سارے
نظر آتے تھے طوفاں در بغل اُٹھتے ہوئے دھارے

تلاطم حاجیوں کو دعوتِ نظّارہ دیتا تھا
دعائیں بحریہ کو ہر وطن آوارہ دیتا تھا

کفِ دریا میں تھے آبِ بقا کے زر فشاں ساغر
لئے تھے اپنے سر پر کاسۂ موجِ رواں ساغر

حباب اُٹھ اُٹھ کے غوطے مار جاتے تھے سمندر میں
کمر تک دھوپ بھی ڈوبی ہوئی تھی آبِ گوہر میں

[۱] آٹھ بجے قبل طلوعِ آفتاب اختتامِ نماز فجر ہوا۔ یعنی غروب و طلوعِ آفتاب کے درمیان ساڑھے تیرہ گھنٹے صرف ہوئے۔

تھیں جوشِ بیخودی میں ہر طرف زیر و زبر موجیں
نظر آتی تھیں محوِ رقص تا حدِّ نظر موجیں

سمندر میں قریبِ دوپہر ایسا مقام آیا
نظر صرفِ تماشا ناؤ میں ہر خاص و عام آیا

تلاطم میں بکثرت مچھلیاں رقصاں نظر آئیں
شعاعیں شیشۂ امواج میں پریاں نظر آئیں

چمک کر بہتے پانی میں شعاعِ آفتابی سے
اُچھل جاتی تھیں ہاتھوں مچھلیاں یہ سطحِ آبی سے

جسامت مچھلیوں کی اسپ و خچر کے برابر تھی
سیاہی اُن کے قد کی غیرتِ زلفِ معنبر تھی

رہا کچھ دیر تک اِن مچھلیوں کا عام نظّارا
جہاز آگے بڑھا یہ لطف برہم ہو گیا سارا

عیاں جمعہ کی برکت روزِ شنبہ یہ ہوئی سب پر
نظر آئے مسافر آج مائل طاعتِ رب پر

وہ مستورات بے پردہ، جو کل تک بے نمازی تھیں
زخود فضلِ خدا سے آج صرفِ سجدہ سازی تھیں

مری جانب بھی نظریں ملتفت ہوتی نظر آئیں
تمنّائیں مرے اشغالِ تنہائی کی بر آئیں

سُنا تھا یہ جہاز اکثر عدن[1] ہو کر گزرتے ہیں
پئے گفتن یہاں دو چار گھنٹے تک ٹھہرتے ہیں

عدن کو چھوڑ کر لیکن بڑھا آگے جہاز اپنا
رہا محرومِ نظّارا مذاقِ دیدہ باز اپنا

رہے ہم منتظر لیکن نہ بیڑا تا عدن پہنچا
حدِ خاران تک کوئی نہ آوارہ وطن پہنچا

---

[1] عدن بحرِ عرب کا مشہور بندرگاہ۔

یکشنبہ ۲۸ - ذیقعدہ سنہ ۶۷ھ

ہے صبح روزِ یکشنبہ ہے میری سانس کچھ پھولی
طلوعِ مہر سے پہلے ہے گرمی غیر معمولی

شبِ رفتہ ہی سے بدلا ہوا ہے رُخ سفینے کا
سحر ہی سے اثر ہے جسم پر ظاہر پسینے کا

نمازیں ہو رہی ہیں صبح کی ہر جا سفینہ میں
ہے یادِ اللہ کا اک جوش ہر حاجی کے سینے میں

کسی جا ذکرِ الا اللہ کے نعرے زباں پر ہیں
کہیں قرآن خوانی کی صدائیں رُوح پرور ہیں

نمازوں کی طرف رجحان ہے اب ہر مسلماں کا
عجب ہے جاں نفزا منظر نمایاں جوشِ ایماں کا

نمازِ باجماعت عرشہ پر ہر روز ہوتی ہے
نمازِ باجماعت مَیل دل کے سارے دھوتی ہے

امامت کرتے ہیں مولانا عبداللہ[۵۱] عرشے پر
جماعت کا عجب پُرکیف ہوتا ہے ہر اک منظر

نمازیں پڑھ رہی ہیں عورتیں بھی جلد جلد اُٹھ کر
سوا ہر دن سے آج اللہ کا ہے سب کے دل میں ڈر

ہُوا سورج برآمد، دھوپ نکلی، روشنی پھیلی
رُخِ آبِ رواں سے ہو چلی کافور شب میلی

تجلی بار سطحِ آب پر نوری شعاعیں ہیں
سوادِ کامراں[۵۲] آنے کی پیہم اطلاعیں ہیں

شعاعیں رقص میں ہیں ہر طرف سطحِ سمندر پر
نظر کے سامنے ہے جزر و مد کا خوشنما منظر

---

۵۱ الحاج مولانا عبداللہ صاحب جواں عمر عالم عابد مبلغ صالح ہیں۔ محلہ قدیر آباد ملتان کے ساکن۔ کتب خانہ صدیقیہ کے مالک ہیں۔ جہاز میں برابر تبلیغی خدمات انجام دیں۔

۵۲ کامران مشہور بندرگاہ ہے۔

ردائے آسماں سے گر رہا ہے نور چھن چھن کر — ہے دوشِ بحر پر آبِ رواں کی نُقرئی چادر

سحر سے بارشِ اکرامِ حق بندوں پہ ہے ایسی — سمندر بن گیا از خود کنارِ عافیت شاید

ہزاروں مَوجیں اُٹھ کر وجد کرتی ہیں سمندر میں — چھلکتی ہے شرابِ معرفت ہر دیدۂ تر میں

تلاطم کی وہی ہے ہر طرف رفتار مستانہ — ہے یہ بحرِ رواں قدرت کا صہبا جوشِ میخانہ

رواں ہے بحر پہ مستانہ وش آہستہ آہستہ — ہے جل[1] درگا کے گرد و پیش فوجِ موج کا دستہ

جہازی چائے لے کر صبحدم ہر سمت سے آئے — بڑھے پیمانہ بر کف مرد و زن سب ہاتھ پھیلائے

ظریفانہ ہے کتنی مطبخیوں کی خوش احساسی — سحر کو بانٹنے آئے تنوری روٹیاں باسی

سحر کی چائے میں روٹی خمیری اور حلوا ہے — خدا کے میہمانوں کے لئے یہ مَنّ و سلوٰا ہے

درونِ بحر یہ ہے یہ بڑا تکلیف دِہ قصّہ — سحر سے آج دھویا جا رہا ہے تیسرا حصّہ

مسافر سب پریشاں ہیں بُری دُرگت ہے ساماں کی — عیاں چہروں سے سب کے حالتیں ہیں فکرِ پنہاں کی

جہاز اور سمتِ نماز

رواں دریا میں تھا جس سمت کو اب تک جہاز اپنا — رہا کرتا تھا رُخ مغرب ہی کو وقتِ نماز اپنا

[1] جل دُرگا جہاز کا نام ہے جس میں ہم سوار تھے۔

نمازِ عصر تک یہ سمت قائم تھی نمازوں میں | مگر اب تذکرہ ہونے لگا کچھ پاکبازوں میں

رُخِ قبلہ نما تبدیل یارو بالیقیں ہوگا | کہ بحرِ ہند سے بحرِ عرب میں آگیا بیڑا

ہُوا اعلان نمازی پھیر لیں منہ دوسری جانب | صلائے عام ہے اب رُو بقبلہ سب پڑھیں مغرب

سمندر کے بدلتے ہی سمندر کی ہوا بدلی | ہُوا محسوس یہ سب کو کہ موسم کی فضا بدلی

یکایک ہوگئی گرمی بہت زاید سفینے میں | نہایا جا رہا تھا ہر کس و ناکس پسینے میں

جہاز کا کھانا

ہُوا آغازِ شب بٹنے لگا حجاج کو کھانا | نہ دے ایسا خدا ہرگز کسی محتاج کو کھانا

دیا جاتا ہے اکثر تیسرے درجہ میں جو کھانا | اگر ہوں معترض حاجی تو ایسا پھر نہ ہو کھانا

سفر میں شب کو کھدا چاولوں کا بے محل کھانا | ہیں سب شاکی کہ ہوتا ہے نہایت مبتذل کھانا

وہ کھانا تیسرے درجہ میں جو تقسیم ہوتا ہے | نہایت بے مزا، بے ذائقہ آقیم ہوتا ہے

نہ دیتے دام ہم گر ایسے کھانے کا یقیں ہوتا | یہ کھانا آٹھ آنے سے زیادہ کا نہیں ہوتا

نمک کے پھیکے سیٹھے چاولوں کا کیا مزا کہئے | جسے دیکھے سے جی متلائے کیوں اسکو غذا کہئے

بہت بے ذائقہ ہوتی ہے ہر دن دال ارہر کی | بلا کھائے غذا بنتی ہے روزانہ سمندر کی

عموماً شوربا ہوتا ہے گاڑھا گھی نہیں ہوتا
بجبراً کھالیا جاتا ہے ورنہ جی نہیں ہوتا

تنوری روٹیاں ٹھنڈی، چپاتی بیشتر کچّی
حذر جس سے کرے ہر مرد، ہر خاتون ہر بچّی

پلائی جاتی ہے خانہ پُری کو چائے روزانہ
مزا اُس چائے کا ہم نے مگر اک دن نہیں جانا

دیا جاتا ہے یہ کھانا خدا کے میہمانوں کو
خُدا سمجھے وفا نا آشنا نامہربانوں کو

بتّی گھر

ہے شب کا وقت گرمی ہے بہت اتوار کا دن ہے
ہر اک درجے میں کچھ شور و شغف اس وقت لیکن ہے

کوئی کہتا ہے بتّی گھر وہ دیکھو وہ عدن کا ہے
کوئی کہتا ہے تارا یہ فلک کی انجمن کا ہے

کراچی سے کوئی کہتا ہے رضوانی[1] جہاز آیا
کسی کو ہے گماں شاید مظفر[2] تیز باز آیا

غرض ہیں مرد و زن چاروں طرف مشغولِ نظّارہ
مگر صرفِ وظائف ہے ضیا مجبور بیچارہ

بہت لوگوں نے دیکھا چاند مل کر سطحِ گردوں پہ
نظر آیا نہ لیکن یہ ھلالِ نو حسین منظر

عجب رنگیں کوائف ہیں سفر کے اور سمندر کے
مقیّد لوگ ہیں آزاد رو کشتی کے اندر کے

[1] رضوانی مُغل لائن کا جہاز ہے جو ہمیشہ ایامِ حج میں کام آتا ہے۔

[2] مظفری جدید جہاز کا نام ہے جو امسال ہی استعمال ہوا۔ بہت بڑا اور تیز رَو جہاز ہے۔

قبل نمازِ فجر دوسرا دوشنبہ ۲۹ ذیقعدہ ۶۷ھ - ۴ - اکتوبر ۱۹۴۹ء

اضطرابِ حضوری

قریب وقت وہ اے خالقِ عباد آئے
کہ سامنے حرمِ کعبۂ مراد آئے

لگا دے پار سفینہ مُرادمندوں کا
الٰہی! جلد کہیں ساحلِ مراد آئے

لئے ہوئے ترے کعبے کی دید کے ارماں
حرم کی سمت ہزاروں خوش اعتقاد آئے

خوشی ہے یہ کہ خطائیں تمام ہونگی معاف
گناہگار سوئے کعبہ شاد شاد آئے

طوافِ کعبہ کرا دے ترے نثار کریم!
تری طلب میں یہ خُدّامِ خوش نہاد آئے

پئے طوافِ حرم مختلف دیار کے لوگ
ترے حضور بہ اخلاص و اتحاد آئے

ہو عازمانِ حرم کو وہ اتّحاد نصیب
کسی کے دل میں نہ اندیشۂ فساد آئے

مجاہدین کو پیغامِ فتح و نصرت دے
الٰہی! راس اُنھیں کوششِ جہاد آئے

دعائیں مانگیں جو کعبے میں دردمندوں نے
فرشتے عرش سے کہنے قبولباد آئے

سفر میں طبعِ رسا وقفِ نعت گوئی ہے
مگر ہے کون جو دینے کو آج داد آئے

ثنائے حق میں کہی جب کوئی جدید غزل
تو بار بار محمد حسین[1] یاد آئے

[1] مولوی محمد حسین صاحب بدایوں کے مشہور نعت خوان جو بیشتر ضیاء القادری کا کلام ہر مجلس میں پڑھتے ہیں۔

الٰہی! اُس میں محبت کا درد پیدا کر
کسی کے دِل میں اگر مجھ سے کچھ عناد آئے

خیالِ کعبہ میں اس طرح محو ہو کہ ضیاؔ
کسی عزیز کی بھُولے سے بھی نہ یاد آئے

واقعاتِ جہاز

گزشتہ پیر کو نکلا تھا یہ شوریدہ سر گھر سے
کیا پیمانِ حج کعبہ تھا خلّاقِ داور سے

دوشنبہ سے دوشنبہ تک ہوئے ہیں آٹھ دن مجھ کو
رکھا ہے رحمتِ باری نے ہردم مطمئن مجھ کو

بخیر و عافیت یہ آٹھ دن گزرے خدا شاہد
رہا گوشہ نشیں اپنی جگہ میں صورتِ زاہد

پڑوسی بھی مرے مسرور سب معلوم ہوتے ہیں
خدا کا شکر محوِ یادِ رب معلوم ہوتے ہیں

سحر کا وقت ہے گرمی کے ہیں آثار ہر جانب
ٹہل کر پنکھیاں جھلتے ہیں یار اغیار ہر جانب

نظارے کر رہے ہیں ہمسفر سب آج کھاڑی کے
سفینے سے بہت نزدیک ہیں ٹیلے پہاڑی کے

پہاڑوں کی حدوں میں چل رہا ہے اب جہاز اپنا
ہے لنگر ہاتھ میں تھامے ہوئے خود کارساز اپنا

سکوں ہے بحر پہ گو سست ہے رفتار کشتی کی
طبیعت شاد ہے اس قادری چشتی بہشتی کی

پہاڑوں کے نظر آتے ہیں ہر جانب کنارے سے
نہیں آثارِ طوفاں رُو نما موجوں کے دھارے سے

سفینے کو لئے جاتا ہے کشتی باں قرینے سے
کہیں ٹکر نہ ہو جائے پہاڑوں کی سفینے سے

نہیں وہ شوخ کاہی سبز رنگت آج پانی کی
نظر آتی ہے بھدّا نیلی سی نزہت آج پانی کی
فلک پر ہلکے ہلکے بادلوں کی دوڑ جاری ہے
نہاں خورشید عالمتاب زیرِ ظلِّ باری ہے

سحر دم مثل روزانہ جہازی چائے لے آئے
مگر تازہ تنوری روٹیاں بھی ساتھ میں لائے
رہا دو ایک گھنٹہ مشغلہ یہ چائے نوشی کا
رہا نذرِ نوائے غوغا، ہنگامہ خموشی کا

ہیں افواہیں کہ شاید کامراں اب آنے والا ہے
مگر نا مطمئن اس سے ہر اک ادنیٰ و اعلیٰ ہے
میں جب دریافت کرتا ہوں روانہ ڈاک کب ہوگی
بتاتے ہیں جہازی "کامراں آئیگا" تب ہوگی
لکھی تھی جمعہ کو جو ڈاک سب ویسی ہی رکھی ہے
مکمّل کر چکا ہوں جو غزل جو نظم لکھی ہے
ہے گرمی بھی زیادہ حبس بھی زائد ہے بڑے ہیں
ہُوا گُم ہو چکی ہے موج دریا کے تھپیڑے میں
ڈھلائی آج پھر کمرہ کی میرے ہونے والی ہے
فریب گندگی سے پھر منغّص طبع عالی ہے

اُٹھا کر رکھ لیا ہے سب نے سامان اپنا بنچوں پر
پڑا ہے فرش پر اسباب سب میرا جھکائے سر

نظّارۂ جہازِ دیگر

دوپہری کا سماں ہے ناؤ میں گرمی ہے شدّت کی
طبیعت مضمحل سی ہے تمام افرادِ ملّت کی

یکایک غل مچا دیکھو جہاز آیا جہاز آیا
تماشا دیکھنے ہر ہمسفر ہر دیدہ باز آیا

بجے بارہ تو پشتِ بحریہ سے یہ جہاز آیا
نہایت تیز رَو آیا نہایت جلد باز آیا

سفینہ سے ہمارے دم زدن میں بڑھ گیا آگے
جہازی دیکھنے کو یہ تماشا ہر طرف بھاگے

جہاز اتنا سبک رَو تھا کہ فوراً ہو گیا غائب
رہے منہ دیکھتے اس بحریہ کے افسر و نائب

تھی جل دُرگا کی آہستہ خرامی شاق ہر دل پر
مگر دشوار تھا پہلے پہنچنا اس کا ساحل پر

یکایک آ گئے خُدّام پانی پھینکنے والے
کھریرے ہاتھ میں تھے جسم پر تھے پیرہن کالے

مرا ساماں اُٹھا کر رکھ دیا اک شخص نے اُوپر
یہ سندھی نیکدل تھے لطف اور اخلاق کے پیکر

مصیبت پہلے دن کی یہی کچھ دیر تک جاری
ہوئی ردّ و بدل اسباب کی آخر بدشواری

سمندر میں پہاڑ

قریبِ عصر مغرب کی طرف نزدیک کشتی کے
پہاڑی سلسلے اہلِ نظر نے جا بجا دیکھے

یہ ٹیلے اُونچے رنیچے دُور تک پھیلے نظر آئے
نظر چشمِ تماشا ہیں کو باہم بحر و بر آئے

سمندر چاروں جانب موجزن تھا ان پہاڑوں کے
سرِ عرشہ لگے دنگل تھے انسانی اکھاڑوں کے

سفینہ کی ہمارے بڑھ گئی پھر سُست رفتاری
لگیں یہ ساعتیں معلوم ہونے پھر ہمیں بھاری

جہاں تک اہلِ بینش کی نگاہیں کام دیتی تھیں
پہاڑی چوٹیاں نظّارہ کا پیغام دیتی تھیں

پُرسشِ بے محل

قریبِ عصر میرے پاس اک مردِ بزرگ آئے
مجھے لکھتے ہوئے دیکھا تو یہ الفاظ فرمائے

ذرا بتلائیے تو آپ کیا یہ لکھتے جاتے ہیں؟
ہم اکثر آپ کو مشغول لکھنے ہی میں پاتے ہیں

کہا میں نے کہ یہ منظوم لکھتا ہوں سفر نامہ
ہیں میرے ہاتھ میں کاغذ کے یہ اوراق یہ خامہ

وہ بولے "آپ شاعر ہیں؟" کہا میں نے کہ "شاعر ہوں"
وہ بولے "کون ہیں؟" میں نے کہا "جو کچھ ہوں ظاہر ہوں"

وہ بولے "آپ کا مسکن؟" کہا میں نے "بدایوں ہے"
وہ بولے "نام کیا؟" میں نے کہا "یعقوب محزوں ہے"

کہا مجھ سے بمنّت "یہ غزل لکھ دیجئے مجھ کو
کلام اپنا خدارا کچھ عنایت کیجئے مجھ کو"

کہا میں نے "کہاں ہے آپ کا فرمائیے مسکن؟"
وہ بولے "گھر ہے سرگودھا میں میرا مہربانِ من"

کہا میں نے "غزل کے واسطے سرکار کل آئیں
مذاق شعر ہے گر آپ کو تو نظم لے جائیں"

غرض مغرب کا وقت آیا تو آوازِ اذاں آئی
دلِ حجّاج کو یادِ خداوندِ جہاں آئی

کھلے پانی کے نل دوڑے نمازی سب وضو کرنے
لگے کچھ لوگ تیز و تند باہم گفتگو کرنے

نمازیں جابجا پڑھنے لگے کعبہ کے شیدائی
سفینہ میں عجب اللہ کی قدرت نظر آئی

سرِ عرشہ صفیں باندھے ہوئے سارے نمازی تھے
جماعت میں عیاں اندازِ شانِ بے نیازی تھے

نمازِ باجماعت کی ادا اللہ والوں نے
لیا اجرِ نماز اللہ سے ہم خستہ حالوں نے

اندھیرا ہوتے ہی تیاریاں کھانے کی کیں سب نے
دیا پیغامِ رخصت دن کو آکر لیلئ شب نے

نظر سے دور ہلکی سی نظر اک روشنی آئی
نگاہِ شوق نے اس میں بھی شانِ دلبری آئی

تعجب سے اٹھیں نظریں کہا سب نے بہ حیرانی
ہے آغوشِ سمندر میں یہ کیسی جلوہ سامانی

پتا دیتا تھا رہ رہ کر چمک کا بار بار آنا
سوادِ کوہ میں شاید ہے کوئی روشنی خانہ

ہوئے کھانے سے فارغ سونے والے سوئے بستر پر
بچھونا موجِ دریا نے کیا سطحِ سمندر پر

جلائے قمقمے گردوں نے ہر جانب ستاروں کے
شبِ یلدا نے منہ ڈھانکے حسینوں ماہ پاروں کے

رہی گرمی بلا کی رات بھر گرمی کو کیا کہیے!
تھیں اکثر عورتیں بے پردہ بے شرمی کو کیا کہیے!

یکم ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ روز شنبہ مطابق ۵۔ اکتوبر ۱۹۴۸ء

سفر کو پورے نو دن ہو چلے ہیں آج منگل ہے / مبارک شہرِ ذی الحجہ کی یہ تاریخ اوّل ہے

چلا ہے بحر یہ شب بھر پہاڑی آبناؤں میں / رہا ہے کلمہ و تسبیح کا غُل بے نواؤں میں

طلوعِ صبح کا مژدہ اذانوں کی صدا لائی / ریاضِ کامراں آیا بشارت یہ صبا لائی

سحر ہوتے ہی نزدِ کامراں اپنا جہاز آیا / یہاں تک ہر مسلماں سربلند و سرفراز آیا

زیادہ سے زیادہ آج ہے گرمی سفینے میں / جسے دیکھا نظر ڈوبا ہوا آیا پسینے میں

جہاز اُتر کی جانب چل رہا ہے چال چیونٹی کی / ہے سورج شرق میں اور ہے زمیں مغرب میں پتھریلی

قدمبوسِ زمینِ کامراں ہے آج جل دُرگا / ہے مصروفِ عمل اس وقت جل دُرگا کا ہر گُرگا

مناظرِ کامران

وہ شہر آیا نظر، وہ اونچی اونچی کوٹھیاں چمکیں / شعاعیں جگمگائیں مسجدوں کی بُرجیاں چمکیں

نظر وہ سامنے مسجد کا مینارِ بلند آیا / چمک کر سامنے وہ ہر مقامِ ارجمند آیا

درختوں کے وہ جُھرمٹ اور سپیدی وہ مکانوں کی / جُھکی پڑتی ہیں سبزے پر نگاہیں آسمانوں کی

عمارات حسیں سب خوشنما معلوم ہوتی ہیں ‌‌ ‌‌ نظر سے دُور لیکن دِل رُبا معلوم ہوتی ہیں

سوادِ شہر کا منظر نہایت جاذبِ دل ہے ‌‌ ‌‌ ہے فرحت آفریں جو شے نگاہوں کے مقابل ہے

ہے مصروفِ تماشا بحر پہ ہیں ذوقِ بینائی ‌‌ ‌‌ سفینہ میں کھڑے ہیں ہر طرف صدہا تماشائی

صفیں ہیں آہنی دیوار کے نزدیک استادہ ‌‌ ‌‌ ہے شہرِ کامراں کی دید کا ہر شخص دِل دادہ

وہ آیا ڈاکٹر کا سبز رنگ دل چسپ اسٹیمر ‌‌ ‌‌ وہ جل دُرگا نے سیٹی دی گرا پانی میں وہ لنگر

نواحِ کامراں سے وہ پچاسوں کشتیاں آئیں ‌‌ ‌‌ قضا کے ہاتھ موجِ آب کی بر کشتیاں آئیں

گلے آکر ملیں سب کشتیاں اپنے سفینہ سے ‌‌ ‌‌ لگایا بڑھ کے جل دُرگا نے ہر کشتی کو سینہ سے

بہت تیراک بچے آگئے سطحِ سمندر پر ‌‌ ‌‌ کمالِ غوطہ خوری کے دکھائے نت نئے جوہر

یہ لڑکے سر گھٹے کہتے تھے یا با اہلِ کشتی کو ‌‌ ‌‌ نمایاں کر رہے تھے اپنی پاکیزہ سرشتی کو

ادھر سکّے بکثرت لوگ اوپر سے گراتے تھے ‌‌ ‌‌ اُدھر تیراک یے غوطہ سمندر میں لگاتے تھے

وُہ ہر سکّہ کو منہ میں داب کر باہر نکلتے تھے ‌‌ ‌‌ خود اپنی کامیابی پر مسرّت سے اُچھلتے تھے

ہر اک کشتی پہ سامان مختلف ملّاح لائے تھے ‌‌ ‌‌ خریداری کے شائق سیکڑوں اپنے پرائے تھے

کوئی مرغی کوئی انڈا کوئی پھل مول لیتا تھا ‌‌ ‌‌ اشارے کر کے بائع مشتری سے بول لیتا تھا

خریداری بکثرت ہو رہی تھی ساز و ساماں کی ‌‌ ‌‌ تھی پانی میں نمائش گاہ قائم جیب و داماں کی

رہی قائم کئی گھنٹے یہی تفریح سامانی — تر و تازہ ہوئی آبِ بقا سے پاک دامانی
مچل کر شوق و ارماں تہنیت کے راگ گا اُٹھے — مرے جذباتِ پنہاں بیخودی میں گنگنا اُٹھے

التجائے تقرّبِ حرم

حرم سے آئی ہوا جانِ ناتواں کے قریب — جہاز آ ہی گیا آج کامراں کے قریب
وہ جلوہ گر ہوں نہ کیوں رشتہائے جاں کے قریب — کہ ہیں حدودِ حرم اب حدِ گماں کے قریب
مکانِ صاحبِ خانہ ہے میہماں کے قریب — ہے میہمانِ حرم قصرِ میزباں کے قریب
ہوئی مسافتِ دُور و دراز ختم تمام — خُدا کا شکر مسافر ہیں اب مکاں کے قریب
مسافرانِ حرم شاد ہیں جہاز میں آج — کہ خود ہے کارواں سالارِ کارواں کے قریب
نھا ناخدا یدِ قدرت جو میری کشتی کا — سمٹ کے آگیا ساحل جہازراں کے قریب
اُٹھا دے بیڑے کا لنگر ترے نثار کریم! — لگا دے ناؤ مری ساحلِ جناں کے قریب
نسیمِ صبح! ہٹا دُور، گردِ ساحل سے — ہے موجِ آبِ رواں کشتیٔ رواں کے قریب
رکھا جو خاکِ حرم پر قدم نگاہوں نے — زمینِ کعبہ نظر آئی آسماں کے قریب
ہو ربِّ کعبہ! میسّر مجھے وہ روزِ سعید — جھکا دوں سر درِ سلطانِ دو جہاں کے قریب

طوافِ کعبہ میں مصروف ہیں مرے ارماں
ضیاؔ جہاز ہے گو اپنا کامراں کے قریب

بایں حالات تسکینِ دلِ صد چاک کی مَیں نے
اعزّا کو روانہ کامراں سے ڈاک کی مَیں نے
باندازِ تکلّف مہتمم نے ڈاک خانہ کے
لفافہ پر ٹکٹ چسپاں کرائے بارہ آنہ کے
لگائے چار آنہ کے ٹکٹ ہر کارڈ پر زاید
روانہ کامراں سے اب ساری ڈاک ہو شاید
لئے مجھ سے زیادہ سات آنے اک ملّازم نے
روا اِس بے ایمانی کو رکھا دانستہ ناظم نے
ہوئے اس تحریہ سے کامراں کے ڈاکٹر رخصت
کہا نو واردوں نے سب سے اے اہلِ سفر رخصت
بالآخر پھر گیا رُخ خود بخود سوئے حجاز اپنا
چلا پھر کامراں سے جانبِ جدہ جہاز اپنا

۲- ذی الحجہ ۶۷ھ چہار شنبہ

سپیدی صبح کی بحری فضا میں ہر طرف پھیلی
فلک نے باندھ لی بکھرے ہوئے انوار کی تھیلی
یہ نورانی سحر کتنی بھلی معلوم ہوتی ہے
تجلّیِ الٰہی منجلی معلوم ہوتی ہے
سمندر آسماں کو دعوتِ نظارہ دیتا تھا
سوادِ شب کو اذنِ رخصتی ہر تارا دیتا تھا
فضائے آب پر جب عکس پڑتا تھا ستاروں کا
تو بھر جاتا تھا دامن موتیوں سے آبشاروں کا

نمایاں رحمتِ باری کے تھے آثار ہر جانب
بہشتِ آرزو کعبہ کے تھے انوار ہر جانب

نمازیں پڑھ رہے تھے مرد و زن اپنی نشستوں کی
فلک سے دیکھتے تھے اِس ادا کو انجم و اختر

عیاں تھا اضطرابِ شوق کا ہر سمت اِک عالم
نظامِ خاطرِ حجّاج تھا کچھ درہم و برہم

سمٹتے جاتے تھے بکھرے ہوئے اسباب ہر جانب
سکھائے جاتے تھے اِحرام کے آداب ہر جانب

نشستیں بستروں سے بعض خالی ہوتی جاتی تھیں
نہاں آنکھوں سے شکلیں دیکھی بھالی ہوتی جاتی تھیں

ہے روزِ چار شنبہ آج دسواں دن سفر کا ہے
خدا رکھے دماغ افلاک پر ذوقِ نظر کا ہے

اِحرام پوشی

یلملم[1] آرہا ہے ہر طرف سے نغمہ خوانی ہے
ہے تازہ جوشِ ایماں حاجیوں میں شادمانی ہے

اندھیرے سے ہجوم عام ہے سب غسل خانوں پر
ہے سرجوشی و سرمستی کا عام مہربانوں پر

نظر احرام باندھے آرہے ہیں بیشتر حاجی
دُگانے پڑھ رہے ہیں اپنی اپنی جگہ پر حاجی

مجھے بھی دی خبر یہ آکے ابراہیم سندھی نے
یلملم آج، جدّہ کل تمام احباب پہنچیں گے

---

[1] یلملم ملک یمن کا ایک پہاڑ ہے۔ ہندوستان اور یمن سے حج کو جانے والے مسافروں کے لئے حدِّ حرم کہی جاتی ہے۔ جس وقت جہاز یلملم کے سامنے سے گزرتا ہے مقررہ قواعد کے مطابق سیٹی دیتا ہے۔ تاکہ حجاج احرام پوش ہو جائیں۔

کیا معلوم ہیں نے کب یلملم کہئے آئے گا؟ کہا صاحب نے سیٹی دوپہر کو ہم بجائے گا

جہازی چائے لے کر آ گئے حجاج کے آگے تنوری روٹیاں رکھ دیں ہر اک محتاج کے آگے

پے تقسیم بھر کر بالٹی میں کھیر بھی لائے یہ فیرینی برائے عاشق دلگیر بھی لائے

شکر کی چاشنی سے کھیر میں ہوتی ہے شیرینی سفوفِ شیر سے تیار ہوتی ہے یہ فیرینی

ہے وقتِ چاشت رُوداد سفر یہ لکھ رہا ہوں میں کرونگا غسلِ نیّت دوپہر کو سوچتا ہوں میں

باذن اللہ یلملم آتے ہی احرام باندھوں گا
ہوا ممکن تو نیّت بھی قریبِ شام باندھوں گا

پہن کر ہو چکے احرام اکثر باصفا فارغ نمازِ عصر پڑھ کر ہو لیا یہ بینوا فارغ

رواں ہے صبح سے ابتک سمندر میں جہاز اپنا ہے مل جائے تمنّا دیدہ تر میں جہاز اپنا

حدِ چشمِ تصوّر تک سمندر ہی سمندر ہے مرا تنہا سفینہ ہے جو اِن پانی کے اندر ہے

ہے تا حدِ نظر یا آسماں یا نیلگوں پانی یہ ہے شانِ خدا اصلا نہیں آثار طغیانی

ارادہ تھا کہ قبلِ عصر ہم احرام باندھیں گے خدا سے اپنے عہدِ طاعتِ اسلام باندھیں گے

بجالانا مگر احرام کی تکریم مشکل ہے مذبذب اس لئے ہیں آرزوئیں مضطرب دل ہے

خیال آیا کب آئے گا یلملم پہنچئے چل کر لگائے چاروں جانب ہم نے عرشہ پر کئی چکر

کہا اک شخص نے حجّاج کے ہیں صدر عرشہ پر
اگر کچھ پوچھنا ہے پوچھئے اُن سے وہاں جاکر

گئے ہم سب سے اوپر درجۂ اوّل کی اک چھت پر
وہاں آئے نظر اہلِ شرف احرام پوش اکثر

امیر اُن مجمعِ حجّاج کے احرام بر قد تھے
قوی بازو جواں تھے حاملِ اخلاق بیحد تھے

یلملم آئیگا کس وقت تک جب مَیں نے یہ پُوچھا
تو فرمایا کہ سُورج ڈوبنے کے بعد آئیگا

نمازِ عصر میں نے مطمئن ہو کر پڑھی اپنی
وظائف پڑھ کے رُودادِ سفر پھر یہ لکھی اپنی

چُھپا سورج ڈھلا دن سایہ میں تاروں کے شام آئی
عروسِ شب لئے قدرت کا رُوحانی پیام آئی

سفینہ سے اذانوں کی صدائیں تا فلک گونجیں
یہ آوازیں نوائے عفو بن کر عرش تک گونجیں

نمازی عارضی مسجد میں بے تعداد حاضر ہیں
رکوع و سجدہ کے خلدِ نظر دلکش مناظر ہیں

ہوئے حجّاج فارغ سارے مغرب کی جماعت سے
سکونِ قلب پایا ہر نمازی نے عبادت سے

ہُوا تقسیم کھانا ہر مسافر کو سفینے میں
ہوئے مشغول اربابِ سفینہ کھانے پینے میں

بجی سیٹی یکایک زور سے پہنچا جہاز اپنا
ہُوا مائل بہ سجدہ خود بخود فرقِ نیاز اپنا

بلند اک ساتھ ہر جانب ہوئے تکبیر کے نعرے
فرشتوں نے سُنے ہر عاشقِ دلگیر کے نعرے

عجب لبّیک کے نغموں میں سرجوشی و مستی تھی
سُرور و کیف کی بارش تھی رحمت سی برستی تھی

کیا احرام فرطِ شوق سے زیبِ بدن میں نے
جبیں کو رکھ دیا سجدہ میں پیشِ ذوالمنن میں نے

پڑھے دو نفل فوراً باندھ کر احرام بندے نے
کیا یوں تازہ اپنا دین اور ایمان بندے نے

یلملم آگیا ہمدم یلملم آگیا ہمدم
باندازِ مسرت ہر طرف یہ شور تھا پیہم

ہے رُخ سوئے حرم لبیک کے لب پر ترانے ہیں
زباں پر اہلِ ملت کی خوشی کے شادیانے ہیں

یَلَملم کا خیر مقدم

پڑ گئی جسم میں جاں دم میں ذرا دم آیا
ہر طرف عام خوشی ہے کہ یلملم آیا

ڈال دی جامۂ احرام نے ہر جسم میں رُوح
نظر احباب کا مجمع خوش و خُرّم آیا

اِحرام

اِحرام پوش صاحبِ ایمان ہو گئے
ہم ربِ کعبہ اب ترے مہمان ہو گئے

حکمِ خدا سے جامۂ احرام باندھ کر
بندے خدا گواہ مسلمان ہو گئے

احرام پوش ہم ہیں خطا پوش ہے خدا
آمرزشِ گناہ کے سامان ہو گئے

لبیک کہہ کے جامۂ احرام باندھ کر
ہم فیضیابِ دولتِ ایمان ہو گئے

پڑھ پڑھ کے گردِ کعبہ کچھ آیاتِ بیّنات
ہم خوگرِ تلاوتِ قرآن ہو گئے

اللہ رے یہ شانِ مقامِ خلیلِ ربّ — سکّانِ عرش کعبہ کے دربان ہو گئے

گھر پر بُلا کے رکھیو غلاموں کی آبرو — اے بے نیاز! ہم ترے مہمان ہو گئے

قربانیوں کی رسم ادا کر گئے جاں نثار — تیری صفات وذات پہ قربان ہو گئے

حجّاج بے خبر ہیں غمِ جان و مال سے — جب تم مسافروں کے نگہبان ہو گئے

اسود کو چُومتے ہیں نگاہوں سے بار بار — اربابِ عقل و ہوش بھی نادان ہو گئے

کس نے یہ پھر اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہا — بیگانگانِ عشق بھی انسان ہو گئے

ہم دیکھ کر صحیفۂ فطرت کی آب و تاب — لذّت شناسِ معنیٔ قرآن ہو گئے

آدابِ حرم کون سکھائے غلام کو — وہ جان بوجھ کر مجھے انجان ہو گئے

لبّیک جب کہا کسی آشفتہ حال نے — دشوار تھے جو کام وہ آسان ہو گئے

محبوبِ ربِّ کعبہ! جو دیکھا ترا جلال — لات و منات بیدل و بیجان ہو گئے

جدّہ کہاں ہے ساحلِ جدّہ کہاں ہُوا — اِس بحریہ میں ہم تو پریشان ہو گئے

شورشِ جذبات

کچھ دھواں سا جو یلملم میں سفینے سے اُٹھا — شورِ لبّیک کا حجّاج کے سینے سے اُٹھا

خلشِ دُوریٔ صحرائے حرم کیا کہیے!
درد اُٹھا کبھی دل سے کبھی سینے سے اُٹھا

صفِ حجّاج نے یوں جھوم کے باندھے احرام
شورِ لبیک کے نغموں کا سفینے سے اُٹھا

ادبِ سعیِ صفا سیکھ حرم والوں سے
سُوئے عرفات و مِنیٰ پاؤں قرینے سے اُٹھا

چاہِ زمزم کی طرف جام بکف جھوم کے چل
بادہ کش! دستِ سبوگیر کو سینے سے اُٹھا

اُٹھ طوافِ حرمِ کعبہ کو زمزم پی کر
تشنہ لب! ہاتھ مئے ناب کے پینے سے اُٹھا

زندگی ہے وہی ہمدم جو ہو کعبہ میں بسر
مانگ جینے کی دُعا ہاتھ نہ جینے سے اُٹھا

بیٹھ دل تھام کے ہو رُو بحرم وقفِ سجود
خطراتِ ہمہ آفاق کو سینے سے اُٹھا

صرف سجدہ ہی اسے رہنے دے اے سجدہ گزار
سرِ تسلیم نہ اب کعبہ کے زینے سے اُٹھا

بن گئی موت بھی عاشق کی حیاتِ ابدی
میرا لاشہ بھی جو اُٹھا تو مدینے سے اُٹھا

ارضِ بطحا کی خدا ساز کشش کے صدقے
بیٹھ کر پھر نہ یہ دیوانہ مدینے سے اُٹھا

یا بنا آنکھ کے پردوں کو غلافِ کعبہ
یا حجاباتِ الٰہی! مرے سینے سے اُٹھا

گر پڑا پائے نبی پر غمِ رسوائی سے
بارِ عصیاں سرِ محشر نہ کمینے سے اُٹھا

خیر مقدم کو ملک عرشِ علیٰ سے آئے
کون یہ صاحبِ معراج کے زینے سے اُٹھا

صِلۂ نعت میں لے دولتِ عقبیٰ شہ سے
زرِ گل روضۂ اقدس کے خزینے سے اُٹھا

دے مساوات و اخوت کا ہر انساں کو سبق
ہاتھ اے مردِ خدا بُغض سے کینے سے اُٹھا

باندھ احرام ہو آمادۂ تقدیس طواف
بستر اُٹھ کے ضیا اپنا سفینے سے اُٹھا

اِحرام بندی و تلبیہ خوانی

ہے سامنے یلملم یا ہے نظر جہاں پر
لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ہے زباں پر[1]

ہے وادئ یلملم میقاتِ حدِّ کعبہ
گویا مرا سفینہ ہے ساحلِ جناں پر

احرام پوش حاجی لبیک کہہ رہے ہیں
تسبیح کے ہیں نغمے جاری زباں زباں پر

دعوت ہے داخلے کی کعبہ میں حاجیوں کو
وہ آج مہرباں ہیں ہر اپنے مہماں پر

احرام بند میں بھی کعبہ کو جا رہا ہوں
رکھنا نگاہِ رحمت مجھ زار و ناتواں پر

لاج اپنے در پڑے کی رکھنا کریم داتا!
حاضر ترا بھکاری ہے تیرے آستاں پر

احرام باندھتے ہی سجدہ میں رکھ دیا سر
پہنچا دماغ اپنا یکبار آسماں پر

---

[1] لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ۔
احرام باندھنے اور نیتِ حج کے بعد تلبیہ خوانی باآوازِ بلند مستحب ہے۔ تلبیہ خوانی لمحہ لمحہ تین تین بار کرنی چاہئے۔ بروقت تلبیہ خوانی گفتگو کرنا حتیٰ کہ جوابِ سلام دینا بھی ممنوع ہے۔ تلبیہ کے بعد اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَالنَّارِ، یہ دعا بھی پڑھنی ضروری ہے۔

مشتاقِ یک تجلی ہیں خاکبوسِ کعبہ
ہیں آپ جلوہ آرا اورنگِ لامکاں پر

مصروفِ التجا ہیں احرام پوش بندے
وہ ملتفت ہیں اپنے حجّاج کی فغاں پر

لبّیک بیخودی میں کہنے لگیں نہ موجیں
احرام باندھتا ہوں میں کشتیِ رواں پر

بیڑے کا ہے محافظ اللہ اس بھنور میں
نظریں ہیں کارواں کی سالارِ کارواں پر

اے کارسازِ عالم کر میری دستگیری
تیرے سوا نہیں ہے کوئی مرا یہاں پر

اِحرام کی سعادت میں کیا ضیا بتاؤں
لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ہے زباں پر

اعلانِ جنونِ محبّت

پہنچے کمر میں دولتِ اسلام باندھ کر
دیوانے آئے کعبہ میں احرام باندھ کر

حسنِ عمل سے ہاتھ ہیں خالی مرے کریم!
لایا ہوں میں کفن میں ترا نام باندھ کر

جی چاہتا ہے کعبہ میں کھل کر لُٹائیے
گھر سے گرہ میں لائے ہیں جو دام باندھ کر

پینا ہے ڈٹ کے خوب طہورِ بہشت آج
زمزم کو تشنہ کام چلے دام باندھ کر

اے حاجیو! نویدِ یلملم کے سامنے
پڑھیے دوگانہ نیتِ احرام باندھ کر

ذرّے حرم کے مثلِ ابوذر گرہ میں باندھے
درویش کیا کریگا زرِ خام باندھ کر

کرنے کو توبہ رکنِ یمانی کے سامنے ۔۔۔ جاتا ہوں دونوں ہاتھ سرِ شام باندھ کر

غسلِ شہیدِ عشق ہو میزابِ قدس پر ۔۔۔ پھینکو مجھے کفن سے تہِ بام باندھ کر

کوہِ اُحد پہ فاتحِ خندق کے روبرو ۔۔۔ پتھّر شکم پہ آئے ہیں خدّام باندھ کر

کھولیں گے بعدِ حج رہِ خیر الانام میں ۔۔۔ رختِ سفر جو آئے ہیں ناکام باندھ کر

عُریانیِ جنوں کا تقاضا ہے یہ ضیاؔ ۔۔۔ سجدے حرم میں کیجئے احرام باندھ کر

آدابِ حرم

اگر ہے شوقِ حج آداب بھی احرام[1] کے سُنیے ۔۔۔ فرائض حج میں ہیں کیا آپ ارکانِ اسلام کے سُنیے

نماز و نیّت و غسل و دُعا ہر چیز افضل ہے ۔۔۔ برائے حج، مگر احرام پوشی فرضِ اوّل ہے

یہی احرام ہے سب کو اخوّت جو سکھاتا ہے ۔۔۔ یہی ہے فرقِ نسل و رنگ جو دل سے مٹاتا ہے

مٹاتا ہے یہی احرام تفریقِ من و تو کو ۔۔۔ ملاتا ہے یہی احرام غیر و خویش ہر دو کو

[1] آدابِ احرام:۔ حجامت بنوانا۔ زیرِ ناف بالوں کا لوزہ یا اُسترے سے صاف کرنا۔ سر پر بال ہوں تو ان کو کنگھی سے درست اور صاف کرنا۔ احرام کی نیّت کرنا اور احرام کی نیّت سے غسل کرنا اور اگر غسل سے اندیشۂ نقصان ہو تو وضو کرنا۔ غسل کے بعد سلے ہوئے کپڑے نہ پہننا۔ محض احرام باندھنا۔ احرام میں صرف ایک تہمد جو ناف سے ٹخنہ تک ہو باندھے اور چادر کاندھے سے اوڑھے دوسرے کاندھے پر دومالہ مارے۔ بحالتِ احرام میں قطعاً برہنہ رہے۔ اگر سر پر کپڑا پڑ جائیگا تو ایک راس کی قربانی واجب ہو جائیگی۔ دو رکعت نماز نفل احرام کی نیّت سے پڑھنا۔ نیّتِ احرام کی حج محض یا حج و عمرہ کی نیّت کرنا۔

یہی احرام ہے وہ سادہ وہ محمود پیراہن
نہ جیب و آستیں جس میں نہ جس میں تکمہ و دامن

یہی احرام ہے شاہ و گدا جس کو پہنتے ہیں
اسی احرام سے ما و شما یک رنگ بنتے ہیں

سکھاتا ہے یہی احرام ذوقِ سادگی سب کو
اسی سے قربِ حق کی ہوتی ہے آمادگی سب کو

فقط اک تہمد اک چادر ہیں دو احرام کے کپڑے
یہی دو وقتِ حج ہوتے ہیں خاص و عام کے کپڑے

یہی احرام اسبابِ تعیّش سے بچاتا ہے
یہی احرام راہِ قربِ حق سب کو دکھاتا ہے

نہیں احرام کی حالت میں جائز جنگ و صیّادی[1]
عبادت اور ریاضت حج میں زیبا ہے یہ آزادی

یہی احرام ہے جس کو لباسِ عاشقی کہیے
اسی احرام کو لذّت شناسِ عاشقی کہیے

[1] منہیاتِ احرام:۔ جماع اور لوازماتِ جماع و اختلاط سے پرہیز۔ بدنگاہی۔ فحش گوئی۔ فسق و فجور۔ جنگ و جدال قتل و قتال سے قطعاً حذر کرے۔ شکار نہ خود کرے نہ شکار کی سراغرسانی کرے۔ نہ شکاری کی اعانت کرے۔ حرم کے حدود میں درخت نہ کاٹے۔ خوشبو لگانا۔ حجامت بنوانا۔ ناخن و بال ترشوانا۔ سر کو یا منہ کو ڈھانکنا سر پر کپڑا ڈالنا۔ اوندھے منہ تکیہ پر ماتھا رکھنا۔ سِلے ہوئے کپڑے کرتا۔ پاجامہ۔ اچکن۔ صدری۔ پگڑی۔ ٹوپی۔ موزہ۔ فل بوٹ پہننا ممنوع ہے۔ غسل بہ نیّتِ طہارت یا خنکی کر سکتا ہے لیکن میل کچیل دھونے کی نیّت سے نہیں۔ داڑھی کا بال توڑنا۔ جُوں مارنا۔ کسی ذی روح کو مارنا منع ہے۔ عورت کا احرام بھی مردوں کی طرح ہے بجز اس کے کہ عورت سلے ہوئے کپڑے اور جرابیں پہن سکتی ہے اگرچہ ٹخنے چُھپ جائیں۔ عورت کو چہرے پر کپڑا ڈالنا یا پنکھا رخساروں سے مس کرنا جائز نہیں۔ عورت کو پردہ اس طرح کرنا چاہیئے کہ کپڑا بالغات چہرہ سے مس نہ ہو۔ عورت حیض و نفاس کی حالت میں احرام پوشی کے وقت نماز نہ پڑھے۔ غسل صفائی کر سکتی ہے۔

پنجشنبہ ۲- ذی الحجہ سنہ ۶۸ ہجری - ۷- اکتوبر سنہ ۴۸ عیسوی

جدّہ کی آمد

نسیمِ صبح بطحا لے کے یہ دل کش خبر آئی — اُٹھو اے سونے والو اب وہ پاکیزہ سحر آئی

تمنّا جس کی تھی اے خوش نصیبو تم کو مدّت سے — رہا کرتے تھے تم بیچین جس کے دردِ فرقت سے

مبارک ہو کہ اب جدہ کا ساحل آنے والا ہے — درِ کعبہ مقامِ خلد منزل آنے والا ہے

اٹھو اے سونے والو ہوش میں آؤ وضو کر لو — نگاہوں کو بانداز عقیدت قبلہ رُو کر لو

نمازِ صبح سے پہلے وظائف پڑھ لئے مَیں نے — وفورِ بیخودی میں شکر کے سجدے کئے مَیں نے

تہجّد سے سحر تک بیٹھے بیٹھے وقت گزرا تھا — اثر دل پر نمازِ صبح میں کچھ امتلا کا تھا

فلک سے نور کی برسی بھرن صبحِ طرب آئی — خدا کا شکر سرحدِ گلستانِ عرب آئی

سفینہ وجد میں آ کر جھکولے کھائے جاتا تھا — تلاطم بیخودی میں بحر پہ پرچھائے جاتا تھا

لبِ ساحل پہنچنے کی گراں تھیں قلب پر گھڑیاں — نہیں روکے سے رکتا تھا کسی کا جذبۂ پنہاں

بالآخر دس بجے کے وقت جدّہ سامنے آیا — کسی کا لطف ہم گرتے ہوؤں کو تھامنے آیا

مچا غُل ہر طرف الحمدللہ آگیا جدّہ — اُمیدوں پر فضائے خلد بن کر چھا گیا جدّہ

مگر لنگر سفینہ رُک گیا وسطِ سمندر میں / کہ گنجائش نہیں ہے بحر پہ رُکنے کی بندر میں

چلا کچھ ڈگمگاتا۔ جھومتا۔ مدّھم جہاز اپنا / رہا ناکام سب حُسنِ مذاقِ جلدبازاپنا

جہاز آئے ہوئے کچھ اور ٹھہرے تھے سمندر میں / لگے تھے جابجا یہ آہنی ڈیرے سمندر میں

ٹھہرتے ہی سفینہ کشتیوں کا اژدہام آیا / برائے باربرداری گروہِ حبش فام آیا

کچھ افسر چڑھ گئے عربی حکومت کے سفینے پہ / سپاہی کچھ حفاظت کو رہے استادہ زینے پر

پڑی تھی ایک ہلچل ہر طرف سارے سفینے میں / نظر آتے تھے اکثر خالی گہوارے سفینے میں

قُلی نیچے سے اوپر لاد کر سامان لاتے تھے / یہاں سے باندھ کر رستی میں کشتی میں گراتے تھے

بہت سے بکس ٹوٹے، گٹھڑیاں بستر ہوئے زائل / ہوئے بربادیٔ اسباب سے حاجی شکستہ دل

مسافر کوششیں آگے نکل جانے کی کرتے تھے / بہت سے لوگ ٹھکراتے ہوئے سامان گزرتے تھے

حفاظت سے مرا ساماں بھی پہنچا ناؤ کے اندر / مجھے لے کر سمندر میں چلا اک تیز اسٹیمر

یہ اسٹیمر کنارے پر قریب دوپہر پہنچا / خدا کا شکر یہ عاجز بھی بندرگاہ پر پہنچا

ہیں خوش منظر عماراتِ حسین جدّے کے ساحل کی / یہاں ہوتی ہے تفریحِ نظر اربابِ محفل کی

یہ ساحل ہر نظر کو خوشنما معلوم ہوتا ہے
اقامت گاہِ خاصانِ خُدا معلوم ہوتا ہے

جدّہ

گلشنِ پُر بہار ہے جدّہ — چمن برگ و بار ہے جدّہ

ہے گزرگاہِ مجمعِ خُوباں — نازشِ روزگار ہے جدّہ

اس کے دامن میں ہے خزانۂ آب — زیرِ کفِ آبشار ہے جدّہ

ہے یمِ آب سبز سے سرسبز — ہمہ تن سبزہ زار ہے جدّہ

کشتیِ اہلِ کارواں کے لئے — ساحلِ خوشگوار ہے جدّہ

صحن بابِ حریمِ کعبہ ہے — حرمِ نُور بار ہے جدّہ

رحمتیں رات دن برستی ہیں — ظلِّ پروردگار ہے جدّہ

ہے میانِ مدینہ و مکّہ — کیا مبارک دیار ہے جدّہ

زائرانِ درِ نبیؐ کے لئے — اِک حسیں رہگزار ہے جدّہ

عاشقانِ خدا کا مسکن ہے — اِس شرف پر نثار ہے جدّہ

مرحبا لطفِ حق سے آج ضیاؔ
اپنا دار القرار ہے جدّہ

خدا کا شکر محبوبِ خدا کا ایک شیدائی — حرم کی سرزمیں پر آج ہے صرفِ جبیں سائی

کہاں اک بندۂ بیکس کہاں یہ گلشنِ جدّہ — ہے فردوسِ نظر، فردوس زیرِ دامنِ جدّہ

اُتارا میرے اسٹیمر نے لاکر مجھ کو ساحل پر — خوشی کا جوش تنہائی کا تھا کچھ کچھ اثر دل پر

نگاہیں محو تھیں نظارۂ حسنِ عمارت پر — عجب تھا کیفِ سرمستی عیاں رنگِ طبیعت پر

برہنہ پاؤں تھا میں تپ رہا تھا فرشِ ساحل کا — یہ کیا کہئے کہ تھا اُس وقت کیا عالم مرے دل کا

ہجومِ رہروانِ کعبہ تھا ساحل پہ ہر جانب — بمجبوری رُکے تھے لوگ اس منزل پہ ہر جانب

یہی خواہش ہر اک حاجی کی تھی پہلے نکل جائے — ملے موقع تو دربانوں سے کوئی چال چل جائے

نکلنے کو نظر آئی نہ جب تعجیل کی صورت — دکھائی دی مجھے مولانا اسمٰعیل[1] کی صورت

تنِ بے جاں میں آئی جان اسمٰعیل کو دیکھا — جہاں بر کف فضائے عالمِ تخئیل کو دیکھا

اشاروں میں بعجلت حل ہوئیں دشواریاں ساری — اُمیدوں آرزوؤں پر ہوا اک کیف سا طاری

میں فوراً سطحِ بندرگاہ سے باہر چلا آیا — اخی محترم کو محض اپنا منتظر پایا

سپرد اپنے مُعلّم کے سند کی راہداری کی — ذبیحِ محترم نے مُستقل حاجت برآری کی

---

[1] اخِ گرامی حضرت مولانا محمد اسمٰعیل بخش صاحب ذبیح بدایونی مہاجر مکّی۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عزیز بخش صاحب قادری صابری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہجرت کرکے مکّہ معظمہ آگئے۔ عرصہ دراز تک آپ حرم شریف کے انجنیر رہے۔ اب تین ہزار ریال سالانہ پنشن پاتے ہیں۔ محلّہ جیاد میں مستقل سکونت رکھتے ہیں۔

پلٹ کر راہِ دیگر سے پھر آئے سطحِ ساحل پر — تمام اسباب اپنا، اپنی کشتی سے کیا باہر

سرِ ساحل اخی محترم کا حکم جب پایا — قلی ساحل سے سب اسباب باہر میرا لے آیا

ذبیح باکرم مجھ سے ہوئے کچھ دیر کو رخصت — انہیں ملنے کی دی تھی اور کچھ احباب نے دعوت

زہے خلق و کرم وہ میرے استقبال کو آئے — زخود کعبہ سے لینے اک شکستہ حال کو آئے

شہر جدّہ

ہے جدّہ بابِ مکّہ مرکزِ اہلِ عقیدت ہے — یہ بندرگاہ اس ارضِ حرم کی ایک جنّت ہے

یہ شہرِ مختصر غایت حسیں ہے خوبصورت ہے — بلند و خوشنما سنگیں یہاں کی ہر عمارت ہے

مکانات و محل اونچے یہاں ہیں پانچ منزل تک — ہے آبادی یہاں کی رُو کش گلزار ساحل تک

نظر آتے ہیں سطحِ بحر سے مینار مسجد کے — سپید و صاف ہیں بام و در و دیوار مسجد کے

سفینے جبکہ ساحل کے قریں معلوم ہوتے ہیں — مناظر شہر جدّہ کے حسیں معلوم ہوتے ہیں

یہاں ہیں نزدِ بندرگاہ اکثر قونصل خانے — حسیں ہیں خوشنما ہیں سارے بنگلے سارے کاشانے

پُرانی وضع کے بازار زیرِ سائباں سب ہیں — بغیرِ صحن و روشنداں یہاں کہنہ مکاں سب ہیں

عرب افراد کی ہے شہر میں مخلوط آبادی — تمام اقوام کے افراد ہیں مائل بہ آزادی

ہے جدہ کا ہر اک بازار اک مرکز تجارت کا
یہاں رہتا ہے مجمع روز ارباب امارت کا

بکثرت موٹریں ہر راہ پر دن رات چلتی ہیں
صفیں اہلِ شرف کی سیرِ ساحل کو نکلتی ہیں

ضرورت کی یہاں ہر چیز بازاروں میں ملتی ہے
مگر جنسِ وفا ہندی خریداروں میں ملتی ہے

یہاں اک سمت موٹر لاریوں کا شہر بستا ہے
کرایہ جن کا جتنا بھی گراں کہئے وہ سستا ہے

یہاں سے راہِ بیت اللہ سب حجّاج پاتے ہیں
مدینے کے بھکاری دولتِ معراج پاتے ہیں

حجّاج کی حالت

جہاز آتے ہیں مصر و ہند سے جدہ کے ساحل پر
نظر آتے ہیں صدہا کارواں ہر راہ و منزل پر

جہازوں سے اُتر کر جس قدر حجّاج آتے ہیں
معلّم کے بکثرت کارکن ساحل پہ پاتے ہیں

سندے لیتے ہیں حجّاج سے یہ راہداری کی
خوش اسلوبی سے کرتے ہیں اعانت ہر سواری کی

تمام اسباب کشتی سے اُتروا تے ہیں خود جاکر
ہر اک حاجی کو خود لاتے ہیں بندرگاہ سے باہر

سواری بار برداری کا نظمِ خاص کرتے ہیں
تواضع میہمانوں کی بصد اخلاص کرتے ہیں

مسافر سب جب آجاتے ہیں ایوانِ معلّم پر
نظر رہتی ہے اُن کی لطف و احسانِ معلّم پر

کفالت کارکُن خُدّام کی جب ختم ہوتی ہے ‏ ‏ ‏ مدارات تصنّع آفریں سب ختم ہوتی ہے

غریبوں سادہ لوحوں کا یہاں پُرساں نہیں کوئی ‏ ‏ ‏ مُعلّم کی نظر میں جُز غنی انساں نہیں کوئی

تونگر کیلئے راحت بھی ہے گھر بھی ہے کھانا بھی ‏ ‏ ‏ نہیں ملتا مگر نادار کو تو آب و دانا بھی

غرض اس کس مپرسی کی فضا میں گردنیں ڈالے ‏ ‏ ‏ پڑے رہتے ہیں سڑکوں پر مع ساماں خدا والے

معلّم جب قدم دفتر میں اپنے آکے دھرتے ہیں ‏ ‏ ‏ وصول اک اک نفر سے پانچسو کے نوٹ کرتے ہیں

حکومت پہلے ہر حاجی سے حج کا ٹیکس لیتی ہے ‏ ‏ ‏ اجازت حج بیت اللہ کی اس کے بعد دیتی ہے

سعودی سلطنت نے ٹیکس یہ حج پر لگایا ہے ‏ ‏ ‏ ترانہ سُنّت و بدعت کا برسوں جس نے گایا ہے

ادائے فرض پر ہے ٹیکس قائم کیا قیامت ہے ‏ ‏ ‏ یہ اسلامی حکومت خاک اسلامی حکومت ہے

خدا کی راہ میں جو باخدا گھر سے نکلتے ہیں ‏ ‏ ‏ یہ جَورِ ناروا راہِ خدا میں سہتے چلتے ہیں

حرم کی جستجو میں قافلے خانہ بدوشوں کے ‏ ‏ ‏ باندازِ جنوں انبوہ یہ احرام پوشوں کے

معلّم کے ترحّم پر بسر جدّہ میں کرتے ہیں ‏ ‏ ‏ پڑے رہتے ہیں راہوں پہ نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں

عجب اللہ رکھے شان دیوانوں کی ہوتی ہے
خدا والوں کی سج دھج سب مسلمانوں کی ہوتی ہے

آپ بیتی

بارشادِ ذبیح مُحترم یہ بندۂ بے زر — چلا جدّہ کو گاڑی پر تمام اسباب لدوا کر
معلّم کے مکاں پر مجھ کو گاڑیبان لے آیا — بمشکل میں نے سب سامان گاڑی سے اُتروایا
معلّم تھا نہ کوئی کارکُن پُرساں یہاں اپنا — زمیں تھی فرش یا اپنی مِلک تھا سائباں اپنا
یہاں مجھ کو میسّر کچھ نہ کھانا تھا نہ پانی تھا — پڑا تھا خاک پر بستر میں صرف پاسبانی تھا
خیال آیا کہ بسکٹ پاس ہیں کچھ ناشتا کیجے — لگی ہے بھوک شدّت کی برائے لگن کھا لیجے
مرے ہاتھوں میں بسکٹ دیکھتے ہی آٹھ دس سائل — ہوئے چاروں طرف سے دوڑ کر میری طرف مائل
تھے میرے ہاتھ میں جو چند بسکٹ دے دئے اُن کو — بھنائے تھے جو پیسے نذر کچھ وہ بھی کئے اُن کو
اسی عالم میں یہ وحشی صفت شیدائی کعبہ — کھڑا تھا اِس تخیّل میں کہ ہو کب راہیٔ کعبہ
یکایک شیخ اسمٰعیل مولانا نظر آئے — مجھے دیکھا تو یہ جملے بلُطفِ خاص فرمائے
ابھی تک تم یہیں موجود ہو سامان بھی رکھا ہے — معلّم کیوں فرائض سے ہے غافل ماجرا کیا ہے
حسن[1] نثار کو جا کر ذبیح محترم لائے — مرا اسباب خود اُٹھوا کے جو دفتر میں لے آئے

[1] حسن نثار جواں عمر مکّی عرب ہیں۔ آپ بعض مطوّفین و معلّمینِ حرم کی جانب سے جدہ میں بطور وکیل کام کرتے ہیں۔

سن نثار مرد مخلص و سنجیدہ فطرت ہیں — جوان تیز دست با وجاہت نیک خصلت ہیں

ی دفتر میں شب بھر میں رہا آرام و راحت سے — یہیں اسباب بھی رکھا رہا میرا حفاظت سے

یال اک دیکے اک شبری[2] کرایہ پر فراہم کی — بس اس طرح ہم نے رات یہ بے کیفیت بے کم کی

سافر کعبۂ اقدس کا ہے شب باش جدّہ میں — ہوائے گلشنِ فردوس ہے گل پاش جدّہ میں

احبابِ بدایوں سے ملاقات

مجھے ہے یاد اب تک کیف اُس وقتِ ہمایوں کا — ملا جدّہ میں جب اک قافلہ مجھ سے بدایوں کا

ملے سب بعد مجھ سے یہ اہلِ وطن میرے — رہے تھے بعض اُن میں سے شریکِ انجمن میرے

ملے اقبال[3]، احمد خان[4]، شفقت[5] اور غنی[6] مجھ کو — ہوئی اہلِ وطن کی دید سے بے حد خوشی مجھ کو

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۰۰) مؤلف کے معلّم سراج سلطان کی جانب بھی آپ ہی دکیل ہیں۔ آپ ہی نے ساحل پر پاسپورٹ لیا تھا اور ٹیکس و کرایہ لاری کے پانچسو روپے آپ ہی نے جمع کئے ۔ آپ ہی نے جدہ سے لاری میں سوار کرایا۔

[1] ریال حکومت عرب کا چاندی کا سکّہ جو ایک روپیہ کے برابر ہوتا ہے ۔

[2] شبری تقریباً ۲ فٹ اونچے پاؤں کی چارپائی ہوتی ہے جو اونٹ کے دائیں بائیں باندھی جاتی ہے

[3] شیخ اقبال رسول صاحب زمیندار عبد اللہ گنج پرگنہ اوجھانی ضلع بدایوں۔

[4] ملّا احمد جان صاحب ساکن حسن پور۔

[5] شیخ شفقت اللہ صاحب ٹھیکہ دار بدایوں ۔

[6] شیخ عبد الغنی صاحب ساکن سکھایوں ۔

اعزا بمبئی سے چل کے یہ خسرو میں آئے تھے
انھیں احباب نے مجھ سے ٹکٹ[1] اپنے منگائے تھے

اسی شب کو مگر اہلِ وطن یہ سامنے میرے
روانہ ہو گئے سوئے حرم مجھ سے بہت پہلے

ہوئے جدہ میں آ کر رازِ حج یہ خود بخود افشا
کہ حاجی مطلقاً محکوم ہوتا ہے معلّم کا

خوشی اپنی بطورِ خود وہ پوری کر نہیں سکتا
مہیا کوئی سامانِ ضروری کر نہیں سکتا

جدّہ اور نمازِ جمعہ

ہوئی جب صبح طالع حسرتوں کے یہ تقاضے تھے
نمازِ جمعہ کعبہ میں کسی صورت ادا کیجے

بہت کافی سحر سے وقت تھا مکّے پہنچنے کا
معلّم چاہتا تو یہ سفر ہر آن ممکن تھا

مگر یہ التجا نا قابلِ حسنِ توجّہ تھی
معلّم کی زباں پر اک صدا تھی صرف انجن کی

کلیجہ تھام کر ہم رہ گئے اس کس مپرسی پر
ہوا کوئی اثر اصلا نہ مختارانِ شاہی پر

قریب دوپہر بازار میں بہرِ طعام آئے
یہاں سے جمعہ پڑھنے سوئے مسجد شاد کام آئے

یہ مسجد مسجدِ جامع ہے ارفع ہے کشادہ ہے
تکلّف سے تصنّع سے بری ہے صاف سادہ ہے

---

[1] بدایوں میں میرے ارادۂ سفر کی خبر پا کر بہت سے احباب موصلات و شہر کے میرے ہمراہ چلنے پر مصر ہوئے۔ چنانچہ دس حضرات نے سو سو روپے کے منی آرڈر مجھے کراچی خریداری ٹکٹ کے لئے بھیجے۔ چونکہ پرمٹ سسٹم جاری ہو چکا تھا۔ اس لئے میں نے منی آرڈر واپس کر دئے اور یہیں سے روانگی کی ہدایت کی۔

اسی مسجد کے اک گوشہ میں ہے اک حوض پانی کا
مرقع ہے جو تہذیب گزشتہ کی نشانی کا

تھی آب حوض سے نزدیک تر جو حوض کی نالی
نظر نالی میں آئی گندگی ہی گندگی خالی

یہاں آنکھوں کو پہلی بار یہ منظر نظر آیا
لب حوض ایک جلشی آدمی پیشاب کر آیا

کھلے بندوں کیا ناداں نے پھر استنجہ نالی پر
یہ بے شرمی گراں گزری نہایت طبع عالی پر

رویہ بعد کو پھر بدویوں کا بارہا دیکھا
حیاو شرم کا اُن میں نہیں احساس ہی اصلا

کثافت ہی کثافت حوض کے چاروں طرف پائی
نہیں اصلا صفائی کچھ یہاں ہم کو نظر آئی

نماز نفل مسجد میں پڑھی بعد وضو آکر
نظر قبل نماز آیا انوکھا دوسرا منظر

ملازم نے حسن نثار کے شانہ کو جنبش دی
نماز اپنی بالآخر ختم ہم نے جلدی جلدی کی

کہا اُس طفل نے چھوڑو نماز آؤ چلو باہر
حسن باہر کھڑے ہیں منتظر، تیار ہے موٹر

حسن کی ہے یہ مسجد پہ فہمائش چلو جلدی
بہت تاخیر کر دی آپ نے جانے کو ہے لاری

مرا ساماں روانہ ہو چکا تھا اور لاری میں
سفر تھا مختصر لیکن حکومت کی سواری میں

بالآخر میں نے لاری میں جگہ پائی بدشواری
ہر اک مرد خدا پر ہو رہا تھا یہ گدا بھاری

حسن لاری میں ہم کو ٹھونس کر ہم سے ہوئے رخصت
دکھائی پھر نہ چلتے وقت تک سرکار نے صورت

وہی دو گھنٹے تک لاری اسی حالت میں استادہ
ہوا موٹر چلانے پر نہ موٹر بان آمادہ

نمازِ جمعہ پڑھنے دی نہ جدہ میں بھی ظالم نے
جفا کی اور بالائے جفا یہ کیسی ظالم نے

روانگیِ مکّہ مُعظّمہ

جانبِ کعبہ جا رہا ہوں مَیں
دِل کو کعبہ بنا رہا ہوں مَیں

آرزوئے طوافِ کعبہ ہے
رُو بہ قبلہ ہوں جا رہا ہوں مَیں

لب پہ لبّیک کے ترانے ہیں
صبح سے گُنگنا رہا ہوں مَیں

دیکھ کر اوج اپنی قسمت کا
خود بخود مُسکرا رہا ہوں مَیں

حجِ مقبول کی تمنّا میں
برسوں تُحفِ دُعا رہا ہوں مَیں

جسمِ عُریاں پہ باندھ کر احرام
عیب اپنے چُھپا رہا ہوں مَیں

راہِ دُور و دراز طے کر کے
دَولتِ قُرب پا رہا ہوں مَیں

مُدّتوں اپنے دل کے گوشوں میں
صورتِ مُدّعا رہا ہوں مَیں

گھر میں اللہ کے کروں سجدے
گھر سے اُس دُھن میں آ رہا ہوں مَیں

ہاتھ میں ہے غلاف کعبہ کا
شکر کے گیت گا رہا ہوں مَیں

ہوں ضیاؔ شادماں کہ جدّہ سے
آج کعبہ کو جا رہا ہوں مَیں

ہے روزِ جمعہ وقتِ سہ پہر ہے سخت گرمی ہے
جگر میں ہے حرارت چشمِ تر ہے دل میں نمی ہے

لرزتا ہے بدن رُعب و جلالِ حضرتِ حق سے
ہے استغفار و توبہ ہر نفس خلّاقِ مطلق سے

طوافِ کعبہ کرتے جا رہا ہے آہ وہ انساں
ہے جس کا ہر بُنِ موئے بدن اک پیکرِ عصیاں

لہو بن کر پسینہ جسم کا سر سے ٹپکتا ہے
ہے شرمِ معصیت سے چشم پُرنم دل دھڑکتا ہے

زباں پر گاہ توبہ گاہ استغفار ہے لب پر
تمام اعمالِ زشت و بد کا خود اقرار ہے لب پر

گنہگار و خطاکار و سیہ اعمال سودائی
تہی دامان شکستہ دل پریشاں حال سودائی

امیدِ مغفرت میں جانبِ کعبہ روانہ ہے
تلاشِ رحمتِ ربّ مدّعا ہے حج بہانہ ہے

اسی عالم میں ہیں لبّیک کے وردِ زباں نغمے
یہی ہیں در حقیقت حاصلِ سوزِ نہاں نغمے

رواں تیزی سے موٹر ہے سڑک ہموار ہے ساری
مسافر کو نہیں ہے راہ چلتے کوئی دشواری

سُنا ہے یہ سڑک مصری حکومت نے بنائی ہے
رقم تعمیر میں اوقافِ سابق کی لگائی ہے

یہ کارِ خیر وہ ہے اجر ہے جس کا قیامت تک
رسائی بانیانِ راہ کی ہے باغِ جنّت تک

ہے پُختہ راستہ یہ تا حدِ آبادیٔ مکّہ
سفر کر لیتے ہیں طے دم زدن میں راہیٔ مکّہ

پہاڑی سلسلے دونوں طرف حدِ نظر تک ہیں
جبالِ خشک یہ اللہ کے مسعود گھر تک ہیں

منازل راہ میں ہیں جا بجا چلنے ٹھہرنے کو — پولیس کی چوکیاں بھی ہیں حفاظت سب کی کرنے کو

قریب عصر لاری آ گئی مکّہ کی سرحد پر
ہوا اک جدطاری عاشقانِ ذاتِ ایزد پر

لبِ حجّاج سے لبّیک کا برجستہ غل اُٹھا — حرم کی یاد میں ہر عاشقِ شاہِ رُسل اُٹھا

ہے یہ وا ایک گھنٹے کا سفر جدّہ سے مکّہ تک — عجب جنّت نشاں ہے رہگزر جدّہ سے مکّہ تک

معلّم کے مکاں تک آنے والی لاریاں پہنچیں — حضورِ ربّ کعبہ بیکسوں کی زاریاں پہنچیں

مُطوّف جا بجا راہوں پہ استادہ نظر آئے — نظر کے سامنے اہلِ حرم کے بام و در آئے

معلّم محوِ استقبالِ عُشّاقِ الٰہی تھے — عیاں طرزِ تکلّم سے نشانِ خیر خواہی تھے

مسافر رہگزر پر لاریوں سے سب اُتر آئے — سڑک پر خاص کارندے معلّم کے نظر آئے

یہ عاجز بھی سواری سے اُتر کر محوِ حیرت تھا — مُعلّم سے تعارُف دیکھئے کس طرح اب ہوگا

قریب اپنے مجھے محمود[1] کی صورت نظر آئی — دلِ خود رفتہ نے اک لذّتِ صبر و سکوں پائی

کہا محمود نے مجھ سے کہ یہ عورت جو آئی ہے — معلّم کی فرستادہ تمہیں لینے کو آئی ہے

---

[1] شیخ محمود صاحب عربی نژاد و نوجوان صاحبزادہ ہیں۔ حضرت اسمٰعیل الذبیح کے پرورش یافتہ ہیں۔ انہیں کے یہاں رہتے ہیں۔ فی الحال موٹر ڈرائیور ہیں۔ برادرِ محترم نے ملاقات کرائی۔ میرا تمام سامان محمود صاحب نے ہی جدّہ سے مکّہ معظمہ اپنی لاری پر پہنچایا۔

ہے یہ محمود۔ اسمٰعیل کا آغوش پروردہ   جواں عمر اور اُردو داں کسی کا تربیت کردہ

سراج الدین سلطاں نام ہے میرے معلّم کا   نہایت منضبط ہر کام ہے میرے معلّم کا

چلا عورت کے پیچھے پیچھے میں سلطاں کے گھر کو   مگر جوشِ توحش تھا نہایت قلبِ مضطر کو

زمینِ مکّہ پر آنکھوں کے بل چلنے کی حسرت تھی   یہاں ہر رہگزر میرے لئے گلزارِ جنّت تھی

سراج اپنے مکاں سے غیر حاضر تھے میں جب پہنچا   درونِ خانہ رُک رُک کر بہ تعظیم و ادب پہنچا

نہایت صاف اُردو میں کہا یہ اہلِ خانہ نے   یہاں اسباب لے کر کیوں نہ آئے آپ کیا جانے

کہا میں نے مرا اسباب اسمٰعیل کے گھر ہے   ذبیح محترم میرا بدایونی برادر ہے

نمازِ ظہر پڑھنے کے لئے جب عرض کی میں نے   کہا ہے وقت باقی آپ فوراً فرض پڑھ لیجے

اذانِ عصر کعبہ میں ابھی تک ہو نہ پائی تھی   مقدّر میں ادا پڑھنا نمازِ ظہر آئی تھی

پڑھے میں نے بجائے کعبہ فرضِ ظہر اس گھر میں   قضا ہونے کا اب خطرہ نہ تھا کچھ قلبِ مضطر میں

نمازِ ظہر سے میں نے فراغت اس طرف پائی   اُدھر اک مردِ خوش اندام کی صورت نظر آئی

صدا پردہ سے آئی ہیں یہ اسمٰعیل کے بھائی   سحر سے فکر تھی جن کی تمہارے قلب پر چھائی

کہا میں نے کہ یا حضرت ضیاء القادری ہوں میں   حرم میں آج حاضر اے زہے خوش قسمتی ہوں میں

سراج اپنا بتایا نام مجھ کو میرے رہبر نے   کیا پھر چائے نوشی کا تقاضا بندہ پرور نے

کہا میں نے مقدم ہے طوافِ کعبہ کر لینا — پھر اس کے بعد میری تشنہ کامی کی خبر لینا

بعجلت ان کی ہمراہی میں گھر سے میں نکل آیا — محل پر بھائی اسمٰعیل کے پھر بر محل آیا

ذبیحِ محترم کو تھی سحر سے جستجو میری — ابھی حامد میاں سے ہو رہی تھی گفتگو میری

باطمینان میں ایوانِ لُطف و جُود تک پہنچا — بحمد اللہ مسافر منزلِ مقصود تک پہنچا

کعبہ

اللہ اللہ شرف و عزّ و علائے کعبہ — خالقِ کعبہ ہے خود صرفِ ثنائے کعبہ

خلد بر کف نظر آتی ہے فضائے کعبہ — تابشِ عرشِ معلّٰی ہے ضیائے کعبہ

وقفِ ہر عزّت و عظمت ہے برائے کعبہ — پرچمِ نصرتِ باری ہے لوائے کعبہ

جلوہ گر آنکھ میں ہے نورِ خدائے کعبہ — چشمِ مشتاق ہے مائل بہ لقائے کعبہ

موجزن قلب میں ہے جوشِ ولائے کعبہ — حاضرِ کعبۂ انور ہے گدائے کعبہ

اے میں قربان شرف ادنیٰ بے آب و گیاہ — ہے بہارِ چمنِ خلد فدائے کعبہ

ساغرِ آبِ بقا کوزۂ آبِ زمزم — زندگی بخشِ جہاں آب و ہوائے کعبہ

بیتِ معمور فرشتوں کا عبادتخانہ — قبلۂ جنّ و بشر سجدہ سرائے کعبہ

مہبطِ نورِ خدا قبلۂ عالم ہے یہی — کیوں کہیں سر کو جھکادوں میں سوائے کعبہ

یادگارِ ابدِ آثارِ خلیلِ رحماں — قبلہ و قبلہ نما بابِ عطائے کعبہ

مدّتوں بعد ہوئی مسجدِ اقصیٰ تعمیر — پہلے قائم ہوئی دُنیا میں بنائے کعبہ

بیتِ معمور پہ ہے عرشِ خدا کا سایہ — سرِ اسلام پہ ہے ظلِّ ردائے کعبہ

جس کو کہتے ہیں بعنوانِ ادب ہم زمزم — ہے یہ اے تشنہ لبو آبِ بقائے کعبہ

امّتِ ساقیِ کوثر کا ہے مکّہ مرکز — ہر مسلمان ہے سرشارِ ولائے کعبہ

چُومتا ہے کوئی عاشق حجرِ اسود کو — کوئی آنکھوں سے لگاتا ہے ردائے کعبہ

شورِ لبّیک کی ہے گونج حرم سے تا عرش — دُور رس کتنی ہے آوازِ گدائے کعبہ

حج کا ارماں ہے مدینہ کی تمنّا ہے ضیاؔ — ہے زمیں بوسِ حرم مدح سرائے کعبہ

بیتِ اسمٰعیل

مرے ہمراہ سلطاں[1] بیتِ اسمٰعیل[2] پر آئے — مجھے دیکھا تو سب یار و احبّا خوش نظر آئے

ہوئے یکسو مکاں آکر تو ائے منتشر میرے — یہاں حامد میاں[3] زاہد میاں[4] تھے منتظر میرے

---

[1] معلم سراج سلطان۔ [2] مکان محمد اسمٰعیل ذبیح۔ [3] مولٰنا عبدالحامد قادری۔ [4] مولٰنا زاہد میاں فرزند مولٰنا عبدالحامد۔

کراچی میں مجھے حامد میاں پہنچانے آئے تھے
مگر مکہ میں مجھ سے پیشتر تشریف لائے تھے

سفینہ سے یہ عاجز، آپ طیارہ سے اُڑ آئے
ملا اہلِ وطن سے میں سفر کے سب مزے پائے

جہاز آنے سے پہلے مجھ کو لینے آپ آئے تھے
مگر اس روز جدہ تک مسافر آنہ پائے تھے

یہاں اک روز کی تاخیر سے میرا جہاز آیا
نظر جدہ میں بابِ رحمتِ حق مجھ کو باز آیا

ذبیح محترم نے کی تواضع چائے نوشی کی
خدا نے آبرو رکھ لی مگر میری خموشی کی

کہا میں نے طوافِ کعبہ کرنا ہے ابھی مجھ کو
باندازِ طرب سب نے اجازت اس کی دی مجھ کو

زہے شکر و سپاسِ حق وہ ہنگامِ سعید آیا
حرم تک خاکبوسِ کعبۂ ربِ مجید آیا

طوافِ قدوم و سعیِ صفا

وضو تازہ کیا، کعبہ کو ہمراہِ سراج آیا
گدائے کعبہ سوئے کعبۂ مقصود آج آیا

مطوف ہاتھ لیکر ہاتھ میں، نکلا حویلی سے
دبایا میرے دستِ راست کو اپنی ہتیلی سے

کہا مجھ سے دعائیں جو پڑھوں میں آپ بھی پڑھیے
مرے ہمراہ کعبہ کی طرف تعظیم سے بڑھیے

بلالِ حق سے کانپا جا رہا تھا تن بدن میرا
زخود قابو سے باہر تھا مرا نُطق و دہن میرا

حرم کی تابشیں طورِ نظر معلوم ہوتی تھیں
نگاہیں خاکبوسِ رہگزر معلوم ہوتی تھیں

وفورِ بیخودی میں گُم حواس و ہوش ہیں سارے
رُخِ مجرم پہ تھا رخشاں پسینہ شرم کے مارے

ابھی دل محو تھا، مائل تھا میں لبیک خوانی پر
مطوّف لے کے آیا مجھ کو بابِ اُمِّ ہانی پر

ہُوا داخل حرم میں اُس درِ انور سے یہ عاجز
رہا مجبور اپنے دیدہائے تر سے یہ عاجز

رواں اشکِ ندامت چشمِ تر سے جتنے ہوتے تھے
مرے اعمالِ بد از خود مری حالت پہ روتے تھے

وہ مُجرم تیرا یا رب! آ گیا ہے اب ترے گھر میں
ازل سے نام ہے جس کا گنہگاروں کے دفتر میں

میں بد اعمال ہوں مولیٰ سراپا جُرم و عصیاں ہوں
مگر تجھ سے تری رحمت، تری بخشش کا خواہاں ہوں

معاف اے ربِّ کعبہ کر مرے سارے گناہوں کو
غلافِ کعبہ کے اندر چھپا لے رُو سیاہوں کو

مطوّف نے کہا پڑھئے دوگانہ شکرِ باری کا
یہی موقع ہے فریاد و فغاں کا آہ و زاری کا

نوافل سے ہُوا فارغ تو فرمایا مُعلّم نے
یہ کعبہ ہے طوافِ کعبہ کریے با ادب چل کے

میں تھا خود رفتہ کعبہ کو اُٹھا کر جب نظر دیکھا
تھا کعبہ سامنے، کعبہ نہیں میں نے مگر دیکھا

تھی دل پر بیخودی طاری فروغِ ذاتِ مطلق سے
مری آنکھوں پہ پردے پڑ گئے تھے ہیبتِ حق سے

مطافِ قدس میں آیا تو آنکھیں ہو گئیں روشن
نظر آب بقعۂ نور و ظہور آیا ضیا افگن

غلافِ کعبہ دیکھا آنکھ کی پتلی چمک اُٹھی
مشامِ جاں معطر ہو گیا ایسی مہک اُٹھی

مطوّف نے طوافِ کعبہ کی نیت جو بندھوائی
محاذِ سنگِ اسود سے تجلی اِک نظر آئی

جُداگانہ دُعا ہر شوط پر تلقین ہوتی تھی
یقیناً ہر دُعا یہ زنگِ عصیاں دل سے دھوتی تھی

مناجاتِ مسلسل سے ہوا بارِ معاصی کم
ہوئے فارغ بحمد اللہ طوافِ اوّلیں سے ہم

مطوّف ملتزم پر بعدہٗ بہرِ دعا لایا
یہاں سوز و گدازِ روح افزا قلب میں پایا

نظر کعبہ پہ تھی آنکھوں میں آنسو لب پہ ہچکی تھی
تضرّع کا عجب عالم تھا، حالت غیر دل کی تھی

مُعلّم پھر مقامِ خاص ابراھیم پر لایا
طوافِ کعبہ کا فوراً دوگانہ مجھ سے پڑھوایا

یہیں میں نے نمازِ عصر بھی تنہا ادا کر لی
جماعت ہو چکی تھی کعبہ والے ہر نمازی کی

طوافِ کعبہ سے فارغ ہوئے الحمد للہ، ہم
کریں کس منہ سے اُس نعمت پہ شکرِ ربِّ کعبہ ہم

بیت اللہ

یہ کعبہ جس کا جہاں میں ہے نام بیت اللہ
ہے عرفِ عام میں بیت الحرام بیت اللہ

ہے نزدِ عالمِ اسلام بزمِ عالم میں
مقامِ حمد کا قائم مقام بیت اللہ

نہ ہے وقارِ حطیم و مقامِ ابراھیم
ہیں مثلِ کعبہ یہ اجزا تمام بیت اللہ

خدا گواہ ہے کہ تا انعقادِ روزِ قیام
رہیگا سجدہ گہِ خاص و عام بیت اللہ

مزا ہے جینے کا گر یوں بسر ہوں لیل و نہار
رہے بہشتِ نظر صبح و شام بیت اللہ

سجودِ شوق کو دے اے سرِ نیاز نوید
جہاں میں سب سے ہے اعلیٰ مقامِ بیت اللہ

ہوئی قبول دعائے خلیلؑ بن کے رہا
مقامِ مولدِ خیر الانام بیت اللہ

سکونِ عافیت و امن کی جہاں کو نوید
ہے بزمِ دہر میں دار السلام بیت اللہ

وقار و جاہ و جلالت میں نزدِ اہلِ صفا
ہے مثلِ عرشِ علیٰ لا کلام بیت اللہ

ہو صرفِ سجدہ ادب سے جبینِ سجدہ گزار
ہے مرکزِ شرف و احترام بیت اللہ

ضیاؔ! تجلیِ ایماں سے دل منور کر
ہے طورِ جلوۂ ربِ انام بیت اللہ

طوافِ قدوم

ہیں ولولے جو دل میں طوافِ قدوم کے
رکھتا ہوں پاؤں سوئے حرم جھوم جھوم کے

خود رفتگی میں رکنِ یمانی کو چوم کے
کرتا ہوں میں طوافِ حرم جھوم جھوم کے

آزاد رو ہیں، بندہ ہیں، احرام بند ہیں
پابند ہم نہیں ہیں رواج و رسوم کے

کعبہ کو تکتے جاتے ہیں شوقِ طواف میں
حجاج مثلِ قبلہ نما گھوم گھوم کے

مکہ وہ بحرِ معرفتِ کردگار ہے
دریا بہے جہاں سے ہزاروں علوم کے

دن رات پنجگانہ نمازیں ہیں اور طواف
جلسے حرم میں روز یہ ہوتے ہیں دھوم کے

کعبہ میں روشنی سراج منیر نے
چمکا دئے نصیب مرے بخت شوم کے

زوّار کعبہ کرتے ہیں سجدے حطیم میں
کعبہ کے گرد صورتِ پرکار گھوم کے

چل پھر رہے ہیں شانہ بشانہ مطاف میں
حجاج ہند و مصر و ملایا و رُوم کے

زمزم پہ بھیڑ، کعبہ میں ہے اژدہام عام
ہیں پاکباز لوگ ضیاؔ! اِس ہجُوم کے

طواف

خوش نصیبی کا ہے اپنی اعتراف
کر رہا ہوں آج کعبہ کا طواف

سامنے صورت ہے بیت اللہ کی
عرش کے جلوے نظر آتے ہیں صاف

اللہ اللہ ایک سجدے کا ثواب
ہوتی جاتی ہیں خطائیں سب معاف

قدرِ کعبہ، کعبہ والے کی قسم!
ہے مسلّم چیؔن سے لے تا بہ قاف

فرض ہے کعبہ کا مُسلّم احترام
کر نہ اُف مولا کی مرضی کے خلاف

تُرکی و ہندی یہاں سب ایک ہیں
گم ہے نسل و رنگ کا ہر اختلاف

سب ہیں یکساں جامۂ احرام میں
سیّد و افغان و شیخ و نور باف

مسلکِ حجاج میں ہیں محترم   طوف و زمزم[1]، ملتزم[2]، رکن[3] مطاف[4]

کیوں کریں لب تشنہ ارمانِ طہور   جامِ زمزم ہے یہاں جامِ سلاف[5]

آگیا کعبہ جھکا فرقِ نیاز   خاک کے پُتلے نہ کر لاف و گزاف

کعبہ ہے یوں مرکزِ روئے زمین   جسمِ انسانی میں ہے جس طرح ناف

چلئے ماہِ صوم میں سُوئے حرم   کیجئے کعبہ کے اندر اعتکاف

مال و زر ہوتے ہوئے حج سے گریز   ہے یہ منعم! حکمِ حق سے انحراف

رحمتِ رب کے تصدّق جائیے   دل میں پیدا کر دیا ذوقِ طواف

دے رہا کافِ کعبہ کی زکوٰۃ   پڑھ رہا ہوں ان دنوں چالیس کاف

ہوں تہِ میزابِ رحمت زار زار   ہاتھ میں تھامے ہوں کعبہ کا غلاف

اے خدا! عاصی کا حج مقبول کر   مرحمت کر اتّقا، زُہد و عفاف

---

[1] حرمِ اطہر میں وہ کنواں ہے جو حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السّلام کی خاطر رب تعالیٰ نے مکہ کے بے آب و گیاہ کوہستان میں پیدا کیا۔ آبِ زمزم کے فضائل و برکات بے شمار ہیں۔

[2] ملتزم وہ حصّہ زمین جو حجرِ اسود و دروازۂ کعبہ کے درمیان ہے۔

[3] رکن، بیت اللہ شریف کے گوشوں کو رُکن کہتے ہیں۔ رکن عراقی۔ رکن شامی۔ رکن یمانی، یہ تین گوشے رکن کہلاتے ہیں۔ چوتھا گوشہ حجرِ اسود ہے۔

[4] وہ سنگِ مرمر کا دائرہ جس پر طواف کرتے ہیں مطاف کہلاتا ہے۔ [5] جامِ سلاف، شیرۂ انگور کا پیالہ۔

کثرتِ عصیاں کے باعث اے کریم! چشمِ عالم میں ہوں محجوب و خفاف
خوفِ عقبیٰ سے ہے لرزہ جسم میں اَللّٰھُمَّ نَجِّنَا مِمَّا نَخَافُ[1]
صدقہ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ تو میرے عصیاں کردے یارب سب معاف
رحمۃ للعالمیں کا واسطہ کردے زنگِ معصیت سے دِل کو صاف
نیّتِ حج کرکے نکلا ہوں کریم! راستہ ہے مثلِ میدانِ مصاف
کر حجِ مبرور سے فائز مجھے رازِ بخشش کردے مجھ پر انکشاف
بعدِ حج یارب ضیاؔ کی ہے دُعا گنبدِ خضرا کا حاصل ہو طواف

سعیِ صفا و مروہ

طوافِ کعبہ کرکے جب ہوا فارغ یہ شیدائی نگاہوں میں تجلّی دل کے اندر روشنی پائی
ادائے شکرِ رب پر قلب تھا بیساختہ مائل حرم کی تابشوں سے دل کو ہوتا تھا سکوں حاصل
حرم کا گوشہ گوشہ مجمعِ حجّاج سے پُر تھا اِسی انبوہ میں پنہاں مرا ذہن و تصوّر تھا
مطوّف مجمعِ حجّاج سے باہر مجھے لایا باخلاص و محبّت پھر لبِ شیریں سے فرمایا

---

[1] الٰہی خطرۂ عقبیٰ سے دے نجات مجھے۔

مبارک ہو طوافِ کعبہ کی یہ آپ کو عزت — خدا شاہد صفِ حجاج میں ہیں آپ خوش قسمت

ہمیشہ گلشنِ ارضِ حرم میں پھولئے پھلئے — مرے ہمراہ آب سعیِ صفا کے واسطے چلئے

معلّم لے کے مجھ کو جانبِ باب الصّفا[1] آیا — دُعاخوانی کا اندازِ کہن تلقین فرمایا

دمِ سعیِ صفا یحییٰ[2] معلّم میرے رہبر تھے — یہ مردِ نیک خُو سلطان مطوّف کے برادر تھے

یہاں دیوانگانِ عشق کے جمگھٹ نظر آئے — جدھر دیکھا اُدھر احرام پوشوں کے پرے پائے

صفا سے تا حدِ مروہ[3] باندازِ فقیرانہ — رواں تھا اِک نئی سج دھج سے ہر مدہوش دیوانہ

دمِ سعیِ صفا وہ جذبۂ رفتار ہوتا ہے — جنونِ عشق کا ہر گام پر اظہار ہوتا ہے

روش احرام پوشوں کی عجب مستانہ ہوتی ہے — عیاں ہر ہر قدم پر مستیٔ رندانہ ہوتی ہے

دُعائیں وردِ لب ہیں بھاگتے جاتے ہیں سودائی — ہے صرفِ جستجوئے مرضیٔ حق ذوقِ بینائی

صفا مروہ کے ہیں سیات چکّر اتنے طُولانی — کہ ہو جاتے ہیں اکثر نوجوانوں کے بدن پانی

---

[1] باب الصّفا حرمِ کعبہ کے ۲۲ دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام ہے جو کوہِ صفا کی جانب ہے۔

[2] شیخ محمد یحییٰ صاحب خلیق و با محبت بزرگ ہیں۔ معلّم سراج سلطان صاحب کے سالے ہیں۔ اِس فقیر کو طوافِ قدوم سراج سلطان صاحب نے کرایا۔ مگر سعیِ صفا اور بکثرت طواف۔ عرفات میں جبلِ رحمت کی دعائیں آپ نے ہی تلقین فرمائیں۔

[3] صفا مروہ مکہ معظّمہ کے دو مقدس پہاڑ ہیں۔ جن پر حضرت سیدہ ہاجرہ بی بی نے حضرت سیدنا ذبیح اللہ اپنے فرزند کی حالتِ تشنگی دیکھ کر بار بار چکر لگائے تھے۔

مسافت کرتے ہیں خود رفتگی میں طے یہ دیوانے
نظر آتے ہیں عقل و ہوش سے عشّاق بیگانے

لگائے تھے صفا مروہ پہ چکر ہاجرہ بی نے
اُسی سُنّت کو جاری کر دیا سرکار اُمّیؐ نے

خدا دیتا ہے وہ طاقت ضعیفوں ناتوانوں کو
شکستہ پا یہ بوڑھے مات دیتے ہیں جوانوں کو

دمِ سعیِ صفا تھا کیفِ باطن وہ مجھے حاصل
ہوا اصلا نہ دل آرائشِ بازار پر مائل

عجب ہیں ساز و سامانِ حق کی سج دھج کے
طوافِ کعبہ و سعیِ صفا دو رُکن ہیں حج کے

شرفیابِ ثوابِ حج ہوئے لطفِ خدا سے ہم
ہوئے فارغ طوافِ کعبہ و سعیِ صفا سے ہم

صفا و مروہ

صفائے قلب کا ساماں ہیں آثارِ صفا مروہ
منوّر کرتے ہیں سینوں کو انوارِ صفا مروہ

حرم کی تابشیں جلوے عیاں ہیں عرشِ اعظم کے
صفیں حجّاج کی ہیں محوِ دیدارِ صفا مروہ

ملائک جن و انساں سر بسجدہ پائے جاتے ہیں
ہے اب تک کعبہ در آغوشِ کہسارِ صفا مروہ

نہ کیوں ٹھنڈک یہاں پہنچے دلوں میں آتشِ گل سے
کہ ہے گلزارِ ابراہیمؑ گلزارِ صفا مروہ

یہاں اک نرخ پر ہوتا ہے سودا دین و دُنیا کا
عجب ہے دلکش و محبوب بازارِ صفا مروہ

یہاں ہر سنگریزہ طور بر سر، نُور در بر ہے
تجلّی گاہِ عرشِ رب ہے کہسارِ صفا مروہ

فلک کرتا ہے نظمِ روشنی ہر شب یہاں شاید — ہیں نورانی ستارے شمع بردارِ صفا مروہ

دمِ سعیِ صفا دامن بڑھا کر ربِ کعبہ سے — طلب کر دولتِ ایماں طلبگارِ صفا مروہ

گھٹا بن کر جناں سے لطف برسے میزابِ رحمت پر — لٹا لعل و گہر ابرِ گہر بارِ صفا مروہ

رموزِ قربِ حق کا ذرہ ذرہ ہے یہاں حامل — سمجھ میں کس کی آسکتے ہیں اسرارِ صفا مروہ

خلیلِ ربِ کعبہ کی زیارت ہے اگر کرنا — ضیا اکرے نظر میں جذبِ انوارِ صفا مروہ

بازارِ مسعیٰ

صفا سے تا حدِ مروہ لطافت کا یہ عالم ہے — کہ ہر اہلِ نظر ہے محوِ جلوہ شاد و خرم ہے

حسین و خوشنما بازارِ مسعیٰ جس کو کہتے ہیں — یہی ہے جمگھٹے جس میں خدا والوں کے رہتے ہیں

اسی بازار میں ہوتا ہے سودا دین و دنیا کا — مقرر نرخ ہوتا ہے یہیں ہر جنسِ عقبیٰ کا

نظر جو رونقِ بازار کی جانب نہیں کرتے — وہ اپنے رب سے ہیں سودائے فردوسِ بریں کرتے

دمِ سعیِ صفا بازار پر جن کی نگاہیں ہیں — یقیناً بے اثر اُن کی دعائیں اُن کی آہیں ہیں

یہاں سج دھج عجب احرام پوشوں کی نظر آئی — جنونِ عشق کی تصویر دل میں خود اتر آئی

یہاں دیوانگانِ عشق کا ہنگامہ رہتا ہے — ہمیشہ خار دامن جبہ و عمامہ رہتا ہے

ہزاروں مست و بیخود دوڑتے پھرتے ہیں مستی میں
مئے توحید کھچتی ہے صفا مروہ کی بستی میں

یگانوں سے یہاں ہر ایک بیگانہ نظر آیا
جسے دیکھا وہ اپنے رب کا دیوانہ نظر آیا

صفا مروہ کا سارا راستہ فردوس منظر ہے
دو رُویہ ہے حسیں بازار جو بہتر سے بہتر ہے

نئی آرائشوں سے ہر دُکاں آئینہ خانہ ہے
یہاں کا جوہری بازار قدرت کا خزانہ ہے

ہر اک دُکان پر ہے قیمتی ہر قسم کا ساماں
خریداروں کا ہے موجود مجمع ہر طرف ہر آں

یہاں یورپ سے امریکہ سے ہر ساماں آتا ہے
یہاں دولت لُٹانے حق کا ہر مہمان آتا ہے

مُسقف سائبانِ نو سے یہ بازار ہے سارا
عجب پُر کیف ہوتا ہے یہاں راتوں نظارا

خریداری بھی ہے، سعی صفا مروہ بھی جاری ہے
کوئی حرفِ تبسّم، کوئی محوِ اشکباری ہے

غرض اس رہگزر پر عاشقوں کی بھیڑ رہتی ہے
شارعِ حسنِ مطلق کی یہاں اک نہر بہتی ہے

کبھی کعبہ طوافِ کعبہ سے خالی نہیں رہتا
کبھی کم سلسلہ سعیِ صفا کا بھی نہیں رہتا

حرمِ محترم کی نمازیں

ہوائیں سرد ہیں، ہے نور کا تڑکا، اندھیرا ہے
سیاہی رات کی کم ہوتی جاتی ہے سویرا ہے

نکل آیا ہے اوجِ آسماں پر صبح کا تارا
کواکب ہیں ہے نورِ ذاتِ مطلق انجمن آرا

تہجّد پڑھ رہے ہیں مردِ شب بیدار کعبہ میں — ابھی ہیں شمع بر کفِ قدرتی انوار کعبہ میں

ابھی سارا جہاں مائل بخوابِ استراحت ہے — ابھی ہر نیند کے ماتے پہ غالب جوشِ غفلت ہے

ابھی سنسان کا عالم ہے سنّاٹا سا چھایا ہے — پہاڑوں پر ابھی زلفِ شبِ یلدا کا سایا ہے

یکایک کعبۂ اقدس سے آوازِ اذاں آئی — صدائے حق یہ مینارِ حرم سے بے گماں آئی

مؤذّن لحنِ داؤدی میں کہتا ہے اذاں جس دم — فضائے مکّہ پر ہوتا ہے طاری وجد کا عالم

صدا تکبیر کی تا حدِّ اوجِ عرش جاتی ہے — خدائی ایک کیفِ خاص ان نغموں میں پاتی ہے

حرم کی ہر اذاں اک نغمۂ توحید ہوتی ہے — تڑپ جاتی ہے جاں، ایمان کی تجدید ہوتی ہے

سحر کو اس اذاں سے سونے والے جاگ جاتے ہیں — فرشتے مل کے تسبیحِ خدا کے راگ گاتے ہیں

نمازی ہر طرف سے ڈھل کے آجاتے ہیں کعبہ میں — وہ خوش قسمت ہیں جو موزوں جگہ پاتے ہیں کعبہ میں

معلّم خود مصلّے جا بجا اپنے بچھاتے ہیں — نمازی جانمازوں پہ صفیں آکر بچھاتے ہیں

درونِ کعبۂ انور عجب شانِ خدا دیکھی — بزرگی برتری بے مائگی غرقِ فنا دیکھی

یہاں شانہ بشانہ ہر خدا والا نظر آیا — نہ اک ادنیٰ نظر آیا، نہ اک اعلیٰ نظر آیا

جہاں بھر کے مسلمانوں کا مرکز آج کعبہ ہے — حقیقی سجدہ گاہِ صاحبِ معراج کعبہ ہے

زیادہ سے زیادہ ہندی و مصری و جاوی ہیں — تمام اقوام کی قلّت پہ یہ افراد حاوی ہیں

ہے فرقِ نسل و رنگ و جنس، لیکن نقش باطل ہے
برب کعبہ! جس کو دیکھئے کعبہ پہ مائل ہے

حریمِ کعبۂ عالی میں دُنیا کی سمائی ہے
خدا کے گھر میں سجدہ کرنے کو حاضر خدائی ہے

نمازیں پنجگانہ پڑھتے ہیں لاکھوں خدا والے
کھڑے ہیں رُو بقبلہ صف بصف گورے ہیں یا کالے

اذانیں اور نمازیں لاؤڈ اسپیکر سے ہوتی ہیں
یہ تازہ بدعتیں ہیں حج بھرم ملّت کا کھوتی ہیں

مصلّے چاروں مذہب کے تھے بیت اللہ میں پہلے
نماز اب پڑھتی ہے اُمّت امامِ نجد کے پیچھے

سمائی ہے بلا کی خودسری مخلوق کے سر میں
نمازوں کا شرف معدوم ہے اللہ کے گھر میں

سروں کو وقتِ سجدہ پاؤں سے ٹھکرایا جاتا ہے
صفوں کے سامنے سے کوئی جاتا کوئی آتا ہے

نمازِ فرض کی بے وقعتی کو آہ، کیا کہئے!
خود اِس جرمِ عمد کو اپنی دانستہ خطا کہئے

حرم میں گرچہ اتنی احتیاط اک گونہ مشکل ہے
مگر پاسِ شریعت حاصلِ ایمانِ کامل ہے

جماعت میں کہاں ہے اختلاطِ مرد و زن جائز
مگر حدِّ حرم میں ہے یہ شاید مطلقاً جائز

نمازِ مسجدِ بیت الحرام، اللہ شاہد ہے
نہایت قیمتی بے حد مبارک اے موحّد ہے

یہاں اک لاکھ گونہ اجر ہے ایک ایک رکعت کا
ثواب اللہ دیتا ہے یہاں بے حد عبادت کا

عبادت کو یہاں مثلِ عبادت چاہئے کرنا
یہاں قُربِ خدا کا راز ہے سجدہ میں سر دھرنا

مگر اکثر نمازوں کی یہاں توہین ہوتی ہے
مصلّی کی یہاں رفتار بے آئین ہوتی ہے

نمازی دیر کر کے گھر سے جو مسجد میں آتے ہیں
صفوں کو بے تحاشہ چیر کر آگے کو جاتے ہیں

یہ حالت دھوپ کے اوقات میں اکثر نظر آئی
صفوں کو روندتا آگے کو بڑھتا ہے ہر اک بھائی

بھرے ہوتے ہیں دالانوں میں کثرت سے نمازی سب
انھیں میں چاہتا ہے بیٹھنا ہر مرد خود مطلب

جماعت میں خلل اندازیاں پیہم یہ رہتی ہیں
نمازوں میں سبک رفتاریاں ہر دم یہ رہتی ہیں

حضوری اور یکسوئی میسر کیا ہو ایسے میں
نہیں ہوتے ادا الفاظ بھی تو منہ سے ریلے میں

بکثرت بدوی و مصری و جاوی ہر جماعت میں
مسلسل ابتدا سے ختم تک رہتے ہیں حرکت میں

نمازوں میں غرض یہ انتشار عام رہتا ہے
نظام اچھے سے اچھا بھی یہاں ناکام رہتا ہے

نمازیں اے خدا! مقبول فرما ہم غریبوں کی
حرم میں روبقبلہ ہیں صفیں حرماں نصیبوں کی

نمازیں و دعائیں

مائل بہ نماز و سجدہ ہیں کعبہ کی فضائیں کعبے میں
تکبیر و اذاں کی گونجتی ہیں ہر وقت صدائیں کعبے میں

مرہون اجابت رہتی ہیں امت کی صدائیں کعبے میں
زوار حرم کی رہتی ہیں مقبول دعائیں کعبے میں

جنت کے شگفتہ پھولوں کی ہوتی ہے نچھاور گرد وں سے
گلزار جناں سے آتی ہیں گلپاش ہوائیں کعبے میں

رہتا ہے غلاف کعبہ پر انوار الٰہی کا سایہ
دن رات برستی رہتی ہیں رحمت کی گھٹائیں کعبے میں

احرام جسے ہم کہتے ہیں احرام ہے ملبوس جنّت — پاتے ہیں خدا سے یہ حاجی بخشش کی قبائیں کعبے میں

مقبول نمازیں ہوں ساری تسبیح کا شغل رہے جاری — اللہ کرے حجّاج کے سب ارمان بر آئیں کعبے میں

منہ کرکے جو سُوئے کعبہ کبھی ہم سر کو جھکائیں کعبے میں — سجدوں کی تمنّا دل میں لے قُدسی نظر آئیں کعبے میں

محجوب گناہوں سے ہوکر توبہ تو کرلے رو رو کر — بن جائیں معافی کا مژدہ مُجرم کی خطائیں کعبے میں

قوسین و دنی کے جلوہ سے حجّاج کی آنکھیں ہوں روشن — سرکار مدینہ سے اک دن تشریف جو لائیں کعبے میں

اے جو نسیم خلد بکف طیبہ سے صفا مروہ کی طرف — جنّت سے فرشتے لالاکر خود پھول چڑھائیں کعبے میں

ہر رات غلافِ کعبہ پر گردوں سے ستارے ٹوٹتے ہیں
کرتی ہیں ضیا پاشی ہر دن سُورج کی شعاعیں کعبہ میں

عام حالات

نگاہِ شوق نے دیکھے ہیں جو حالات کعبے کے — مناظر سامنے آتے ہیں جو دن رات کعبے کے

بہت دشوار ہے تفصیل سے اُن کا رقم کرنا — مگر حالات کچھ تحریر ہیں بے بیش و کم کرنا

یہ عاجز پانچویں ذوالحج کو مکہ میں پہنچا تھا — حرم میں مجمع حجّاج پہلی بار دیکھا تھا

سُنی شہرت بہت حجاج اب کے سال آئے ہیں — غریب و اغنیا ذی مرتبہ خوشحال آئے ہیں

جرائد[1] میں یہ تفصیلات اکثر چھپتی رہتی ہیں — صفیں حجاج کی باہمدگر بھی کہنی رہتی تھیں
مسلّم رائے تھی یہ اہلِ فکر ارباب دانش کی — مکمّل طے شدہ تحقیق تھی اہلِ نگارش کی
غرض امسال پہلے سے زیادہ آئے تھے حاجی — عمارات نواح کعبہ میں مہمان تھے حاجی
سمٹ کر ہفت کشور سے یہاں یہ لوگ آئے تھے — خدا کے گھر خدا والے یہ سب تشریف لائے تھے
حرم میں جا بجا مصری ہی مصری پائے جاتے تھے — یہی تھے ہر طرف جو حاجیوں پر چھائے جاتے تھے
یہ مصری عادتاً ہیں بے نیاز احکامِ ملّت سے — انھیں رغبت نہیں آدابِ دیں پاسِ شریعت سے
ہیں ان کی صورتیں جس طرح اکثر غیر اسلامی — اسی صورت شریعت کی طرف سے اُن میں ہے خامی
ہیں مصری مرد و زن احکامِ اسلامی سے بے پروا — یہ ہیں بے ریش مستورات بھی ہیں انکی بے پردا
مُصلّے کو یہ اکثر روند دیتے ہیں نمازوں میں — زنانِ مصر آکر بیٹھتی ہیں دیدہ بازوں میں
خدا معلوم اہلِ مصر کی تہذیب کیا شے ہے — نمازِ باجماعت میں ہر اک کی اک نئی لے ہے
نمازیں مختلف انداز سے پڑھتے انہیں دیکھا — رکوع و سجدہ میں ہے کوئی کچھ اور کوئی کچھ کہتا

[1] مصری دمّی اخبارات نے حجاج کی تعداد تقریباً ساڑھے پانچ لاکھ شائع کی تھی۔ ساتویں ذوالحجہ کو مصر کے ایک روزانہ اخبار نے حسب ذیل اعداد شائع کئے تھے:- پاکستان ۲۱۰۰۰ - ہندوستان ۲۷۰۰۰ - مصر ۲۱۶۹۰ - انڈونیشیا ۱۶۰۸۹ - ایران ۹۹۸۸ - مغرب عرب ۱۰۰۰ - سوڈان ۲۰۳۱ - بخارا ۱۸۶۰ - یمن ۱۹۶۹ - تاتاریہ ۶۵۰۰ - ۱۱۹۸ - عدن مع بحرین ۸۹۰ - ترکی افغان ۵۰۳ - بمباسہ ۲۳۷۰ - بصرہ و حجاز ۱۰۵۰۰ - یورپ ۱ -

کشادہ ہیں کسی کے ہاتھ کوئی دست بستہ ہے — جماعت میں ولیکن مختلف آیات پڑھتا ہے
ہیں اپنے عزم کے پختہ ہیں اپنی بات کے پکّے — دمِ طوافِ حرم یہ دوسروں کو دیتے ہیں دھکّے
انھیں ہر غیر مصری سے تعصّب ہے کدورت ہے — نہیں اُن میں ذرا پاسِ مساوات و اخوّت ہے
نہیں ڈاڑھی کسی کی، جسم گدھواتے ہیں مرد و زن — ہے اُن کے رُخ پہ بقّالانِ ہندی کا سا رُوکھا پن
موٹاپے میں ہیں اُن کی موٹی موٹی عورتیں یکتا — نظر آتی ہیں بیتُ اللہ کے گوشوں میں یہ ہر جا
یہ بُرقع پوش ہیں پردہ سے لیکن اُن کو نفرت ہے — انہیں ہندی مسلماں عورتوں سے کچھ خصومت ہے
طوافِ کعبہ جب کرتی ہیں چھا جاتی ہیں مردوں پہ — نوافل پڑھتی ہیں گھُس کر حطیمِ پاک کے اندر
ملائی اور جاوی پستہ قد بے ریش ہوتے ہیں — حرم سے دُور رہتے ہیں حرم میں آ کے سوتے ہیں
قمیص اور کوٹ تہمد اُن کا پہناوا عموماً ہے — قد و قامت میں لاغر اُن کی بُرقع پوش ہر زن ہے
مہینوں بیشتر کثرت سے یہ افراد آتے ہیں — بجا لیکن ادب سے دین کے احکام لاتے ہیں
عراقی، مغربی، شامی حسین انداز ہوتے ہیں — سوڈانی، بدوی، افریقی یہ عنبر فام ہوتے ہیں
پہننے میں عبائیں لمبی لمبی خوشنما یہ سب — مگر رکھتے ہیں ڈاڑھی مونچھ سے چہرہ صفا یہ سب
یمن، ایران کے شیعہ شریکِ حج تو ہوتے ہیں — مگر یادِ شہیدِ کربلا کر کر کے روتے ہیں
بکثرت ہوتے ہیں ہندی مسلمانوں میں بنگالی — عیاں چہروں سے اُن کے ہوتی ہے اُن کی زبوں حالی

بخاری، کابلی، سرحدّی و سندھی و پنجابی
بہاری، یوپی، مدراسی، افغانی و اعرابی

مسلمانانِ عالم الغرض کعبہ میں حاضر ہیں
شگفتہ شادماں وقفِ عبادت سب بظاہر ہیں

بخاری، کابلی، ہندی کی ہے پہچاں اگر کوئی
زاُس کے چہرے پہ اِس کی مقطّع صاف ہے داڑھی

کھلا یہ رازِ ملّت مرکزِ اسلام میں آکر
مسلمانانِ عالم داڑھیاں رکھتے نہیں اکثر

ادب کافی حرم کا بعض ہندی بھی نہیں کرتے
شعورِ دیں جو ہوتا عزّتِ احکامِ دیں کرتے

جو پنجابی جو بنگالی ہیں، دیہاتی و آفاقی
ذرا سی بات پر ہو جاتے ہیں مائل بہ ناچاقی

حطیمِ قدس تک بھی جوتیاں ہمراہ لاتے ہیں
جہاں خاموش رہنا چاہیئے شورش مچاتے ہیں

کمی تعظیم میں تکریم میں حجّاج کرتے ہیں
خود اپنی نیکیوں کو آپ ہی تاراج کرتے ہیں

عمارتِ حرم

نہایت جاذبِ دل ہے حرم کا جانفزا منظر
حسیں ہے سب عمارت خوشنما ہیں سارے بام و در

مسقف ایک سے دالان ہر جانب ہیں کعبے کے
غلافِ کعبہ میں سب خال و خط غائب ہیں کعبے کے

بکثرت بُرجیاں، صدہا ستوں، صدہا ہیں محرابیں
نظر آتی ہیں جن کو دیکھ کر فردوس کی خوابیں

حرم کے سات ہیں مینار ہوتی ہے اذاں جن پر
یہ وہ مینار ہیں قرباں ہے اوجِ آسماں جن پر

حرم کی مختلف سمتوں میں ہیں چالیس[1] دروازے
نظر میں ہر معلّم کی یہی ہیں ٹھیک اندازے

ہے دالانوں کے آگے سائباں ہر سمت طولانی
نمازوں میں جہاں ہوتی ہے وقتِ سجدہ پیشانی

ہے دالانوں کے اندر چاروں جانب فرش پتھر کا
بہشت آثار ہے نقشہ تمام اللہ کے گھر کا

مطاف[2] پاک تک ہیں راستے بھی چند پتھر کے
ہیں جن پر چلتے پھرتے مہماں اللہ کے گھر کے

حرم کا فرش باقی جس قدر ہے سب ہے بجری کا
تنا رہتا ہے جس پر شامیانہ ظلِّ باری کا

حرم میں یادگاریں جس قدر ہیں محترم ہمدم
ہیں اُن میں سے مطاف و سنگِ اسود[3] ملتزم[4] زمزم[5]

---

[1] احاطہ حرم محترم کے تقریباً ۲۵ دروازے ہیں۔ بعض دروازوں کے دو دو، بعض کے تین تین پھاٹک ہیں۔ بعض دروازے ایسے ہیں جن کا ایک ہی پھاٹک ہے۔ اس طرح تقریباً چالیس پھاٹک ہیں۔

[2] مطاف اس دائرہ نما صحن کا نام ہے جو کعبۂ اقدس کے چاروں طرف سنگِ مرمر کا بنا ہُوا ہے۔ یہی وہ صحن ہے جو عہدِ سیدنا خلیل علیہ السلام سے عہدِ حضور صلعم تک بلا کسی ترمیم کے قائم رہا۔ اسی مطاف پر طواف کیا جاتا ہے۔

[3] سنگِ اسود۔ یہ وہ بہشتی پتھر ہے جس کو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکم ربِ جلیل کعبہ کے شرقی و شمالی گوشہ میں نصب فرمایا تھا۔ یہ فرشِ مطاف سے تقریباً ۵ فٹ بلند چاندی کے حلقہ کے اندر نصب ہے۔ حجرِ اسود کا رنگ بالکل سیاہ نہیں ہے۔ بلکہ خفیف کتھئی رنگ ہے۔ حجرِ اسود کا قطر ۱۲۔ انچ اور حلقہ کا قطر ۱۴۔ انچ ہے۔ سر بآسانی حلقہ کے اندر جا سکتا ہے۔ حجرِ اسود کو دائیں طرف رکھ کر طواف کی نیت کی جاتی ہے۔ یہیں سے اشواط کا آغاز ہوتا ہے۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینا مسنون اور شرائطِ طواف میں داخل ہے۔

[4] مُلتزم۔ حجرِ اسود اور بابِ کعبہ کے درمیانی حصّہ کو ملتزم کہتے ہیں۔ طواف کے بعد یہاں خشوع و خضوع سے دُعا مانگی جاتی ہے۔

[5] بئرِ زمزم۔ اس چشمہ یا چاہ کا نام ہے جو حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی خاطر رب تعالیٰ نے پیدا کیا۔ چاہِ زمزم ایک حجرہ کے اندر ہے۔ حجرہ کے بالائی دالان میں نماز و تکبیرات کے لئے جگہ ہے۔ چاہ کی من ۵ فٹ اونچی ہے جس پر گھڑیاں لگی ہوئی ہیں۔ یہ وہ چاہ ہے کہ جس کا پانی کبھی کم نہیں ہوتا۔ ایامِ حج میں لاکھوں کنستر روزانہ استعمال ہوتے ہیں۔ یہ قدرت کا نمایاں اعجاز ہے۔ نہ پانی کے مزہ میں فرق آتا ہے نہ گدلا ہوتا ہے۔

مقامِ خاص ابراہیمؑ کی عظمت کا کیا کہنا
نزولِ رحمتِ حق ہے یہاں رحمت کا کیا کہنا

حطیمِ[1] پاک و محرابُ[2] النبی میزابِ[3] رحمت سے
نمایاں ہوتے رہتے ہیں سدا انوارِ قدرت کے

مصلّے[4] چار تھے قائم یہاں چاروں اماموں کے
برائے نام ہیں اب یہ نشاں اُن نیکناموں کے

مقاماتِ مبیں نزدیکِ بیت اللہ یہ سب ہیں
یقیناً یہ اماکن جلوہ گاہِ کعبۂ رب ہیں

خدا شاہد ہے کعبہ خاص مرکز نورِ یزداں کا
حرم میں رات بھر رہتا ہے اک عالم چراغاں کا

ہزاروں قمقمے برقی یہاں ہر رات جلتے ہیں
ملک کرتے ہوئے ضو پاشیاں ہر دن نکلتے ہیں

غرض اللہ کی قدرت نظر کعبے میں آتی ہے
تجلّی عرش کی شام و سحر کعبے میں آتی ہے

---

[1] حطیم۔ یہ کعبہ شریف کا وہ حصّہ ہے جو عہدِ قریش سے کعبہ کے باہر ہے۔ اس حصّہ کے گرد بیضوی احاطہ سنگِ مرمر کا کھچا ہُوا ہے۔ دیوار پر آیاتِ قرآنی منقوش ہیں۔ دیوار ۵ فٹ اونچی ہے۔ یہاں ہر وقت نوافل پڑھے جاتے ہیں۔

[2] محراب النبی۔ یہ وہ خوشنما کاسنی رنگ کے پتھر کا دروازہ ہے جو مطاف کے سرے پر بنا ہوا ہے۔ اسی دروازہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطاف میں داخل ہوتے تھے۔

[3] میزاب رحمت کعبہ شریف کے پرنالہ کو کہتے ہیں جو حطیم کے اندر گرتا ہے۔ میزاب رحمت کے بالکل نیچے نشان مصلّی ہے جو مقامِ اجابت ہے۔ ہر شخص وہاں نفل پڑھنے کو بیقرار رہتا ہے۔

[4] چار مصلّے حنفی۔ مالکی۔ شافعی اور حنبلی ہیں۔ حنفی مصلّے جانبِ غرب دو منزلہ عمارت ہے۔ مالکی مصلّے جانبِ جنوب شافعی جانبِ شمال اور حنبلی جانبِ شرق ایک ایک منزل کے ہیں۔

مقامِ ابراہیمؑ

زہے شکوہ و وقارِ مقامِ ابراہیمؑ
خدا ہے مدح نگارِ مقامِ ابراہیمؑ

نمازیں پڑھتے ہیں آکر یہاں خدا والے
ہیں لاکھوں سجدے نثارِ مقامِ ابراہیمؑ

یہاں کے جملہ مصلّی ہیں مستحقِ جناں
ہے خُلد قرب و جوارِ مقامِ ابراہیمؑ

خُدانے ہے اِسے آیاتِ[1] بیّنات کہا
ہے یہ شرف یہ وقارِ مقامِ ابراہیمؑ

ازل کے دن سے ہے صبحِ بہارِ ہشت بہشت
رہین شامِ بہارِ مقامِ ابراہیمؑ

خدا گواہ کہ اسلام کی نگاہ میں ہیں
خلیل آئینہ دارِ مقامِ ابراہیمؑ

رضائے حق ہیں شہادت کا شوق کیا کہنا
ہوئے ذبیحؑ شکارِ مقامِ ابراہیمؑ

بناؤں غازۂ عارض لگاؤں آنکھوں میں
نصیب ہو جو غبارِ مقامِ ابراہیمؑ

منٰی و مزدلفہ، وادیٔ حرم، عرفات
ہیں یادگارِ دیارِ مقامِ ابراہیمؑ

فضائے خلد ہے قربانِ گلستانِ خلیلؑ
ہے جنّتوں میں شمارِ مقامِ ابراہیمؑ

[1] فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ۔

خلیلؑ کے کفِ پا کا ہے سنگ پر[۱] جو نشاں وہی ہے رازِ وقارِ مقامِ ابراھیمؑ
مقامِ حمد و مقامِ دنیٰ کا دولھا ہے حسینِ عرش وقارِ مقامِ ابراھیمؑ
ہوں میہمانِ مکانِ ذبیح[۲] اسمٰعیلؑ قریب تر ہے جوارِ مقامِ ابراھیمؑ
ہے سرفرازِ سجود و طوافِ کعبہ سے گدائے راہگزارِ مقامِ ابراھیمؑ

پتہ یہ دیتی ہے تابانیٔ جبینِ نیاز
ضیاؔ ہے سجدہ گزارِ مقامِ ابراھیمؑ

حطیمِ کعبہ

بارک اللہ! یہ اعزازِ حطیمِ کعبہ جسکے آغوش کی زینت ہے حریمِ کعبہ
کس کو معلوم ہے کیا شانِ عظیمِ کعبہ یہ حقیقت ہے کہ کعبہ ہے حطیمِ کعبہ
آج تک آئینہ ہے شوکتِ ابراہیمیؑ کعبۂ اہلِ عقیدت ہے حطیمِ کعبہ

---

[۱] مقامِ ابراہیم دراصل وہ پتھر ہے جس پر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نقش موجود ہے پیشتر یہ پتھر چاندی کے حلقہ میں لگا ہُوا سطحِ ارض پر نصب تھا۔ موجودہ حکومت نے اُس کو زمین کے نیچے کر دیا ہے۔ لکڑی کا کٹہرہ لگا دیا ہے۔ زیارت نہیں ہو سکتی۔

[۲] مکان مولانا محمد اسمٰعیل بخش صاحب ذبیح مہاجر مکی بدایونی۔

ہے یہ وہ کعبہ کا حصہ کہ جہاں بعدِ طواف
سجدے کرتا ہے اک انبوہِ عظیمِ کعبہ

خلق سمٹی چلی آتی ہے حرم کی جانب
ابد آثار ہے یہ فیضِ عمیمِ کعبہ

مصطفےٰؐ آئینہ دارِ شرفِ ابراہیم
تاجدارِ سر اورنگِ حطیمِ کعبہ

عطرِ جنّت سے مہک جاتے ہیں حجاج کے دل
عرش سے چل کے جب آتی ہے نسیمِ کعبہ

ربِ کعبہ نے خلیلؑ اُس کو بنایا اپنا
دیکھنا عظمتِ معمارِ حریمِ کعبہ

ہر بُنِ مُو سے مہک خلد کی آئے یارب
جذب ہو جائے مرے دل میں شمیمِ کعبہ

ہے سیہ پوش ترے ہجر میں کعبہ اب تک
اے شہِ حسن! نہیں تُو جو مقیمِ کعبہ

دیتے ہیں چشمِ گنہگار کو قدسی یہ نوید
مالکِ کعبہ ہے رحمان و رحیمِ کعبہ

سر بسجدہ جو ہُوا آ کے یہاں بخش دیا
مُژدۂ عفو ہے یہ رسمِ قدیمِ کعبہ

سرِ تسلیم کو تا عرش رسائی ہے نصیب
ہے ضیاؔ آج زمیں بوسِ حطیمِ کعبہ

حرم شریف کے دروازے

۱- بابِ ابراہیمؑ

خلیلِ رب ہیں ازل سے جنابِ ابراہیم　　فضائے خلد ہے گردِ رکابِ ابراہیم
دمِ طوافِ حرم منکشف یہ راز ہوا　　ضیا دریچۂ جنت سے بابِ ابراہیم

۲- باب الوداع

جس اژدہام میں کل تک کیا طوافِ حرم　　ہم آج ہوتے ہیں اُس اجتماع سے رخصت
غمِ فراقِ حرم سے جگر ہوا ٹکڑے　　ہوئے غریب جو باب الوداع سے رخصت

۳- بابِ اُمّ ہانی

حرم میں آ بھروسا کچھ نہ کر دُنیائے فانی پر　　فرشتے فخر کرتے ہیں حرم کی پاسبانی پر
شبیہِ صاحبِ معراج پھر جاتی ہے آنکھوں میں　　ادب سے جب نظر اُٹھتی ہے بابِ اُمّ ہانی پر

۴- باب التکیہ

رُخ اگر سوئے حرم تو نے تونگر نہ کیا　　کام آئے گی نہ تقلیدِ نفوسِ زکیہ
سیکھ آدابِ قناعت کے حرم والوں سے　　آ توکّل بخدا جانبِ باب التکیہ

۵ - باب جیاد

ہیں حرم میں صرفِ سجدہ سب مسلماں شاد شاد
پائی ہے کعبہ میں آکر سب نے منہ مانگی مُراد

چُوم لی چوکھٹ ادب سے رُو بقبلہ ہو گئے
سامنے دیکھا جو بیت اللہ کا بابِ جیاد

۶ - باب الشّریف

حرم کی آب و ہوائے لطیف کو دیکھا
حرم میں آکے جواں ہر ضعیف کو دیکھا

مری نگاہوں نے پایا شرف یہ کعبہ میں
وفورِ شوق میں باب الشّریف کو دیکھا

۷ - باب الصّفا

کعبہ میں رات دن یُوں لُطفِ خُدا سے گزرے
زمزم پہ آئے، حدِ آبِ بقا سے گزرے

صدق و صفا کی دولت یوں اپنے ہاتھ آئی
سعیِ صفا کی خاطر باب الصّفا سے گزرے

۸ - باب المدرسّہ

دماغ و دل شمیمِ علم و عرفاں سے بسا آیا
ضیاؔ کعبہ میں کام آخر مرا ذہنِ رسا آیا

خدا کے گھر میں لینا ہے اگر درسِ خدا دانی
چلو اے طالبانِ علم باب المدرسہ آیا

۹ - بابِ بغلہ

حرم کے پھول بوٹے اس لئے شاداب رہتے ہیں
یہاں زمزم کے دھارے خُلد پر کف روز بہتے ہیں

ہر اک دروازہ رشکِ صد چمن کعبہ کا ہے لیکن گلستاں در بغل ہے بابِ بغلہ جس کو کہتے ہیں

۱۰- بابِ علی

چمک اس راہ میں نورِ خدا کی منجلی دیکھی صفا تا مروہ مکہ کی یہ پاکیزہ گلی دیکھی

سدا احرام پوشانِ حرم کی بھیڑ رہتی ہے دمِ سعی صفا یہ شوکتِ بابِ علی دیکھی

۱۱- بابِ عبّاس

نامِ اصحابؓ پر جو مرتے ہیں سجدے کعبہ میں روز کرتے ہیں

ھاشمی شان دیکھنے والے بابِ عبّاس سے گزرتے ہیں

۱۲- بابِ النبیؐ

ہجوم ہے لبِ زمزم سیاہ پوشوں کا کمالِ مستی و تشنہ لبی کو دیکھتے ہیں

حرم سے آئے مدینہ کی جستجو والے نظر ہے کعبہ پہ باب النبی کو دیکھتے ہیں

۱۳- بابِ قائدیہ

گدائے کعبہ ہے کعبہ دل میں کر تعظیم طوافِ کعبہ کئے جا سدا بصد تکریم

ہے جبّہ سائیِ خاکِ حرم کا شوق اگر

تو بابِ قائدیہ پہ جھکا سرِ تسلیم

۱۴- باب السّلام

ہے سرحدِ خرد سے ارفع مقامِ کعبہ — تا اَوجِ عرشِ اعلیٰ ہے اوجِ بامِ کعبہ
قدسی سلام کرنے آتے ہیں آسماں سے — بابِ فلک نما ہے بابُ السّلامِ کعبہ

۱۵- باب الدُّرَیبہ

مُسلسل قافلے جاتے ہیں مکّہ سے مدینہ کو — تجھے اَے ہمسفر گر جستجوئے راہِ طیبہ ہے
طوافِ کعبہ کر، چل کر حرم میں رُو بقبلہ ہو — ادھر آ، دیکھ وہ پیشِ نظر بابُ الدُّرَیبہ ہے

۱۶- باب سلیمانیہ

ہے بجدا آج بھی خادمِ بیت الحرام — سلطنتِ ترکیہ، دولتِ افغانیہ
کہتی ہے خاکِ حرم دیکھ کہ ہی اَے عزیز! — رازِ شکوہِ حرم بابِ سلیمانیہ

۱۷- باب المحکمہ

طوافِ حرم میں ہے مصروف اُمّت — ہے بخشش کی منجانبِ حق بشارت
نہ کیوں ہیبتِ حق سے لرزاں ہوں مجرم — یہ باب المحکمہ ہے بابِ عدالت

۱۸- باب الزّیادہ

دیارِ حرم ہے وہ منزل وہ جادہ — جہاں رہتے ہیں اہلِ حق سر نہادہ

زیادہ نہ بے چین ہو بے خودی میں — ہے شیدائے کعبہ یہ باب الزّیادہ

۱۹-باب القطبی

باغِ رضواں سے وہ کعبہ میں ہوا آتی ہے — مضطرب روح یہیں آ کے سکوں پاتی ہے

قطب و ابدال نظر آتے ہیں مشغولِ طواف — بابِ قطبی کی طرف آنکھ جب اُٹھ جاتی ہے

۲۰-باب الزّمانیہ

لبّیک کا زباں پر دنیا کے ہے ترانہ — حیلہ طواف کا ہے سجدوں کا ہے بہانہ

دروازے سب حرم کے ہیں قبلہ گاہِ عالم — بابِ الزّمانیہ پر حاضر ہے اک زمانہ

۲۱-بابِ باسطیہ

حرم کا قُرب ہے سرمایۂ نشاطِ جہاں — جدائی کعبہ کی ہے وجہِ انحطاطِ جہاں

اگر ہو چشمِ حقیقت نگر تو پہچانے — ہے بابِ باسطیہ رازِ انبساطِ جہاں

۲۲-بابِ عتیق

قریب کعبہ سب اپنے رفیق تک پہنچے — حرم کی راہ میں اہلِ طریق تک پہنچے

وطن کی قید کو توڑا حرم کی اُلفت نے

رہائی پاتے ہی بابِ العتیق تک پہنچے

۲۳- بابِ عمرہ

رہنما جبکہ ہوئی رحمتِ باری اپنی ... لائی تا ارضِ حرم گریہ وزاری اپنی

التجا ہے پسِ حج تجھ سے یہ ربِّ کعبہ ... بابِ عمرہ پہ بسر ہو عمر یہ ساری اپنی

۲۴- باب داؤدیہ

دست بستہ جھکائے سر آیا ... سُوئے کعبہ گدائے در آیا

فرشِ راہِ حرم بنیں آنکھیں ... بابِ داؤدیہ نظر آیا

۲۵- بابِ امر بالمعروف

کعبہ جن اوصاف سے موصوف ہے ... اُن پہ اپنی مغفرت موقوف ہے

کُھلتے ہیں اسرارِ نیک و بد جہاں ... یہ وہ بابِ امر بالمعروف ہے

حضرت مولانا شیخ محمد اسمٰعیل بخش صاحب دام مجدھم

زباں پر میری پیہم ذکرِ اسمٰعیل آیا ہے ... پتہ احباب کو اُن کا نہ اب تک کچھ بتایا ہے

بزرگِ محترم یہ ساکنِ شہرِ بدایوں ہیں ... یہ کیا کہئے کہ مکہ میں تو طن آشنا کیوں ہیں

معزز تر بدایوں میں ہے اُن کا خانداں سارا ... قبیلے میں ہے اُن کے علم و دولت انجمن آرا

بخوش اُن کا قبیلہ شہر میں کہلایا جاتا ہے شرافت کا قدیمی رنگ جس میں پایا جاتا ہے

بدایوں میں اعزا اُن کے اکثر باوجاہت ہیں عمایدمیں ہیں، اہلِ علم ہیں، اہلِ ریاست ہیں

عزیزِ[1] حلقۂ اہلِ طریقت تھے پدر اُن کے ہیں اہلِ سلسلہ تقویٰ بداماں بیشتر جن کے

چوالیس[44] سال پہلے کرکے سن تیئیس[23] میں ہجرت وطن سے آئے مکہ میں عزیزِ مجلسِ ملت

پدر کے ساتھ اسمٰعیل بھی آئے تھے بچے ہیں اخیٔ محترم تشریف یوں لائے تھے مکے میں

حرم کے روشنی گھر میں رہے انجینیر برسوں رہے ہر دورِ سلطانی میں منظورِ نظر برسوں

سعودی سلطنت سے اب بھی پنشن آپ پاتے ہیں وطن جب آپ کا جی چاہتا ہے جاتے آتے ہیں

مدارات و مروت، سیر چشمی و خوش اخلاقی توکل، انکساری، ضبطِ غصہ وقتِ ناچاقی

دیانت، حسنِ تقویٰ آپ کے ہیں جوہرِ ذاتی ہے خوبی کونسی جو آپ میں پائی نہیں جاتی

مکاں اُن کا ہے مہماں گاہ، اربابِ محبت کا ہے اُن کے سفرہ پر ساماں مہیا روز دعوت کا

---

[1] حضرت مولانا شاہ عزیز بخش صاحب قادری صابری قدس سرہٗ ۔ بدایوں کے خاندان بخوش کے سر برآوردہ اور مشائخ ہند میں خصوصی عظمت رکھنے والے بزرگ تھے۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سیدنا شاہ آل رسول قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے۔ ابتدا میں وکالت کرتے تھے۔ جذبۂ عشق الٰہی میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حضرت سیدنا مخدوم صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر شہر ہردوار کی پہاڑیوں میں چلہ کشی کی۔ یہیں حضرت شاہ رحیم قدس سرہٗ سے صابری سلسلہ کی اجازت اور فیوض حاصل کئے۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں تمام جائداد و املاک فروخت کرکے مع خاندان ہجرت کی اور مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کرلی۔ وہیں وفات پائی۔

ہیں علم و فضل و حلم و بذل کے اسرار سینے میں — حرم مسکن ہیں یہ، رہتا ہے دل اُن کا مدینے میں

یہ عاجز تو کراچی ہی سے ہمراہِ برادر تھا — حرم میں بیت اسمٰعیل اپنا واقعی گھر تھا

مرے اُستاذ واب یعنی اسیرِ خلد مسکن سے — ہے اسمٰعیل کو فخرِ تلمذ، اپنے بچپن سے

خدا رکھے یہ وہ مضبوط رشتہ ہے اخوت کا — ہے جبتک سانس قائم رنگ قائم ہے محبت کا

جنوبی سمت میں گھر ہے حرم سے متصل ان کا — غرض ہے معترف احباب میں ہر اہلِ دل اُن کا

الٰہی اپنی رحمت سے جسے تو چاہے جو دینا — وقار و عزت دارین اسمٰعیل کو دینا

منیٰ شریف کو روانگی

منیٰ نزدیکِ مکہ امتحاں گاہِ محبت ہے — یہ کوہستان گویا یادگارِ شانِ خلت ہے

منیٰ سے حج کے معمولات کا آغاز ہوتا ہے — منیٰ میں حاجیوں کا اک نیا انداز ہوتا ہے

پہنچتے ہیں منیٰ میں آٹھویں ذوالحج کو حاجی — کئی دن تک یہاں حجاج کی رہتی ہے آبادی

رہے ہم شنبہ یکشنبہ فقط دو روز کعبے میں — ہُوا فی الفور یہ اعلانِ جاں افروز کعبے میں

دوشنبہ آٹھویں تاریخ کو حاجی منا جائیں — مناسک حج کے ہیں جتنے وہاں جا کر بجا لائیں

منیٰ کو قافلے اتوار کے دن سے لگے جانے — نوید حج کو سُن کر ہو گئے بے تاب دیوانے

ہے مکہ سے منیٰ کا فاصلہ دو میل سے زائد
مگر کہتے نہیں ہیں راز یہ حجاج سے قائد

معلم کی وکالت سے سواری کرنی پڑتی ہے
خوشامد حاجیوں کو یاری باری کرنی پڑتی ہے

سواری کے لئے سب لوگ محتاجِ معلم تھے
معلم کے رضا جو سارے حجاجِ معلم تھے

بطورِ خود نہ تھا ممکن نصیب آنا سواری کا
اثر ہر شخص کے تھا دِل پہ اس بے اختیاری کا

تصرف لاریوں پر موٹروں پر تھا حکومت کا
خیال اصلا نہ تھا حکام کو اہلِ ضرورت کا

وہی حکام رس تھے جو معلم باوجاہت تھے
حکومت سے اُنہیں کو لاریاں مل جاتی تھیں پہلے

سواری کے لئے گھوڑا، گدھا تھا، اونٹ خچر تھا
کرایہ ہر سواری کا گراں سے بھی گراں تر تھا

ہزاروں قافلے ایسے تھے جو پیدل روانہ تھے
مطوف وقفِ سامانِ سفر خانہ بہ خانہ تھے

روانگی کا منظر

ہے آدھی رات تارے چاند کے پہلو میں رخشاں ہیں
فلک سے تا حرم جلوے ہی جلوے گل بداماں ہیں

جبینِ ماہِ انور صرفِ سجدہ ہوتی جاتی ہے
ستاروں کی چمک پابوسِ کعبہ ہوتی جاتی ہے

ہزاروں آدمی کعبے سے باہر آتے جاتے ہیں
جدھر دیکھو نظر حجاج کے انبوہ آتے ہیں

نظر آتی ہیں اونٹوں کی قطاریں شاہراہوں پر
شتربان دیتے ہیں جا کر صدا آرام گاہوں پر

صفیں احرام پوشوں کی ترانے گاتی جاتی ہیں
صدائیں کان میں لبیک کے نغموں کی آتی ہیں

خدائی رات ہے تاروں بھری یہ رات کعبے میں
ادا کرتی ہے فطرت اپنے معمولات کعبے میں

منٰی جانے کے ہیں حجّاج میں سامان ہر جانب
عیاں ہے تیرے اُردوں میں اک انوکھی شان ہر جانب

معلّم نے کہا ہے ہم سے بھی تیار رہنے کو
ہجوم آرزو دل میں ہمارے بھی ہے کہنے کو

سواری ایک سو نوّے میں طے کی ہے معلّم نے
خبر اک روز پہلے یہ ہمیں دی ہے معلّم نے

سفر تکمیلِ حج کے واسطے یہ پانچ دن کا ہے
اسی میں امتحاں حاجی کے نفسِ مطمئن کا ہے

وہ اسمٰعیل کا گھر جس میں ہم آرام پاتے تھے
منٰی کو قافلے اکثر اسی جانب سے جاتے تھے

منٰی کو والہانہ شان سے حجّاج کا جانا
وہ اُن کا جوشِ سرمستی، وہ اُن کی شانِ مستانا

دلِ خود رفتۂ عشاق کو مدہوش کرتی تھیں
سکون و ضبط کو ہر قلب سے رُو پوش کرتی تھیں

دوشنبہ کو ہمارے گھر سراجِ حق مآب آئے
سراسیمہ مگر بعدِ طلوعِ آفتاب آئے

کیا یہ حکم، دو اسباب اپنا اور چلو فوراً
نہیں ہے وقت اب تاخیر کا تیار ہو فوراً

نہ دی مہلت ذرا بھی مشورہ کرنے کی ہمدم نے
بعجلت اس مبارک حکم کی تعمیل کی ہم نے

مصلّٰی، کمبل و تسبیح و چادر، کُرتا، پاجامہ
وظائف کی کتب، آئینہ، کنگھا، پینسل، خامہ

یہ سامانِ ضروری رکھ لیا اک بیگ کے اندر — لیا لوٹا، کٹورا ہاتھ میں باحالتِ مضطر

ذبیح محترم نے مجھ سے برجستہ یہ فرمایا — مصارف کے لئے تھوڑا سا رکھ لو پاس سرمایا

معلّم کو دئے دو نوٹ اسمٰعیل صاحب نے — کہا تحویل میں رکھئے انہیں، دونوں ہیں سَو سَو کے

رقم کچھ میں نے چرمی بیگ میں اپنے جُدا رکھ لی — خُدا نے یوں سفر میں آبروئے بینوا رکھ لی

حرم میں آئے ساماں لے کے ہمراہِ معلّم ہم — پسینہ آگیا کچھ ایسی تیزی سے چلے ہمدم

معلّم دوسرے دروازہ سے باہر ہمیں لایا — یہاں موجود ہم نے اربیا[1] کو راہ پر پایا

رفیقانِ سفر پہلے سے تھے موجود گاڑی میں — سوار آخر یہاں آکر ہوئے ہم بھی سواری میں

ہمارے ہمسفر حاجی سعید و شیخ یوسف تھے — سعید احمد کے تھے گاڑی میں لیکن اور دو بچے

بمشکل موٹروں کی رَو میں نکلے تنگ راہوں سے — گلی کوچوں کے نظّارے کئے اپنی نگاہوں سے

کشادہ راہ پر جس وقت گھوڑے نے قدم رکھا — سبک گامی دکھائی دفعتاً تیزی سے چل نکلا

سڑک ہے سرحدِ عرفات تک پُختہ یہ موٹر کی — بجز اس راہ کے راہیں الگ ہیں اسپ و اُشتر کی

حرم سے تا منیٰ سب باندھ کر احرام آتے ہیں — یہاں یکساں نظر حجّاج نیک انجام آتے ہیں

یہاں فرقِ مراتب کچھ نظر اصلا نہیں آتا — گدا و شاہ پیراہن سے پہچانا نہیں جاتا

[1] اربیہ، عرب کا یکّہ ہوتا ہے۔ جس میں گھوڑا جوتا جاتا ہے۔ بیٹھنے کی بنچ نما نشست یکّہ کے دونوں پہلوؤں پر ہوتی ہے۔ بیچ میں جو خلا ہوتا ہے۔ اس میں اسباب رکھا جاتا ہے۔

داخلۂ مِنیٰ شریف

بوقتِ چاشت داخل ہو گئے ارضِ منیٰ میں ہم
یہاں ہر دم رہے مشغول تسبیحِ خدا میں ہم

معلّم نے بڑا سا اک احاطہ مانگ رکھا تھا
یہیں پر یہ سراجی قافلہ سب آکے ٹھہرا تھا

نمازیں پانچ وقتوں کی یہاں پڑھنی ضروری ہیں
یہ شرطیں کرتے ہیں پوری جو اصحابِ حضوری ہیں

یہ شرطیں ہم نے کیں الحمدللہ سب یہاں پوری
رفیقانِ سفر کو بھی نہ آئی پیش معذوری

پڑھی سب نے نمازِ ظہر بھی اور عصر و مغرب بھی
عشا کے وقت تک آئی جماعت میں نہ کوتاہی

عشا پڑھ کر تہجد تک خدا کی یاد میں سوئے
تہجّد کے نوافل پڑھ کے تا وقتِ سحر روئے

دعائیں اپنے رب سے رات بھر مانگیں ضیا ہم نے
منیٰ میں کیں ادا پانچوں نمازیں مرحبا ہم نے

حاضریٔ مِنیٰ

معروضۂ بخشش کو لئے دستِ دُعا میں
مولا! یہ گنہگار بھی حاضر ہے منیٰ میں

دُنیا ہو نہ کیوں صرفِ مناجات منیٰ میں
آثارِ اجابت نظر آتے ہیں دُعا میں

ہر ذرّہ یہاں غرق ہے انوارِ خدا میں　　　جلووں کی نچھاور ہے شب و روز منیٰ میں
احرام در آغوش ہیں عشّاقِ الٰہی　　　کچھ فرق نہیں منعم و سلطان و گدا میں
مشغولِ عبادت ہیں خدا والے ہر اک جا　　　تکبیر کی ہے گونج پہاڑوں کی فضا میں
ہر راہ میں ہے بھیڑ ہر ایواں میں ہے جمگھٹ　　　حجّاج کا میلہ ہے جھمیلا ہے منیٰ میں
لبّیک کے نغموں سے ہیں پُر کیف فضائیں　　　تسبیحِ الٰہی کا ہے غُل ارض و سما میں
مکّہ میں خلیل آئے بارشادِ الٰہی　　　تکمیل ہوئی منصبِ خُلّت کی منیٰ میں
والد کی اطاعت کیلئے نورِ نظر نے　　　جاں نذرِ خدا کی رہِ تسلیم و رضا میں
دھوکے دئے ہر گام پہ ابلیس نے کیا کیا　　　ثابت رہے مردانِ خدا راہِ خدا میں
ہو جاتے ہیں خود نہرِ زبیدہ سے ہم آغوش　　　سیلاب اُٹھا کرتے ہیں جو آبِ بقا میں
آنکھوں میں ہے تصویرِ حیاتِ ابدی کی　　　دھارے گئے آنسو ہیں مرے آبِ بقا میں
ہر ذرّہ منیٰ کا ہے علاجِ دلِ حجّاج　　　آیاتِ شفا کا ہے اثر خاکِ شفا میں

تھا کعبہ میں کل مائلِ سجدہ جو مرا سر
ہوں آج ضیا وقفِ مناجات منیٰ میں

مُناجات بدرگاہِ مجیب الدّعوات

بمقامِ منیٰ شریف بوقت ۹ بجے صبح بروز دوشنبہ ۸ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ

اَے خدا، اَے کارسازِ کائنات! ہے خطا پوشِ دو عالم تیری ذات

ہم ترے بندے ہیں سرتا پا قصور بخش دے عصیاں ہمارے یا غفور!

ہم گنہگاروں کو تُو نے اَے کریم! دی حقیقت بیں نظر عقلِ سلیم

تُو نے اپنی معرفت بخشی ہمیں دولتِ ایماں عنایت کی ہمیں

تُو نے ہم پر خاص یہ احساں کیا ذوقِ اسلامی فرائض کا دیا

ہم غلاموں پر ہے تیرا یہ کرم ارضِ بیت اللہ میں حاضر ہیں ہم

ہے خدائی کا ترے در پر ہجوم حجِ بیت اللہ کی ہے عام دھوم

تیرے بندے تیرے در پر آگئے چھوڑ کر سب اپنا گھر در آگئے

تیرے صدقے اے خدائے دو جہاں میں ضعیف و زار بیکس ناتواں

آج حاضر ہوں تری درگاہ میں مائلِ سجدہ ہوں بیت اللہ میں

میں کہاں، کعبہ کہاں، اَربِّ کریم ہے فقط تیرا یہ احسانِ عظیم

ہوں سراپا معصیت ربّ العلیٰ — حد سے زاید ہیں مرے جرم و خطا

عمر گزری ہے گنا ہوں میں تمام — راہ گم کردہ ہوں اے ربِ انام

کعبۂ اقدس کا صدقہ اُے خدا! — رحم فرما، بخش ہر جُرم و خطا

تُو نے کعبہ میں بُلایا ھے مجھے — تُو نے یہ موقع دکھایا ھے مجھے

خود بُلا کر اپنے در پر اُے کریم! — کیجیو رسوا نہ گھر گھر اُے کریم!

در پڑے کی لاج رکھنا ذوالجلال! — کرنا آمرزش مری بے قیل و قال

ہر خطا، ہر جُرم کر دینا معاف — کیجیو مقبول یہ حج و طواف

ہوں مکمّل میرے سب ارمانِ حج — جان ہو جائے مری قربانِ حج

حاضرِ دشتِ منیٰ ہے یہ غریب — نورِ ایماں سے مرا چمکا نصیب

کل کا دن ہے یومِ حج پروردگار! — کر عطا حجّاج کو جاہ و وقار

اپنے ہر بندہ کا حج مقبول کر — سب پہ رحمت کے نچھاور پھول کر

تا مدینہ بعدِ حج پہنچا ہمیں — قبلۂ دیں کا دکھا روضہ ہمیں

دولتِ ایمان دے، اسلام دے

عفو و بخشش کا ہمیں پیغام دے

فضائلِ منیٰ شریف

منیٰ کی سرزمیں اللہ اکبر! ہے وہ لاثانی
جہاں رہتی ہے انوارِ خدا کی جلوہ افشانی

یہی ارضِ مقدّس امتحاں گاہِ محبّت ہے
یہیں کا ذرّہ ذرّہ مطلعِ انوارِ قدرت ہے

یہیں کی تھی خلیل اللہ نے بیٹے کی قربانی
یہیں پر تھی ذبیح اللہ نے جاں نذر گذرانی

یہاں کے سنگریزے جاذبِ نورِ نبوّت ہیں
یہیں کے دشت و صحرا جادۂ رُشد و ہدایت ہیں

یہاں بہرِ عبادت مصطفٰے تشریف لاتے تھے
اسی ارضِ مقدّس پر فرشتے سر جھکاتے تھے

فلک سے نور چھنتا ہے یہاں کے کوہساروں پر
یہاں ذرّے چمک کر مسکراتے ہیں ستاروں پر

منیٰ میں ہوتی ہیں مقبول بندوں کی مناجاتیں
غنیمت ہیں یہاں گزریں عبادت میں اگر راتیں

منیٰ وہ ہے جہاں حج کے ادا ارکان ہوتے ہیں
منیٰ وہ ہے جہاں خالق کے ہم مہمان ہوتے ہیں

منیٰ کا احترام اللہ والے کرتے آئے ہیں
منیٰ میں بارہا خیر الورٰی تشریف لائے ہیں

منیٰ میں مسجدِ خیف ایک عالیشان مسجد ہے
عبادت گاہِ عالم یہ بہشت ایوانِ مسجد ہے

اسی مسجد کی انگنائی میں ہے وہ قبّۂ انور
بوقتِ حج جہاں تانا گیا تھا خیمۂ سرور

منیٰ میں مخزنِ پُر آب ہے نہرِ زبیدہ کا
یہاں رہتا ہے میلہ پانچ دن عشّاق شیدا کا

منیٰ میں تین دن قربانیاں کرتے ہیں شیدائی　　یہاں شیطاں کے پتھر مارتے ہیں ڈٹ کے سودائی

نویں شب کو یہاں شب باش سب حجّاج ہوتے ہیں

یہاں اس رات محوِ یادِ رب حجّاج ہوتے ہیں

ابھی ہے نور کا تڑکا، ابھی ساکن فضائیں ہیں　　ستارے جھلملاتے جاتے ہیں ٹھنڈی ہوائیں ہیں

پہاڑوں پر فلک برسا رہا ہے نور کے جھالے　　منیٰ کی وادیوں میں رو بقبلہ ہیں خدا والے

عیاں تابانیاں ہیں خشک پتھر کی چٹانوں سے　　پھواریں پڑ رہی ہیں رحمتوں کی آسمانوں سے

ریاضِ خلد سے چل کر نسیمِ کعبہ آتی ہے　　صدا لبیک کی صحرا بصحرا گونج جاتی ہے

پہاڑوں کا تسلسل ہر طرف حدِ نظر تک ہے　　فضائے کوہ اور سبزی و شادابی میں چشمک ہے

گیاہِ تر کے نظارے یہاں سے دور رہتے ہیں　　بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ اسی وادی کو کہتے ہیں

اسی وادی کے اندر ہاں، اسی پرخار صحرا میں

خدائی محو ہے یادِ خداوندِ تعالےٰ میں

وہ چمکا صبح کا تارا، وہ آوازِ اذاں آئی　　وہ کعبہ سے جناں بر کف نسیمِ گلفشاں آئی

اٹھا لبیک کا وہ غل، وہ یا حق کی صدا آئی　　وہ رحمت عرش سے لیتی ہوئی یادِ خدا آئی

وہ لی اونٹوں نے کروٹ، وہ حدی خواں نغمے گا نکلے　　شتربان وہ ہر اک جانب سے شغدف لیکے آنکلے

وہ آئیں خیف کی مسجد سے آوازیں اذانوں کی
ہوئیں صف بندیاں مسجد میں وہ قرآن خوانوں کی

نمازِ باجماعت کے لئے حاجی وہ آنکلے
ستارے صبح کے وہ آسماں پر ڈبڈبا نکلے

نمازِ صبح سے پائی فراغت ساری اُمّت نے
سمیٹے بسترے بہرِ سفر اربابِ مِلّت نے

سحر کی روشنی چمکی نظر ہر چیز صاف آئی
کرن سورج کی کرنے کو پہاڑوں کا طواف آئی

عرفات شریف

اللہ اللہ، شرفِ خاکِ دیارِ عرفات
سرمۂ چشم خدا بیں ہے غُبارِ عرفات

نزہتِ عالمِ امکاں ہے نثارِ عرفات
ہے یہ اللہ غنی! جاہ و وقارِ عرفات

راہِ فردوس و جناں رہگزارِ عرفات
منزلِ قُربِ خدا، قُربِ جوارِ عرفات

عطرِ مجموعۂ جنّت ہے غبارِ عرفات
چمنِ خلد نے بوئی ہے بہارِ عرفات

ذرّہ ذرّہ ہے یہاں جلوہ گہِ وادیٔ طور
بیتِ معمور ہے ہر راہگزارِ عرفات

ہوتی ہے لاکھوں مسلمانوں کے حج کی تکمیل
پاؤں رکھتے ہی سرِ راہگزارِ عرفات

سُنتے ہیں روزِ جزا ہوگا یہ راز آئینہ
سرزمینِ حشر کی ہے آئنہ دارِ عرفات

مُستحقِ چمنِ خُلد ہیں انشاءاللہ
ہمنشیں خاک نشینانِ دیارِ عرفات

خطۂ قدس ہے ویراں کدۂ دشت نہیں — خار بر کف نظر آتا ہے غبارِ عرفات

آ رہی ہیں یہ نویدیں جبلِ رحمت سے — مغفرت یاب ہے ہر سجدہ گزارِ عرفات

لالہ و گُل سے ہے آرائشِ گلزارِ جناں — جبل و دشت ہیں سامانِ بہارِ عرفات

آئنہ ہیں جبروتی و جلالی شانیں — غرقِ حیرت ہے دلِ مدح نگارِ عرفات

بیکے اُمت کو گزر جائینگے بالائے صراط — شافعِ جن و بشر، شاہسوارِ عرفات

سال بھر رہتا ہے اس شہر میں ہُو کا عالم — ایک دن ہوتا ہے آباد دیارِ عرفات

کعبہ والے کا یہ احساں ہے بربِّ کعبہ — ہے ضیا بادیہ پیمائے دیارِ عرفات

عرفات شریف کو روانگی

یوم حج

سہ شنبہ کا ہے دن سورج ابھی سج بن کے نکلا ہے — شعاعیں مائل جلوہ نمائی ہیں سویرا ہے

نویں تاریخ ذی الحجہ کی ہے شاداں مسلماں ہیں — حرم کی وادیوں میں یوم حج کے ساز و ساماں ہیں

یہ وہ دن ہے کہ جس کی شان ہر دن سے نرالی ہے — یہ دن نوروزِ عیدِ اُمّتِ سرکارِ عالی ہے

منیٰ سے ہیں روانہ قافلے میقات کی جانب — قدم اُٹھتے ہیں خود مزدلفہ و عرفات کی جانب

حدِ عرفات اس درجہ مقدس ہے جہاں بھر میں — نہیں ہمسر کوئی اس سرزمیں کا ہفت کشور میں

یہی وادی ہے وہ حاصل جہاں پہ ہے شرف جس کو
خدا نے خلد سے بھیجا ہے کعبہ کی طرف جس کو

یہاں جنت بداماں رحمتِ خلّاق مطلق ہے
یہاں کے کوہساروں میں جبالِ رحمتِ حق ہے

یہاں سے راستہ نزدیک تر باغ جناں کا ہے
یقیناً خلد در آغوش ہر طبقہ یہاں کا ہے

یہاں ہر ہر قدم پر بارشِ اکرام ہوتی ہے
یہاں بندوں کو حاصل دولتِ اسلام ہوتی ہے

یہاں کی خاک ہے اکسیر بیمارانِ ملّت کو
یہاں ہوتی ہے صحّت دردمندانِ محبّت کو

نویدِ مغفرت ہے اس زمیں پر آنے والوں کو
سندِ بخشش کی ملتی ہے یہاں سے جانے والوں کو

یہاں دو رکعتیں، دو لاکھ رکعت کے برابر ہیں
یہاں رحمت بکف شام و سحر انوارِ داور ہیں

یہاں سامان ہونگے انعقادِ بزمِ محشر کے
یہاں دیکھیں گے ہم جلوے حبیبِ ربِ اکبر کے

یہ ارضِ قدس پائیگی جگہ دربارِ داور میں
اُٹھالی جائیگی یہ سرزمیں میدانِ محشر میں

مقدّس وادیٔ عرفات میں حجّاج کا آنا
فرائض اور ارکانِ عبادت کا بجا لانا

قسم اللہ کی، سامانِ تکمیلِ مناسک ہے
یہاں یہ ایک دن سَو سال سے زائد مبارک ہے

یہاں احرام پوش آنا، نمازیں دو ادا کرنا
تمام اوقات ذَوق و شوق سے یادِ خدا کرنا

حضورِ ربِ کعبہ مغفرت کی التجا کرنا
گناہوں سے خجل ہو ہو کے توبہ بارہا کرنا

اسی کا نام حج ہے حج اسی سج دھج کو کہتے ہیں
بالفاظِ دگر حج آرزوئے حج کو کہتے ہیں

روانگیِ حجّاج کا منظر

طلوعِ شمس ہوتے ہی چلے ہم اپنے مسکن سے
کہا لبّیک سب حجّاج نے بےساختہ پن سے

روانہ ٹولیاں ہر جا سے تھیں خانہ بدوشوں کی
انوکھی والہانہ شان تھی احرام پوشوں کی

ہزاروں مرد و زن شُغدف بدوش اونٹوں پہ آہی تھے
ہزاروں پا پیادہ ملّتِ حق کے سپاہی تھے

قطاریں تھیں ہزاروں موٹروں کی شاہراہوں پہ
حرم کی خاک اُڑ کر چھائی جاتی تھی گناہوں پر

حمار و اسپ و خچر بھی ہزاروں تھے سواری میں
ہزاروں مرد و عورت رواں تھے سڑکوں پہ لاری میں

غرض عرفات کی جانب رواں لاکھوں مسلماں تھے
یہ دن تھا یومِ حج تکمیلِ حج کے سب ساماں تھے

حدِ مزدلفہ سے بڑھ آئے جب کعبہ کے سودائی
صفِ اہلِ صفا کو مسجدِ نمرہ[1] نظر آئی

مطوّف نے سواری روک کر حجّاج کو ٹوکا
سب اپنے قافلہ والوں کو مسجد کے قریں روکا

وضو کر کے ہوئے مسجد میں داخل ہمسفر میرے
بہت حاجی وہاں پہنچے لگے تھے جس جگہ ڈیرے

ہزاروں حاجیوں کی بھیڑ تھی موجود مسجد میں
تھے حاضر بندے پیشِ حضرتِ معبود مسجد میں

---

[1] مسجدِ نمرہ سرحدِ عرفات پر ایک بہت بڑی مسجد ہے۔ اس وادی کا نام وادیٔ نمرہ ہے۔ حضور سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج کو تشریف لاتے تو اس مقام پر ظہر و عصر کی نماز ظہر کے وقت ادا فرماتے۔ مسجدِ نمرہ اُسی زمین پر بطور یادگار بنا دی گئی ہے۔

ادا ہوتی ہے ظہر و عصر یک جا خطبہ ہوتا ہے
ادائے حج سے فارغ حاجیِ ذی رتبہ ہوتا ہے

جماعت سے پڑھی مسجد میں ظہر و عصر ہم نے بھی
باطمینانِ خاطر پورے خطبہ کی سماعت کی

یہ مسجد گو کشادہ ہے، مقدّس ہے، مشرّف ہے
مگر تھوڑا سا حصّہ جانبِ قبلہ مسقّف ہے

زمینِ صحنِ مسجد گرچہ بیگھوں تک ہے رقبہ میں
نمازیں پڑھتے ہیں حاجی مگر چھت والے حصّہ میں

ریتیلا صحن، گرمی تیز، سورج شعلہ افشاں ہو
تو پھر بہرِ نماز آمادہ کیونکر کوئی انساں ہو؟

نمازی دونوں دالانوں میں مسجد کے بکثرت تھے
بلافرقِ مراتب سب کے سب محوِ عبادت تھے

ہزاروں چھتریاں سر پر لگائے سربسجدہ تھے
ہزاروں گرم ریتی پر ستادہ رُو بقبلہ تھے

مگر با ایں ہمہ زائد تھا خالی صحن بے سایا
کہ جلتی ریگ پر رُکنا بہت مشکل نظر آیا

حکومت نظمِ آسائش سے غافل پائی جاتی ہے
گراں حجّاج پر سرکار کی بے التفاتی ہے

نہ تھا دشوار مسجد میں لگانا شامیانوں کا
مگر تھا کون پُرساں ان خدا کے میہمانوں کا

ہُوا بعدِ فراغِ خطبہ مجمع منتشر یہ سب
یہاں سے جا کے ڈیروں میں رُکے یہ میہمانِ رب

غم افزا تھا یہ منظر اس عظیم الشّان مسجد کا
الٰہی! جلد سارا صحن ہو دالان مسجد کا

منظرِ عرفات

ہے سُورج سر پہ ذرّے ریت کے شعلہ بداماں ہیں
بجز ریگِ رواں معدوم سب راحت کے ساماں ہیں

اسی ریتی، اسی صحرا، اسی میدان کے اندر
ہے آئینہ بکف اللہ کی قُدرت کا اک منظر

چلے آتے ہیں لاکھوں مصطفےٰ والے خُدا والے
باندازِ جنوں میلی سی چادر دوش پر ڈالے

حسین خیموں سے ہے آراستہ عرفات کا میداں
مہیّا ہیں یہاں سارے سکونِ قلب کے ساماں

حدودِ کوہ تک آباد ہے اک شہر ڈیروں کا
گذر اصلاً نہیں ممکن یہاں چوروں لُٹیروں کا

سفید و صاف ڈیرے نصب ہیں ہر سمت کوسوں تک
ہیں یادِ حق میں لاکھوں جاں نثارِ مذہب و مسلک

معلّم کمپ عالیشاں لگاتے ہیں یہاں اپنے
بطرزِ نو بناتے ہیں یہ کپڑوں کے مکاں اپنے

سجائے جاتے ہیں یہ کیمپ دروازوں نشانوں سے
کیے جاتے ہیں ویرانے مسقّف سائبانوں سے

مقرّر گو نشاں ہوتے ہیں اکثر خیمہ گاہوں کے
نشاں لیکن نہیں ملتے یہاں رستوں کے راہوں کے

پھریرے جب یہ لہراتے ہیں اس سنسان میداں میں
سرورِ معرفت ہوتا ہے پیدا جوشِ ایماں میں

عجب دلکش نظر اس دشت کے آتے ہیں یہ پرچم
دھڑک جاتا ہے دل جس وقت لہراتے ہیں یہ پرچم

یہی وہ دشت ہے جو ایک دن آباد ہوتا ہے
یہاں مہمانِ رب ہر خانماں برباد ہوتا ہے

یہی وہ دشت ہے جو گلشنِ جنّت سے افضل ہے
یہاں رحمت برستی ہے یہاں جنگل میں منگل ہے

عرفات کا میلہ

یہ ہے اعلانِ حج کعبہ یا عرفات کا میلہ
حرم کے گرد ہے دُنیائے موجودات کا میلہ

شکوہ و شانِ اسلامی کی سالانہ نمائش ہے
خلیلِ ربِ کعبہ، قبلۂ حاجات کا میلہ

مناسک حج بیت اللہ کے پورے کراتے ہیں
باذنِ خالقِ کعبہ ہے مخلوقات کا میلہ

زمیں بوسِ حرم ہے عالمِ اسلام کعبے میں
لگا ہے اُمّتِ سلطانِ موجودات کا میلہ

نہاں ہے جامۂ احرام میں ہر نسلِ انسانی
ہے وحدت آفریں ہر شہر ہر میقات کا میلہ

رواں مستانہ وش عرفات کی جانب خدائی ہے
منیٰ سے تا حدِ کعبہ ہے مخلوقات کا میلہ

اسی صحرا میں ہیں دیوانگانِ عشق کے جمگھٹ
اسی وادی میں ہے اک سمت مستورات کا میلہ

کہیں آمادۂ سعیِ صفا مروہ ہے اک دُنیا
کسی جانب ہے عشّاقِ فنا فی الذّات کا میلہ

ہیں فردوسِ نظر ایثار و قربانی کے نظارے
عجب دلکش ہے ان قدرت نما خدمات کا میلہ

ظہورِ اتحادِ جنسیت ہے اس فریضہ سے
ہے مردانِ خدا کے ساتھ مستورات کا میلہ

عبادت کیلئے شب باش مزدلفہ میں ہے اُمّت
یہاں ہے دوسرا حُجّاج خوش اوقات کا میلہ

خُدا شاہد وہاں ہے شورِ تکبیر و اذاں اب تک
رچاتے تھے جہاں کافر منات و لات کا میلہ

ہیں مشغولِ طوافِ کعبہ مرد و زن جہاں بھر کے
کہیں مردوں کا میلہ ہے کہیں عورات کا میلہ

باذنِ ربِّ کعبہ روز و شب اللہ کے گھر میں
رہیگا تا ابد قائم یہ ہر دن رات کا میلہ

شبِ مزدلفہ مثلِ لیلۃ القدرِ مبارک ہے
ہزاروں رات سے بہتر ہے یہ اک رات کا میلہ

برستی ہے بھرن کعبہ میں ابرِ رحمتِ حق سے
لبِ زمزم ہے مَے نوشوں میں برسات کا میلہ

فلاحِ دین و دُنیا کی دُعائیں مل کے ہم مانگیں
ہے یہ مقصود اس حج کا ہے یہ اس بات کا میلہ

رواں کعبہ سے ہیں سوئے مدینہ قافلے پیہم
ہے طیبہ کے چمن میں کعبۂ حاجات کا میلہ

طُہورِ خلد کی ہیں بارشیں میزابِ رحمت سے
فضائے گنبدِ خضرا میں ہے برسات کا میلہ

گنہگارو چلو دیکھیں نمائش شانِ رحمت کی
ہے محشر کا جھمیلا عفوِ تقصیرات کا میلہ

یہ بزمِ حشر یہ مجمع قیامت کا یقیناً ہے
شفیعِ روزِ محشر سیّد السّادات کا میلہ

شبِ اسریٰ کے جلوے عرش سے تا فرش چھائے ہیں
خدائی میں لگا ہے اس خدائی رات کا میلہ

طوافِ وعمرہ و سعی و رمی حج کے مناسک ہیں
ہجومِ حج ہے یہ تکمیلِ معمولات کا میلہ

شفیعِ حشر کا دربار دیکھوں کا سرِ محشر
مری آنکھوں نے دیکھا ہے ضیا عرفات کا میلہ

خیمہ گاہ

ہے بارہ میل رقبہ دشتِ عرفاتِ مقدّس کا
لگا کرتا ہے میلہ جس میں خاصانِ خُدا رس کا

یہ رقبہ خیمہ و خرگاہ سے معمور ہوتا ہے
یہاں معلوم ہر ذرّہ چراغ طُور ہوتا ہے

ٹھہرتے ہیں انھیں ڈیروں میں آ کر قافلے سارے
سکونِ قلب پاتے ہیں یہاں حجّاج بیچارے

یہاں نہرِ زبیدہ ہے خزانہ صاف پانی کا
مگر منزل بمنزل ہے عجب عالم گرانی کا

بہت مشکل سے ملتا ہے یہاں حجّاج کو پانی
بلائے جاں ہے بدوی سقّوں کی یہ قتنہ سامانی

اگر مل جائے دو دو قرش[1] کو اک کوزہ پانی کا
تو پیاسے راگ گائیں بدوؤں کی مہربانی کا

ریالِ[2] نقد بدّو پانچ پہلے مانگ لیتا ہے
بہت منّت سے پانی کا کنستر ایک دیتا ہے

معلّم انتظامِ آب کرتے ہیں قرینے سے
ز خود کر دیتے ہیں بیفکر سب کو کھانے پینے سے

---

[1] قُرش حکومتِ عرب کا کانسی کا سکہ ہے جو ہندوستانی پاکستانی اکنّی کے برابر ہوتا ہے۔ عرفات و منیٰ میں عموماً ایک گلاس پانی کی قیمت ۲ قرش تھی۔

[2] ریال چاندی کا عربی سکّہ جو ہمارے یہاں کے روپیہ کے برابر ہوتا ہے۔ شرح تبادلہ عرفات و منیٰ میں ایک سو روپیہ کے نوٹ کے بدلے اٹھاسی و نواسی ریال تھی۔ مکّہ میں آخر تک نوّے ریال رہی۔ ایک کنستر پانی کی قیمت منیٰ و عرفات میں عام طور پر پانچ ریال تھی۔ نہر سے دُور کے ویژوں پر ایک ٹین کی قیمت تیس ریال تک وصول کی گئی۔

ضیافت[1] خود معلّم اپنے مہمانوں کی کرتے ہیں | غرض حجّاج کے اوقات یہ اچھے گزرتے ہیں

عرب مہماں نوازی کا یہاں اظہار ہوتا ہے | ہر اک ڈیرے پہ کھانا قیمتی تیار ہوتا ہے

یہ خیمے ہر طرف جو ایک ہی صورت کے ہوتے ہیں | بکثرت لوگ ڈیروں سے بھٹک[2] جاتے ہیں کھوتے ہیں

بہت مشکل سے یہ بھٹکے ہوئے منزل کو پاتے ہیں | معلّم بے نیاز، ان غمزدوں سے پائے جاتے ہیں

یہاں حجّاج ہر دم صرفِ استغفار رہتے ہیں | وظائف پڑھتے ہیں مشغولِ ذکر اذکار رہتے ہیں

یہاں بس دو نمازیں پڑھتے ہیں سب وہ بھی یکجائی | دُعا میں وقت سارا صرف کرتے ہیں یہ شیدائی

درِ توبہ یہاں بندوں پہ ہر دم باز رہتا ہے | ہر اک حاجی یہاں محوِ نیاز و ناز رہتا ہے

معلّم کے ہمارے جس جگہ تھے خیمے استادہ | وہیں آکر ہوئے مسکن گزیں ہم خاک اُفتادہ

یہاں سلطان[3] نے کی اپنے مہمانوں کی مہمانی | ضیافت میں کھلائی حاجیوں کو خوب بریانی

ہوئے کھانے سے فارغ ہو کے ہم وقفِ دُعا خوانی | کئے تا شام ختم اپنے وظائف سب بآسانی

رہے مشغولِ توبہ ہم یہاں درگاہِ باری میں
اجابت کا مزا آنکھوں نے پایا اشکباری میں

۱؎ عرفات میں معلّمین حجاج کی نہایت فراخدلی سے عزت کرتے ہیں۔ بڑی پُر تکلف بریانی پکائی جاتی ہے۔
۲؎ عرفات میں بکثرت حجاج ڈیروں سے الگ ہوتے ہی گم ہو جاتے ہیں۔ بسا اوقات تو کعبہ ہی میں کھوئے ہوئے حجاج قافلہ سے ملتے ہیں۔
۳؎ سراج سلطان نام معلّم۔

جبلِ رحمت

ہے رحمتِ باری کا نقشہ جبلِ رحمت
جنّت کا نمونہ ہے سارا جبلِ رحمت

آدمؑ نے جہاں صدیوں مانگی تھیں مناجاتیں
وہ بابِ اجابت ہے گویا جبلِ رحمت

تطہیر گناہوں کی ہوتی ہے یہاں آکر
ہے قلزمِ رحمت کا چشمہ جبلِ رحمت

حجاج کی آنکھوں میں اُمّت کی نظر میں ہے
قبلہ جبلِ رحمت، کعبہ جبلِ رحمت

فردوس بداماں ہے عرفات کا میخانہ
ہے بادہ کشو! بابِ توبہ جبلِ رحمت

اس خشک پہاڑی کے جنت میں ہیں گُل بوٹے
گلزارِ جناں کا ہے تختہ جبلِ رحمت

خطبہ[1] جو یہاں آکر حضرتؐ نے دیا تھا خود
اب تک وُہی پڑھتا ہے خطبہ جبلِ رحمت

شاداب ہیں دُنیا کے گلزار و چمن اس سے
ہے خشک چٹانوں کا تودہ جبلِ رحمت

اللہ کی یاد آئی، ایمان ہُوا تازہ
کچھ دُور سے جب ہم نے دیکھا جبلِ رحمت

اک طورِ تجلی ہے ہر نقشِ حجر اس کا
ہے عرش کی آنکھوں کا تارا جبلِ رحمت

[1] حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ شریف سے حج کے لئے تشریف لائے تو جبلِ رحمت پر آپ اپنے ناقہ اقدس پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہی مسنون طریقہ خطبہ خوانی کا شریف کی حکومت تک جاری رہا۔ مگر موجودہ حکومت نے یہ طریقہ مسنون ترک کر دیا ہے۔ اب خطبہ مسجد نمرہ میں ہوتا ہے۔

بے پردہ ضیا جلوے قدرت کے نظر آئے

ہے دیدۂ حق بیں کا پردہ جبلِ رحمت

حدِ عرفات میں فردوس برکف کوہِ رحمت ھے
مسلّم عالمِ اسلام میں جس کی فضیلت ھے

اثر کم دھوپ کا جب دن ڈھلے حجّاج پاتے ہیں
دُعا کو کوہِ رحمت کی طرف مل جل کے جاتے ہیں

نہیں ہے یہ اجازت کوہِ رحمت پر کوئی جائے
حکومت نے حفاظت کیلئے ہیں پہرے بٹھلائے

معلّم اپنے اپنے قافلے لے کر نکلتے ہیں
قریب کوہِ رحمت والہانہ چال چلتے ہیں

دعائیں راستے بھر قافلے سب پڑھتے جاتے ہیں
ٹھہر جاتے ہیں جب پیشِ جبل حجّاج آتے ہیں

بجوشِ گریۂ پیہم دعائیں مانگی جاتی ہیں
تمام آنکھیں خشوعِ قلب سے آنسو بہاتی ہیں

یہ منظر دید کے قابل ہے عُشّاقِ الٰہی کا
دِلوں سے مَیل دُھل جاتا ہے عصیاں کی سیاہی کا

اجابت آئینہ برکف یہاں معلوم ہوتی ھے
طبیعت حاجیوں کی شادماں معلوم ہوتی ہے

یہی ہے وہ پہاڑی کوہِ رحمت جس کو کہتے ہیں
عقیدتمند، فردوسِ عقیدت جس کو کہتے ہیں

یہی ہے وہ جبل، رحمت سدا جس پہ برستی ہے
یہی کہسارِ عشّاقِ شہِ بطحا کی بستی ہے

رسولِ رحمۃ للعالمینؐ کے سارے شیدائی
یہاں نورِ خدا کی دیکھتے ہیں جلوہ آرائی

یہاں کی ہے عبادت حبیبِ لولاکؐ نے برسوں
جُھکائی ہے یہاں اپنی جبیں افلاک نے برسوں

بہت محبوب تھا یہ کوہِ رحمت نزدِ پیغمبرؐ
عبادت کرتے تھے آکر یہیں اگلے رسلؑ اکثر

یہاں توبہ قبول اللہ نے فرمائی آدمؑ کی
یہاں مقبول ہوتی ہیں دُعائیں اہلِ عالم کی

تجلی گاہِ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ ہے یہ ہی
جہاں ارکانِ حج کی ہوتی ہے تکمیل ہے یہ ہی

مناجاتیں جہاں بھر کی یہاں مقبول ہوتی ہیں
یہاں عفو و عطا میں رحمتیں مشغول ہوتی ہیں

ہمارا قافلہ بھی چل کے آیا کوہِ رحمت تک
ہماری التجائیں بھی گئیں بابِ اجابت تک

ہمارے کارواں کی شیخ یحییٰؒ نے قیادت کی
دُعا کے وقت سب پر کیفیت طاری تھی رقّت کی

دعائیں اے خدا! مقبول فرما ہم غریبوں کی
ہوں ساری مشکلیں آساں ہندی کم نصیبوں کی

واپسیٔ مُزدلفہ

چُھپا سورج ڈھلا دن رُوح پرور وقتِ شام آیا
حرم کی سمت سے حجّاج کی جانب پیام آیا

مبارک حاجیو، عرفات کی یہ حاضری تم کو
نویدِ مغفرت ہو، لطفِ حج کی یہ خوشی تم کو

دُعا کے بعد واپس آئے جب ہم کوہِ رحمت سے
کئے باہم گر یہ مشورے اہلِ رفاقت نے

غروبِ شمس تک مزدلفہ کو عرفات سے چل دو
وہاں ممکن ہو جس صورت سے اول وقت ہی پہنچو

۱؎ شیخ محمد یحییٰ صاحب معلّم سراج سلطان کے بھائی ہیں۔ طریقۂ تلقین دعا نہایت مؤثر ہے۔ آپ نے جبلِ رحمت کے سامنے جس سوز و گداز اور خشوع و خضوع سے دعا مانگی۔ وہ کیفیات کبھی دل سے فراموش نہیں ہو سکتیں۔

سفر کی کر رہے تھے ہر طرف تیاریاں حاجی
سحابِ رحمتِ باری سے ہلکی سی بھرن برسی

یہی چھینٹے قبولِ حج کی جاں افزا علامت ہیں
پئے حُجّاج یہ اک تازہ دل خوش کُن بشارت ہیں

گزر جاتا ہے حج کا روز یہ عرفات میں سارا
خدا شاہد کہ ہوتا ہے عجب پُر کیف نظّارا

خداوندا یہ دن، یہ جانفزا ساعت مبارک ہو
مسلمانوں کو حج کعبہ کی دولت مبارک ہو

مُزدلفہ

خدا معلوم کیا ہے فضلِ بے پایانِ مُزدلفہ[1]
ہے بالاتر حدِ ادراک سے عرفانِ مُزدلفہ

خدا کی شان ہے یہ منزلت یہ شانِ مُزدلفہ
وقارِ عالمِ ایجاد ہے قُربانِ مُزدلفہ

ظہورِ جلوہ حُسن و جمالِ ذاتِ واجب سے
نظر جنّت بکف آتا ہے ریگستانِ مُزدلفہ

ہر اک ذرّہ کی تابش دیکھ کر تارے یہ کہتے ہیں
چراغِ طُور روشن ہے تہِ دامانِ مُزدلفہ

عبادت کرتے ہیں شب بھر یہاں اکثر خُدا والے
شبِ قدرِ مبارک ہے شبِ تابانِ مُزدلفہ

تعجب کیا اِسی کُہسار میں قائم قیامت ہو
نمونہ ہے زمینِ حشر کا میدانِ مُزدلفہ

زمیں بستر ہے تکیہ ہے خدا پر ہر مسافر کا
ہے مہمانِ خدائے کعبہ ہر مہمانِ مُزدلفہ

---

[1] مزدلفہ عرفات و منیٰ کے درمیان وہ مقدس مقام ہے جس کو مشعر حرام کہا جاتا ہے۔ یہاں عرفات سے واپس ہو کر مغرب و عشا کی نمازیں ایک ساتھ ایک نماز دایک اقامت سے پڑھی جاتی ہیں۔ یہاں شب بھر قیام کرنا مسنون ہے۔ اس رات کی فضیلت لیلۃ القدر کے برابر ہے۔ یہاں سے ۴۹ کنکریاں نخود کے برابر رمی کے لئے جمع کی جاتی ہیں۔

بہم مغرب عشا، پڑھئے یہاں عرفات سے آکر
بعنوانِ عبادت ہیں یہ دو ارکانِ مزدلفہ

یہاں کے سنگریزے بھی رمی میں کام آتے ہیں
یہ دولت ساتھ لے لے ہر تہی دامانِ مزدلفہ

دعائیں جاتی ہیں بابِ اجابت تک یہاں سے سب
فرشتے رحمتِ باری کے ہیں دربانِ مزدلفہ

ضیا گم کردہ منزل قافلے سے دور تنہا ہے
خبر لینا مری میرِ عرب، سلطانِ مزدلفہ

ہے مزدلفہ کا اعزاز و شرف بالا سے بالا تر
یہ منزل ہے بہت مسعود نزدِ خالقِ اکبر

یہاں کی ایک ہی شب وہ شبِ قدرِ مبارک ہے
رہے گر وقفِ سجدہ سر تو پھر اللہ مالک ہے

فضائل لیلۃ القدرِ مبارک سے فزوں تر ہیں
یہاں بھی رحمتیں ہی رحمتیں تقسیم شب بھر ہیں

یہاں حجاجِ شب بیدار کو پیہم بشارت ہے
ہے وقف اُس کے لئے جنت جو مشغولِ عبادت ہے

نہاں ہے لیلۃ القدرِ مبارک اہلِ ایماں سے
شبِ مزدلفہ ہم آغوش ہے اربابِ عرفاں سے

ہزاروں راتوں سے بہتر شبِ قدر اے مسلماں ہے
شبِ قدر و شبِ مزدلفہ کی توقیر یکساں ہے

عبادت جس نے مزدلفہ میں رہ کر رات بھر کر لی
شبِ قدر اُس نے گویا سر بسجدہ رہ کے سر کر لی

حدیثوں سے ہے ثابت اقتدارِ دشتِ مزدلفہ
ہے شانِ مغفرت آئینہ دارِ دشتِ مزدلفہ

یہاں بھی دو نمازیں مشترک پڑھنا ضروری ہیں
یہاں بھی آئینہ ہر آن آثارِ حضوری ہیں

یہاں مغرب عشا اک ساتھ آکر پڑھتے ہیں حاجی
یہی ہے رسمِ مسنونہ، یہی ہے درسِ اسلامی
ترانے سب یہاں لبیک کے مِل مِل کے گاتے ہیں
یہاں سے پڑھ کے حاجی سب نمازِ فجر جاتے ہیں

مشعرِ حرام[1]

یہاں مشعر ہے جس کا ذکر ہے مرقوم قرآں میں
مسلّم ہے حقیقت جس کی قلبِ اہلِ ایماں میں
قریبِ مشعرِ اقدس ٹھہرنا فعلِ سُنّت ہے
یہاں دو چار ساعت بھی اقامت خود عبادت ہے
یہاں ارضِ محسّر[2]، وہ غضب گاہِ الٰہی ہے
رقم جس کے مقدر میں دوامی رُوسیاہی ہے
ہُوا تھا قہرِ حق نازل اِسی ارضِ محسّر پر
یہیں مارے گئے تھے ابرہا کی فوج پر پتھّر
یہیں میٹی گئی تھی فوجِ اعدا ضربِ کاری سے
ابابیلوں نے کی تھی سنگباری حکمِ باری سے
نشانِ مشعرِ انور ہے وہ مسجد، وہ مینارا
نجوم و ماہ کہتے ہیں جسے گردوں کا اک تارا
یہاں بھی مانگی جاتی ہیں دُعائیں ذوقِ کامل سے
دمِ توبہ نکلتی ہے یہاں بھی آہ ہر دل سے

[1] مشعرِ حرام وہ مقام ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں ان الفاظ کے ساتھ ہے: فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ یہاں ایک مسجد ہے جس کا مینار نہایت بلند ہے۔ رات کو برقی روشنی سے بڑا جاذبِ نظر معلوم ہوتا ہے۔ اِس مسجد میں خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگی جاتی ہے۔

[2] وادیٔ محسّر مزدلفہ کے میدان میں ایک طرف کو وہ قطعہ زمین ہے جس میں ابرہا کا لشکر تباہ ہُوا۔ یہاں قیام کرنا ممنوع ہے۔

لذّتِ دید

شائقِ دید، ہے وہ کام کی دید — ہو اگر مشعرِ حرام کی دید

ہے یہ وہ کوہسارِ مُزدلفہ — فرض ہم پر ہے جس مقام کی دید

مست و بیخود ہیں تشنۂ دیدار — لبِ زمزم ہے، دورِ جام کی دید

کیفِ نظّارۂ حرم ہے مدام — صبح کی دید ہو کہ شام کی دید

روزِ محشر گناہگاروں کو — عید ہے شافعِ انام کی دید

خوش نصیبی کا اُس کی کیا کہنا — ہو جسے مسجدِ حرام کی دید

اپنے در پر بُلا لیا آخر — تھی جو منظور اِک غلام کی دید

دیکھ کر بے حجاب کعبۂ قدس — ہو گئی راحتِ دوام کی دید

بعدِ نظّارۂ حرم ہو، کاش! — روضۂ سرورِ انام کی دید

ارضِ مزدلفہ میں ہوئی آکر — رحمتِ خالقِ انام کی دید

معصیت کوشیوں کا کفّارہ

ہے ضیاؔ مشعرِ حرام کی دید

مظاہرۂ جنوں

اپنی گمشدگی

چلے عرفات سے فی الفور مزدلفہ میں ہم آئے
مناسک جو یہاں کے تھے بجا لانا بجا لائے

ہوئے ہم سُوئے مزدلفہ رواں اپنی سواری پر
مگر پہلے وہ پہنچے جو چلے موٹر پہ لاری پر

یہاں میدان میں ہم نے لگایا اک طرف بستر
پڑا تھا اس مبارک دشت میں حجّاج کا لشکر

کیا فوراً وضو بہرِ نماز اصحاب اکرم نے
جماعت سے پڑھیں دونوں نمازیں مشترک ہم نے

رکھا زیرِ مصلّے میں نے چرمی بیگ کو اپنے
ہوئے جس وقت فارغ ہمسفر دونوں نمازوں سے

کہا یوسف[1] نے مستورات کا بھی یہ تقاضا ہے
پڑھیں وہ بھی نماز اپنی یہیں خالی مصلّی سے

سُنی یہ بات جب فوراً مصلّے سے میں اُٹھ آیا
اُسی حالت میں چرمی بیگ کو سہواً وہیں چھوڑا

ہوئیں جب عورتیں فارغ تو میں بھی آیا بستر پر
نظر آیا مگر بٹوا مصلّے پر نہ چادر پر

مجھے بٹوے کا یوں بستر سے کھو جانا گراں گزرا
رہا کچھ دیر تک وقفِ غم و افسوس دل میرا

رضائے حق پہ شاکر رہ کے آ بیٹھا مصلّے پر
مگر اب دشتِ مزدلفہ میں تھا میں بے زر و بے پر

[1] الحاج محمد یوسف صاحب رفیق سفر دہلوی۔

سُنا تھا چوریاں مزدلفہ میں ہوتی ہیں زاید تر
مگر تھی کیا خبر یہ واقعہ گزرے گا خود مجھ پر

خدا کے گھر میں یہ حجاج پر ڈاکہ زنی توبہ!
کریں اللہ سے اے کاش چوری کے دھنی توبہ

نوافل جس قدر بھی پڑھ سکا پڑھتا رہا شب میں
دعائیں خوب مانگیں بارگاہِ حضرتِ رب میں

تہجّد پڑھ کے پھر کچھ دیر کو کمبل پہ آلیٹا
تھی نیند آنکھوں میں لیکن نیند سے تھا قلب بے پروا

سحر سے پہلے لوٹا لے کے استنجے کو پھر اُٹھا
سعید[1] آگے بڑھے مَیں اُن کے پیچھے ہولیا سیدھا

مگر جب کر کے استنجہ ہوا واپس تو یہ دیکھا
نظر کے سامنے ہے قافلہ اک چند اونٹوں کا

بچا اک سمت کو مَیں اور بستر کی طرف آیا
کہیں لیکن رفیقوں کا، نہ بستر کا پتہ پایا

سحر تک جستجوئے ہمسفر کرتا رہا چل کر
کسی صورت رفیقوں کو نہ پایا دشت کے اندر

کہوں کیا اپنے جوشِ اضطرابِ دل کا افسانہ
تھا مزدلفہ میں اب مَیں دشت پیما مثلِ دیوانہ

اُسی تھوڑی جگہ میں چار دِن جانب پھر رہا تھا مَیں
نہیں معلوم اس دیوانگی کی دُھن میں کیا تھا مَیں

بدن پر تھا فقط احرام، تھا اک ہاتھ میں لوٹا
تہی دستی سے دل بےچین تھا، داموں کا تھا ٹوٹا

پریشاں حال اِس جانب سے اُس جانب گزرتا تھا
دُعائیں وردِ لب تھیں توبہ استغفار کرتا تھا

نمازِ باجماعت صبح کی آخر پڑھی اک جا
وہاں سے اِک طرف کو چل دیا آہستہ آہستا

---

[1] حاجی محمد سعید صاحب دہلوی رفیقِ سفر۔

ملاقات

ابھی تھا نور کا تڑکا، ابھی سورج نہ چمکا تھا
کہاں جاتے ہیں حضرت؟ میں نے یہ اک شخص سے پوچھا

وہ بولے ہوں پریشاں قافلے سے کھو گیا ہوں میں
بدایوں ہے وطن میرا منیٰ کو جا رہا ہوں میں

خدا کی شان! وہ بچھڑے ہوؤں کو یوں ملاتا ہے
ہر اک گم کردہ منزل کو زخود رستہ دکھاتا ہے

کہائیں سنے کہ دو دیوانے دو آوارۂ منزل
ملے باہمدگر، اللہ رے! یہ جذبۂ کامل

کہا جب میں نے میں بھی رہنے والا ہوں بدایوں کا
وہ بولے تم بدایوں کے میں ساکن ہوں سکھانوں کا

ہوئی تسکین حاصل قلب کو باہمدگر مل کر
شناسائی بھی فوراً ہو گئی آخر نظر مل کر

پھر آئے دونوں مشعر پر دعائیں دیر تک مانگیں
رمی کو چھوٹی چھوٹی کنکریاں بھی فراہم کیں

منیٰ کو چل دئے آوارگانِ عشق ہم دونوں
وفورِ عشق میں نکلے چلے رودادِ غم دونوں

رضی الدین[1] صاحب محترم کا نامِ نامی ہے
سکھانوں میں غنیمت آپ کی ذاتِ گرامی ہے

بدایوں میں مکاں پر میرے یہ تشریف لاتے تھے
مرے ہمراہ حج کرنے کے منصوبے بناتے تھے

تھے ان کی گانٹھ میں نو قرش یہ بھی ہاتھ خالی تھے
رضا جوئے خدا تھے حوصلے دونوں کے عالی تھے

---

[1] حاجی شیخ رضی الدین صاحب موضع سکھایوں کے زمیندار ہیں۔ یہ گاؤں بدایوں سے پانچ کوس جانبِ مشرق مسلمانوں کی آبادی ہے۔ اس موضع کے تقریباً چودہ مرد اور عورتیں امسال حج کو گئے تھے۔ شیخ رضی الدین صاحب یکم جون ۴۸ء کو بدایوں کو میرے غریب خانہ پر تشریف لائے تھے۔

ہُوا جب چلتے چلتے راستہ میں بُھوک کا غلبہ
سفر جل مول لے کر اک کنارے بیٹھ کر کھایا

منٰی میں آ گئے شکرِ خدا گُم کردہ منزل ہم
ہزار افسردہ خاطر تھے مگر تھے مطمئن دل ہم

داخلۂ منٰی

عاشقانِ قبلۂ عالم منٰی میں آ گئے
آج پھر الحمدللہ ہم منٰی میں آ گئے

کارواں آوارہ، بے زر، بینوا، گم کردہ راہ
شکر للہ خوشدل و خرم منٰی میں آ گئے

ولولہ ہم میں بھی ہے قُربانی و ایثار کا
ہم جنوں ساماں بھی اے ہمدم منٰی میں آ گئے

ہر قدم پر ہے مسرت عفوِ عصیاں کی نصیب
ہو کے حُزن و یاس سے بے غم منٰی میں آ گئے

اے کریمِ ذوالمنن، توبہ ہماری کر قبول
کر کے نظمِ معصیت برہم منٰی میں آ گئے

نُصرتِ اسلام کی تکبیر گونجی ہر طرف
فتح کے قُدسی لئے پرچم منٰی میں آ گئے

ہو گئی تکمیلِ ذوقِ دشت پیمائی ضیاؔ!
چل کے مُزدلفہ سے پیدل ہم منٰی میں آ گئے

منٰی میں ٹھٹ کے ٹھٹ حجاج کے جاتے ہوئے دیکھے
شیاطیں راہِ حق سے راہ کتراتے ہوئے دیکھے

یہ مجمع جمرۂ عقبیٰ[1] کی جانب کو روانہ تھا　　بلند افلاک تک لبیک کا دلکش ترانہ تھا

رمیٔ جمراتِ ابراہیمؑ کی دیرینہ سُنّت ہے　　اُسی سنّت کی عامل مصطفٰےؐ کی پاک اُمّت ہے

رمی کی یادگاریں تین بازارِ منٰی میں ہیں　　ستوں یہ چھوٹے چھوٹے تین کُہسارِ منٰی میں ہیں

مقامِ خاص یہ وہ ہیں جہاں ابلیس نے آکر　　دکھائے تھے خلیلِ حق کو اپنے مکر کے جوہر

خلیل اللہؑ نے دیں جھڑکیاں ہر بار شیطاں کو　　نہ دھوکا دے سکا ابلیس کچھ محبوبِ رحماں کو

رمی دسویں کو تنہا جمرۂ عقبیٰ کی ہوتی ہے　　رمی شانِ تکبّر نفسِ امّارہ سے کھوتی ہے

یہاں پر سنگریزے سات گن کر مارے جاتے ہیں　　دمِ جمرہ خیالِ رجمِ شیطاں دل میں لاتے ہیں

ہجومِ عام کے ہمراہ دونوں ہو لیے ہم بھی　　جب آئے نزدِ عقبیٰ بھیڑ اہلِ ہوش کی دیکھی

بڑھے آگے ہوئے مصروف پتھر مارنے میں ہم　　ادا کی بے خودی میں یہ رمی کی رسمِ مُستحکم

رمی کے بعد سینہ میں سُرورِ معرفت پایا　　نظر آنکھوں کے اندر عشقِ یزداں کا خمار آیا

نہایت کیف افزا ہے رمی یہ روزِ اوّل کی　　طبیعت مطمئن ہو جاتی ہے حجاج بیکل کی

رمی کے بعد دُھل جاتی ہے دل سے گردِ ناچاقی　　ضرورت تلبیہ خوانی کی اب رہتی نہیں باقی

---

[1] جمرہ عقبیٰ وہ ستون ہے جو کہ سے آتے ہوئے منٰی کی وسیع سڑک پر سب سے اوّل آتا ہے۔ دسویں ذوالحجہ کو صرف اسی جمرہ پر رمی ہوتی ہے۔ اسی سڑک پر جو بازار کی سڑک کہلاتی ہے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دو جمرے اور ہیں۔ یہ ستون اُن تاریخی مقامات کے نشانات ہیں۔ جہاں شیطان حضرت خلیل اللہؑ کو بہکاتا تھا۔

جُستجوئے کارواں

ہوئے بعدِ رمی واپس مگر وحشت تھی یہ دل پہ
نظر آیا نہ اپنا ہم سفر کوئی بھی رستے بھر

رضی الدّین اپنے قافلہ کی جستجو میں تھے
رفیق اپنا کوئی مل جائے ہم اس آرزو میں تھے

وہ آئے خیف کی مسجد تک اپنے کیمپ کو ڈھونڈا
ملا ڈیرا نہ اُن کو اس جگہ لیکن کہیں اپنا

ملے مسجد کے در پر اک جہازی ہمسفر اُن کو
کہا اُن سے کہ ہوں بچھڑا ہوا کچھ دام قرضہ دو

بغیرِ عذر قرضہ دے دیا اُس مردِ خوش خُو نے
ادا شکر اِس عنایت کا کیا قلبِ عطا جُو نے

رضی الدّین قرضہ پاتے ہی بازار کو آئے
مری تسکینِ خاطر کے لئے کچھ لفظ فرمائے

گئے دو چار دُکّانوں پہ دیکھا جا بجا کھانا
نہ پایا اپنی مرضی کا مگر خوش ذائقہ کھانا

ہوئے پھر اک بڑی دُکّاں میں داخل اور یہ دیکھا
کہ سارا قافلہ مشغولِ خوردن ہے بدایوں کا

ملے باہم گلے آپس میں سب فرطِ محبّت سے
کیا اہلِ وطن نے خیر مقدم میرا اُلفت سے

محبّت سے مجھے کھانا کھلایا شادماں ہوکر
ہُوا مسرور میں اہلِ وطن کا مہماں ہوکر

قُربانی

مجھے تھی اس سفر میں راستہ بھر یہ پریشانی
الٰہی! بعدِ حج کیسے کرونگا اب مَیں قُربانی

مہیّا دامِ قُربانی کے کیونکر کرسکوں گا مَیں
ہے مجھ سے کون واقف قرض کس سے جا کے لُوں گا میں

مگر خود دل ہی دل میں جذبۂ صادق یہ کہتا تھا
خُدا خود میرِ سامان است اربابِ توکّل را

ابھی اہلِ وطن ہوٹل سے باہر آنہ پائے تھے
ابھی باہمدگر سب میں اشارے تھے کنائے تھے

کہا عبدالغنی[1] نے مجھ سے چلئے بہرِ قربانی
ہوئی دل سے مرے زائل مرے دل کی پریشانی

چلا مذبح کو مَیں بھی ساتھ اِن سب مہربانوں کے
وہاں مجھے نظر آئے ہزاروں خاندانوں کے

ہزاروں شخص قرباں گاہ کو جاتے نظر آئے
کمیلے سے ہزاروں آدمی آتے نظر آئے

ملے نزدیکِ قرباں گاہ شفقت اور کہا مجھ سے
کہ آئیں آپ ڈیرے پر مرے قربانیاں کرکے

ہزاروں بکریاں بھیڑیں، ہزاروں سیکڑوں دُنبے
یہاں حبشی و بدوی بیچنے کو لیکے آئے تھے

خریدیں بکریاں چل پھر کے ہم نے بہرِ قُربانی
وہیں کی دم زدن میں بدوؤں نے ذبح سامانی

پڑی تھیں جابجا ذبح شدہ لاشیں احاطے میں
کسی کو گوشت کا طالب پایا اس جھمیلے میں

---

[1] الحاج شیخ عبدالغنی صاحب رئیس سکھانوں ضلع بدایوں۔

مصارف کے لئے عبد الغنی سے لی رقم میں نے — سکوں پایا بالفاظ دگر بے کیف و کم میں نے
قریب دو پہر مذبح سے واپس لوٹ کر آئے — سب احباب بدایوں کیمپ کے اندر نظر آئے
خدا کا شکر پورے ہو گئے ارکان حج سارے — مکمّل کر دئے اللہ نے سامان حج سارے

بدایوں کیمپ

پہاڑی پر منی میں خیمہ زن اہل بدایوں تھے — خلیق و با مروّت سب یہ اصحاب ہمایوں تھے
تھے چودہ پندرہ احباب ڈیرے میں سکھانوں کے — جگہ تھی مختصر لیکن اسی میں سب یہ ٹھہرے تھے
محبّت سے مجھے احباب نے ڈیرے میں ٹھہرایا — ہر اک کو میں نے اپنے حال پر خود مہرباں پایا
پریشانی مٹی اپنے رفیقوں کی جدائی کی — عزیز از جان شفقت[1] نے بالفت پیشوائی کی
کئے ڈیرے میں میری استراحت کے بہم ساماں — محبّت کا کیا اظہار اس نا کام سے ہر آں
ولی[2]، اقبال[3] اور عبد الغنی مصروف خاطر تھے — رضی الدین تو پہلے ہی سے اس فن کے شاطر تھے
غرض اہل وطن یہ مستحق شکر یہ سب ہیں — یہ سب شیدائی عشق حبیب حضرت رب ہیں

---

[1] حاجی شیخ شفقت اللہ صاحب ولد حاجی حکمت اللہ صاحب ٹھیکہ دار انصاری۔
[2] بزرگ معمر حاجی مُلّا ولی محمد صاحب قادری محب رسول قریشی۔
[3] حاجی شیخ اقبال رسول صاحب زمیندار عبد اللہ گنج بدایوں۔

تلاشِ مُعلّم سراج سُلطان

ابھی تک اپنے اہلِ کارواں سے بیخبر تھا مَیں
معلّم سے جُدا محرومِ سامانِ سفر تھا مَیں

وہی احرام اتبک میرے جسمِ ناتواں پر تھا
کہ سامانِ سفر سب دوشِ اہلِ کارواں پر تھا

حلال احرام سے میں ہو چکا تھا بعدِ قُربانی
مگر قسمت میں تھا اتبک وہی ملبوسِ عُریانی

قریبِ شام مَیں ہمراہِ شفقت کیمپ سے نکلا
رفیقانِ سفر کی جستجو منشا و مقصد تھا

جدھر ٹھہرے تھے ہمراہِ معلّم روزِ سابق ہم
چلے اُس سمت ہی کو بر بنائے ذوقِ صادق ہم

کئی فرلانگ لمبے راستے کو طے کیا ہم نے
مگر پایا نہ اپنے کارواں کا کچھ پتا ہم نے

ہجومِ یاس میں اب لوٹ چلنے کا ارادہ تھا
کہ آگے اس کے اب کوئی نہ منزل تھی نہ جادہ تھا

یکایک مل گئے شفقت کو دو مُلّا بدایونی
یہ اہلِ خاندانِ شفقت کے تھے شرعی و قانونی

کیا اصرارِ شفقت سے انھوں نے چلئے ڈیرے پہ
کہا دونوں نے خیمہ ہے ہمارا آگے رستے پر

ابھی کچھ دُور ہی ہمراہ اُنکے ہم تھے چل پائے
سراج الدّین سلطان سامنے آتے نظر آئے

مجھے دیکھا تو مجھ سے ہم بغل وہ ہو گئے آکر
کیا اظہارِ غم میرے جُدا ہونے پہ گھبرا کر

کہا مجھ سے کہ مَیں نے جا بجا ہر کیمپ میں ڈھونڈا
کہیں لیکن پتہ پایا نہ مَیں نے آپ کا اصلا

ہوئی بیحد مسرت اُن کے ملنے کی مرے دل کو ۔ چلے لے کر وہ اپنے گھر پہ مجھ گم کردہ منزل کو

تمام افراد و اہلِ کارواں کو خیمہ زن پایا ۔ سعید و شیخ یوسف کو بھی زیبِ انجمن پایا

ملے مجھ سے یہ دونوں ہمسفر لطف و محبت سے ۔ تاسّف کا کیا اظہار فرطِ رنج و کلفت سے

کیا دریافت میں نے ہے کہاں اسباب سب میرا ۔ کہا ڈیرے کے اندر ہے یہی ہے آپ کا ڈیرا،

مجھے روکا، کہا اب آپ ٹھہریں اپنے ڈیرے میں ۔ کہ وہ کلفت ہو زائل سب اُٹھائی ہے جو رستے میں

گزارش میں نے کی اب صبح کو میں حاضری دونگا ۔ اجازت جا کے حاصل سب وطن والوں سے کر لونگا

معلّم سے منگایا میں نے آخر ہینڈ بیگ اپنا ۔ وظیفہ شب کو پڑھنا تھا مجھے ناغہ شدہ دن کا

ابھی تک قلب تک تھے جس قدر آثار وحشت کے ۔ وہ مجھ گم کردہ منزل کے لئے درسِ ہدایت تھے

مری دیوانگی کا جائزہ قدرت کو لینا تھا ۔ گذشتہ غفلتوں کا یوں مجھے انعام دینا تھا

تفصیلِ مناسکِ حج

نویں تاریخ یوم الحج تھی جو عرفات میں گزری ۔ شب عاشورہ مزدلفہ کے معمولات میں گزری

منٰی میں قافلے مزدلفہ سے وقتِ سحر آئے ۔ یہاں کے جو مناسک تھے یہیں اکثر بجا لائے

ہے دس تاریخ یہ، بہرِ رمی و بہرِ قربانی ۔ حلال احرام سے حجاج ہوتے ہیں بآسانی

فراغت پا کے قربانی و حلقِ رأس سے حاجی
پئے طوفِ زیارت سوئے کعبہ ہوتے ہیں راہی

مگر سعیِ صفا کے بعد پھر آجاتے ہیں واپس
یہاں شب باش ہونا ہے صفِ حجّاج کو از بس

منیٰ میں شرط ہے تشریق کے ایام تک رہنا
یہاں رہ کر بجالانا ہے لازم کُل مناسک کا

رمی بعدِ طلوعِ شمس ہی دسویں کو ہوتی ہے
جو گردِ معصیت کو دامنِ مُسلم سے دھوتی ہے

منیٰ سے تینوں دن کعبہ کو حاجی آتے جاتے ہیں
بجا احکامِ حج سارے بصد اخلاص لاتے ہیں

رمی گیارہ کو ہے کرنا ضروری تینوں جمروں پر
ہر اک جمرہ پہ مارو سنگریزے سات گن گن کر

رمی کرنے کو پہلے جمرۂ اُولیٰ پہ آتے ہیں
یہاں سے جمرۂ وسطیٰ کی جانب لوگ جاتے ہیں

رمی آخر میں ہر دن جمرۂ عقبیٰ پہ ہوتا ھے
رمی وسواسِ شیطانی کو قلب و دل سے کھوتا ہے

رمی کے بعد رُکنا قبلہ رُو ہو کر دُعا کرنا
ہر اک حاجی کو ہے اِن پہلے دو جمرات پر زیبا

عمل یہ بارھویں اور تیرھویں کو بھی مناسب ھے
یہی معمول ہے جو مستحب، مسنون، واجب ھے

رمی کے وقت کا آغاز پہلے دن سحر سے ہے
مگر وقتِ رمی باقی دنوں میں دوپہر سے ہے

مقرر ہیں رمی کے چار دن دسویں سے تیرہ تک
ہمیشہ سے ہے حجّاجِ گرامی کا یہی مسلک

منیٰ سے لوگ چل دیتے ہیں بارہ کو رمی کر کے
اسے رکھا ہے جائز مفتیانِ ملّتِ حق نے

رمی کے بعد قُربانی سے فارغ ہو جو دسویں کو
پئے طوفِ زیارت سوئے کعبہ وہ روانہ ہو

مگر ہے شرط پہلے ظہر سے کعبہ پہنچ جائے
طوافِ کعبہ کے ہیں جو شرائط سب بجا لائے

یہی طوفِ زیارت ہے جو حج کا رُکن آخر ہے
یہ طوفِ آخری سعیِ صفا مروہ کی خاطر ہے

طوافِ کعبہ و سعیِ صفا کے بعد اے ہمدم
پئے شکرِ خدائے کعبہ سر کر دے حرم میں خم

باطمینانِ خاطر ان مناسک کا ادا ہونا
خدا شاہد کہ ہے حج مبارک کا ادا ہونا

خدا توفیقِ حج دے اہلِ دولت اہلِ ثروت کو
دکھائے گنبدِ خضرا شہِ بطحا کی اُمت کو

طوافِ زیارت

سحر کا وقت ہے میلہ لگا ہے شاہراہوں پر
نئی تیاریاں ہیں چاروں جانب خیمہ گاہوں پر

منیٰ سے سوئے مکہ جا رہے ہیں لوگ کثرت سے
بھری ہیں لاریاں عُشاقِ سُلطانِ رسالت سے

کلینر موٹروں کے جابجا اعلان کرتے ہیں
ریال اک مانگتے ہیں لاریوں میں سب کو بھرتے ہیں

ہزاروں حاجیوں کو ہم نے جب جاتے ہوئے دیکھا
اِرادہ کر دیا بے ساختہ مکے کے جانے کا

مُبارک پنجشنبہ کا ہے دن تاریخ گیارہ ہے
منوّر صبح سے اپنے مقدّر کا ستارہ ہے

ہیں احباب بدایوں سب کے سب ہمراہ لاری میں
خوشی ہے سب کو حاصل اس سفر میں اس سواری میں

زباں پر حاجیوں کی شکرِ باری کے ترانے ہیں
بلند آہنگیوں میں گم خوشی کے شادیانے ہیں

سب احباب سوئے حرم جا رہے ہیں | طوافِ زیارت کو ہم جا رہے ہیں
ملی دولتِ حج بہ لطفِ الٰہی | پئے سجدہ کعبے کو ہم جا رہے ہیں
وہیں صرفِ سجدہ رہیں سر ہمارے | جہاں آج اپنے قدم جا رہے ہیں
ترے گھر ترے در پہ اے کعبہ والے! | طلبگارِ لطف و کرم جا رہے ہیں
نئے پیرہن ہیں، قبائیں نئی ہیں | باندازِ جاہ و حشم جا رہے ہیں
ہے دل مائلِ پیروئ رسالت | کسی کے قدم پر قدم جا رہے ہیں
ہے جذباتِ عیش و طرب کی نمائش | مٹائے ہوئے رنج و غم جا رہے ہیں
نہیں فرقِ ما و شما حاجیوں میں | کچھ اس طرح مل کر بہم جا رہے ہیں
مسرت کے آنسو ہیں آنکھوں میں پنہاں | ہیں مسرور با چشمِ نم جا رہے ہیں
ہو مقبول حج اے خدا! یہ ہمارا | یہ حسرت لئے دل میں ہم جا رہے ہیں
ضیا ہے طوافِ زیارت کی اک دُھن | حرم کو گدا ئے حرم جا رہے ہیں

مکّہ میں داخلہ

ہوئے آکر منیٰ سے جب حرم کی حد میں داخل ہم | نظر آبادئ مکّہ میں آیا ہُو کا اِک عالم

مقفّل تھے مکاں، بازار تھے سب بند مکّے کے ۔۔۔ کہ تھے ارضِ منیٰ میں خیمہ زن فرزند مکّے کے

نظر آتے نہ تھے راہوں پہ دیوانوں کے وہ جمگھٹ ۔۔۔ نہ تھے حدِ تصوّر تک مسلمانوں کے وہ جمگھٹ

حرم کا خوشنما منظر عجب معلوم ہوتا تھا ۔۔۔ مگر شہرِ خموشاں شہر سب معلوم ہوتا تھا

حرم میں آتے ہی کی جستجو حجّام کی ہم نے ۔۔۔ اُتاری تھی نہ چادر آج تک احرام کی ہم نے

تمام اطراف میں حجام کو ڈھونڈا نہیں پایا ۔۔۔ نظر یہ مسئلہ دشوار حلق راس کا آیا

اقامت گاہِ احبابِ بدایوں پر میں جب آیا ۔۔۔ کفِ عبد الغنی میں آئینہ اور اُسترا پایا

بنا دی آپ نے میری حجامت فرطِ اُلفت سے ۔۔۔ کیا لبریز میرے قلب کو اپنی محبّت سے

فراغت غسل سے پائی یہاں سب آنے والوں نے ۔۔۔ کئے تبدیل اپنے پیرہن آشفتہ حالوں نے

یہاں آکر مقفّل بیتِ اسمٰعیل کو پایا ۔۔۔ مکیں کوئی نہ کوئی خادم و مہماں نظر آیا

طوافِ کعبہ کرنے بیخودی میں پہنچے متوالے ۔۔۔ وفورِ شوق سے فرطِ ادب سے گردنیں ڈالے

ہزاروں حاجیوں کو گردِ کعبہ گھومتے دیکھا ۔۔۔ ہجومِ بے خودی میں سنگِ اسود چومتے دیکھا

کیا طوف زیارت گردِ کعبہ مل کے ہم سب نے ۔۔۔ لیا آغوش میں ہم بیکسوں کو رحمتِ رب نے

پئے سعیِ صفا پہنچے طوافِ کعبہ ہم کر کے ۔۔۔ دُعائیں خوب مانگیں چشم و رُخ سوئے حرم کر کے

ہوئی تکمیلِ حج کعبہ الطافِ الٰہی سے ۔۔۔ نویدِ مغفرت پائی نسیمِ صبحگاہی سے

اظہارِ عقیدت

کریم! حاضرِ بابِ حرم غریب ہوا
طوافِ کعبہ کرم سے ترے نصیب ہوا

مری فغاں مرے فریاد رس سُنی تو نے
تھا شوق دل میں جو پُورا وہ یا مجیب ہوا

مسافرِ عرفات و منیٰ و مُزدلفہ
طوافِ کعبہ کو حاضر خوشا نصیب ہوا

ہے سرفرازی پہ ناز اں جبینِ سجدہ گزار
سجودِ شوق کو صحنِ حرم نصیب ہوا

حرم میں جس نے کہا فرطِ شوق سے لبّیک
خلیلِ کعبہ کی محفل کا وہ نقیب ہوا

دمِ طوافِ حرم تھا یہ حسنِ ظن مجھ کو
نصیب آج طوافِ درِ حبیب ہوا

ہے رُوسیاہوں کی گر تجھ کو لاج روزِ حساب
حساب کیوں مرے جُرموں کا یا حبیب ہوا

غمِ گناہ ہوا دل سے دُور اُتنا ہی
حرم سے جتنا گدائے حرم قریب ہوا

مریضِ عشق کو مکّے میں جاں بلب پاکر
امینِ کعبہ مسیحا نفس طبیب ہوا

غلام جس کے ہیں خیر الاُمم وہی اُمّی
صفِ رُسل کا خدا کی قسم خطیب ہوا

تمام عمر سے جس یومِ حج کی حسرت تھی
ضیاؔ کو آج مُبارک وہ دن نصیب ہوا

واپسیِ منیٰ

طوافِ کعبہ کر کے آ گئے واپس منیٰ ہیں ہم
یہاں مائل رہے دو رات دن یادِ خدا میں ہم

یہاں قربانیاں کیں اور ہم نے تین راسوں کی[1]
مگر دیکھی عجب درگت سی قربانی کی لاشوں کی

پکایا گوشتِ قربانی خواتینِ سکھانوں نے
مزے کے ساتھ کھایا جس کو احباب بلایوں نے

نمازیں خیف کی مسجد میں دو اِک کیں ادا ہم نے
جماعت ورنہ خیمہ ہی پہ کی اپنی جُدا ہم نے

منیٰ میں خیف کی مسجد نہایت ہی مقدس ہے
یہ مسجد بھی عبادت گاہِ سُلطانِ خدا رس ہے

منیٰ میں دوسری ایک اور مسجد مسجد انصب[2] ہے
جہاں اک غار خلوت[3] خانۂ پیغمبرِ رب ہے

ہے یہ وہ غارِ اقدس جس کے اندر ایک پتھر پر
ابھی تک ہے نشانِ فرقِ سلطانِ جہاں پرور

---

[1] منیٰ کا مذبحہ ایک نہایت وسیع احاطہ ہے جس میں لاکھوں راسیں ذبح ہوتی ہیں مگر قربانی کی راسوں کا کوئی نظم نہیں۔ گوشت کھال۔ بال۔ خون۔ ہڈیاں تمام کی تمام جدید سائنٹفک طریقوں سے بہت قیمتی سرمایہ بن سکتی ہیں۔ جو شرعی طور پر غریب طالبعلموں یتیموں معذوروں وغیرہ مستحقین کے لئے مدِ معاش میں لائی جا سکتی ہیں۔ حکومت اگر توجہ فرمائے تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔

[2] مسجد انصب۔ یہ مسجد ایک پہاڑی پر جو مسجد خیف سے ملحق ہے واقع ہے۔ علامہ ارزقی نے لکھا ہے کہ یہ مسجد اس غار کی یادگار قائم رکھنے کے لئے بنائی گئی ہے۔

[3] اسے غار مرسلات کہتے ہیں۔ یہاں سورہ مرسلات نازل ہوئی تھی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دھوپ سے حفاظت کے لئے اس غار کے اندر تشریف لائے تو حضور کا سر مبارک ایک پتھر سے مس ہوا پتھر موم ہو گیا۔ پورے سر مبارک کا نشان اس پتھر پر موجود ہے۔

حدیثوں میں رقم ہے نام غارِ مرسلات اس کا — ہر اک ذرّہ ہمیں ہے زینۂ بابِ نجات اس کا

منیٰ میں مسجدِ نحر[1] اور ہے اک تیسری مسجد — میانِ جمرۂ اُولیٰ و وسطیٰ ہے یہی مسجد

پڑھا تھا خود یہاں شہ نے دوگانہ عیدِ اُضحیٰ کا — یہاں ثابت ہے راسیں ذبح کرنا شاہِ والا کا

احاطے مختلف اطراف میں پختہ بہت سے ہیں — مکان دالان کمرے جن کے اندر کچّے پکے ہیں

منیٰ کی شہریت موقوف ہے صدہا مکانوں پر — مدار آبادکاری کا ہے حج کے میہمانوں پر

مکاں منزل بمنزل پانچ چھ منزل تک اونچے ہیں — ہزاروں کے عوض اکثر کرایہ پر جو اُٹھتے ہیں

احاطوں میں یہاں خیمے ہزاروں تانے جاتے ہیں — کرایہ ان احاطوں کا بھی مالک اُن کے پاتے ہیں

یہاں اہلِ دوَل کے کیمپ عالیشان بنتے ہیں — ہزاروں شامیانے اور ڈیرے جن میں تنتے ہیں

منیٰ میں پانچ دن رہ کر ہوئے مکّے کو واپس ہم
کہیں کیا کر کے حج تھے کس قدر سرفراز ہیں ہم

---

[1] مسجد نحر وہ مسجد ہے جو عرفات جانے والی سڑک پر جمرۂ اولیٰ و جمرۂ وسطیٰ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز عید الاضحیٰ پڑھی اور قربانی کی تھی۔

مکّۂ معظمہ کو واپسی

منیٰ سے چل کے واپس آ گئے حجّاج مکّے میں
نئی دُنیا نظر آنے لگی پھر آج مکّے میں

حرم میں جاں نثارانِ حرم پھر بزم آرا ہیں
وہی جلوے جو پہلے تھے نمایاں پھر دوبارا ہیں

طوافِ کعبہ ہے پھر مشغلہ افرادِ ملّت کا
مقاماتِ مقدّس پر وُہی مجمع ہے اُمّت کا

نمازی سب اذاں سُنتے ہی آ جاتے ہیں کعبے میں
عبادت کے فرائض سب بجا لاتے ہیں کعبے میں

باوقاتِ دگر رہتا ہے اب صحنِ حرم خالی
نظر آتا ہے اکثر ہر مقامِ محترم خالی

جھمیلے اب گلی کوچوں میں دیوانوں کے رہتے ہیں
سرِ بازار ہنگامے مسلمانوں کے رہتے ہیں

خریداروں کا میلہ روز بازاروں میں رہتا ہے
گزر دیوانگانِ حق کا کُہساروں میں رہتا ہے

مقدّس ہیں مکرّم ہیں یہ سب کُہسار مکّے کے
حقیقت میں جناں ساماں ہیں یہ گلزار مکّے کے

ہے کوہِ بو قبیس[1] ان کوہساروں میں مُعزّز تر
ہُوا تھا معجزہ شقّ القمر کا رُونما جس پر

---

[1] کوہ ابو قبیس یہی وہ پہاڑ ہے جس کو صحفِ ماضیہ میں "فاران" بتایا گیا ہے۔ اسی پہاڑ کے دامن میں مکّہ آباد ہے اسی پہاڑ کی چوٹی پر تشریف فرما ہو کر حضورؐ نے معجزہ شق القمر کا اظہار فرمایا تھا۔

انھیں میں کوہِ نور[1] و ثور[2] ہے کوہِ حرا[3] بھی ہے — اسی وادی کے اندر مولدِ[4] خیر الوریٰ بھی ہے

یہیں ہے دارِ ارقم[5]، دارِ حمزہ[6]، مولدِ زہرا[7] — یہیں ہے مدفنِ ابن زبیر[8] و جنّت ملاّ[9]

غرض معمور ہے مکّہ مقاماتِ مکرّم سے — زمیں مکّے کی ہے ممتاز و اشرف ارضِ عالم سے

ہے مکّے کو شرف یہ عہدِ ابراہیم سے حاصل — ہے مکّے کو تقرّب احمدِ بے میم سے حاصل

---

[1] کوہ نور مکّہ سے جانب جنوب ایک بلند چوٹی ہے۔ منیٰ کی آمد و رفت کے وقت اس کی زیارت ہو جاتی ہے۔

[2] غارِ ثور وہ مقدس مقام ہے جہاں ہنگام ہجرت حضور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تین روز قیام فرمایا تھا۔ اب اس غار مقدس تک جانے کی ممانعت ہے بلکہ ستم ظریفی یہ ہے کہ ایک دوسرا غار بھی فریب دہی کے لئے بنا دیا گیا ہے۔ یہ غار کوہ نور کے نشیبی حصہ میں ہے۔

[3] کوہ حرا۔ یہ پہاڑ مکہ سے جانب شمال ہے۔ نہایت بلندی پر اس کی گول ٹوپی نما چوٹی ہے۔ چوٹی سے کچھ نیچے غارِ حرا ہے جہاں مدتوں حضورؐ نے عبادت کی ہے۔ پہاڑوں پر اوّل تو حکومت نے ممنوع قرار دیدیا ہے مگر پھر بھی عقیدتمند پہنچ جاتے ہیں۔

[4] مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ وہ عرش آستاں مقام ہے جہاں محبوب خدا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے حکومت شریفیہ تک شعب بنی عامر میں ایک خوشنما قُبّہ بنا ہوا تھا۔ یہ قبہ خلیفہ ہارون رشید کی والدہ نے بنوایا تھا۔ بارہ سو برس کے بعد حکومت سعودیہ نے اس مقدس قبّہ کو نہ صرف منہدم کیا بلکہ جگر خراش توہین کی۔ اب اس جگہ کسی کو نہیں جانے دیا جاتا معلّمین و مطوّفین کو شدید ممانعت ہے کہ وہ حجاج کی وہاں تک رہنمائی کریں۔

[5] دار ارقم۔ یہ وہ مقام ہے جس کا ذکر احادیث میں بکثرت آیا ہے۔ حضورؐ اسی مقام پر صحابہ رضؓ کو اسلام کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اسی مقام پر حضرت فاروق اعظم رضؓ مشرّف باسلام ہوئے تھے۔ یہ مقام کوہ صفا کے قریب ہے۔

[6] دار حمزہ۔ یہاں بھی پیشتر قُبّہ بنا ہوا تھا۔ یہ جگہ بھی مفقود کردی گئی ہے۔

[7] مولدِ زہرا۔ یہ محل خاص حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ اسی مکان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب اولاد (قاسم۔ عبداللہ۔ زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہم پیدا ہوئی۔ یہ بھی مٹا دیا گیا ہے۔

[8و9] جنت المعلیٰ جسے عرفِ عام میں جنّت ملاّ کہا جاتا ہے۔ یہ وہ مشہور قبرستان ہے جہاں اسلام کے درخشاں ستارے یعنی ہزاروں اصحاب، اہلبیت اور اولیا اللہ دفن ہیں۔ اس میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ کی قبر بھی تھی۔ اب بجز ام المومنین سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے کسی کی قبر کا نشان باقی نہیں ہے۔ مکّہ کی آبادی کے متصل منیٰ جاتے ہوئے بائیں جانب واقع ہے۔

مقاماتِ شرف پنہاں ہیں اب یہ چشم عالم سے
مٹائے جا چکے ہیں حکمراں کے حکمِ محکم سے

سعودی حکمراں کا عام حکمِ امتناعی ہے
زیارت کرنے والوں پر سزا کی حد لگائی ہے

پہنچ جاتے ہیں اربابِ عقیدت پھر بھی چھپ چھپ کے
مگر زوار کو ملتا نہیں اصلا کوئی رہبر

معلم حاجیوں کی راہنمائی کر نہیں سکتے
پہاڑوں پر جو بوڑھے ہیں چڑھائی کر نہیں سکتے

منیٰ کو جاتے آتے ہم نے کوہِ نور کو دیکھا
زیارت کی حرا کی چوٹیوں کی، طور کو دیکھا

جو دیکھے یا نہ دیکھے دیکھنے والوں کی قسمت ہے
دلِ نادیدہ لیکن اب بھی مشتاقِ زیارت ہے

کوہِ ابو قبیس

جوشِ جنوں بھی دشت میں خاک بسر نہ ہو سکا
تا حدِ منزلِ مراد ہم سے سفر نہ ہو سکا

لغزشِ پا کا ہو بھلا چلنے دیا نہ دو قدم
کوہِ ابو قبیس تک اپنا گزر نہ ہو سکا

جبلِ نور

حسرتِ نظارہ

نورِ حق جنتِ نظر نہ ہوا
جبلِ نور تک گزر نہ ہوا

جبلِ نور کی بلندی تک
ضعف آمادۂ سفر نہ ہوا

کیجیے کیا شباب کا ماتم
مجھ سے پیری میں یہ سفر نہ ہوا

دُور سے کوہِ نُور دیکھ لیا
نہ ہُوا گو وہاں گزر نہ ہُوا

جُز حرم جز حوالیِ کعبہ
خم کہیں اور اپنا سر نہ ہُوا

تا حرم لے کے شوقِ دل آیا
مائلِ سعی راہبر نہ ہُوا

پائے لرزاں کو آہ کیا کہیے
تا بہ غارِ حرا سفر نہ ہُوا

لطف کیا خاک جبہ سائی کا
سامنے جب وہ سنگِ در نہ ہُوا

وہی بیتابیاں ہیں تجھ سے طبیب
کچھ علاجِ دل و جگر نہ ہُوا

مصطفٰے کے سوا رسولوں میں
دوسرا سیّد البشر نہ ہُوا

بابِ رحمت پہ جان دینے کی
کیں دُعائیں مگر اثر نہ ہُوا

بزمِ عالم میں چاندنی نہ ہوئی
تو جو اے چاند جلوہ گر نہ ہُوا

طلبی آ گئی مدینہ سے
بے اثر نالۂ سحر نہ ہُوا

نزدِ کعبہ ہوں میہمانِ ذبیح
جادہ پیمائے در بدر نہ ہُوا

لطفِ مہماں نواز کے صدقے
بھول کر بھی تو یاد گھر نہ ہُوا

دِل میں حسرت ہنوز ہے یہ ضیاؔ
جبلِ نُور تک گزر نہ ہُوا

غارِ ثور

تھی حرم میں حاضری وہ کیا مبارک دَور تھا
جب اُٹھائی آنکھ کعبہ سامنے فی الفور تھا

میکدہ تھا تشنہ کاموں کے لئے بیت الحرام
پر کٹورے آبِ زمزم سے تھے جاری دَور تھا

بعدِ حج ذوقِ طوافِ کعبہ تھا ہر قلب میں
مُلتزم پر حالِ اربابِ جنوں کچھ اَور تھا

مجھ کو سیرِ کوہسارِ کعبہ کرنے ہی نہ دی
ناتوانی پر مری یہ بھی فلک کا جَور تھا

ہر قدم پر ضعف دامنگیر تھا، ورنہ ضیاؔ
بیتِ اسمٰعیل سے کیا دُور غارِ ثور تھا

غارِ حرا

عبادت گہِ مصطفیٰ کی زیارت
یقیناً ہے غارِ حرا کی زیارت

وہ آنکھیں ہیں پُر نور روشن وہ سینے
ہوئی جن کو غارِ حرا کی زیارت

پیامِ خدا لے کے جبرئیل آئے
حرا میں ہوئی مصطفیٰ کی زیارت

ملک کرتے تھے آ کے غارِ حرا میں
جمالِ رسولِ خدا کی زیارت

ہے کس درجہ ناکام تقدیر اس کی
نہ ہو جس کو غارِ حرا کی زیارت

سعودی حکومت کو اللہ سمجھے
ہے ممنوع غارِ حرا کی زیارت

مگر زندہ دل عاشقانِ رسالت
کر آتے ہیں جا کر حرا کی زیارت

سرِ کوہ کس طرح کمزور پہنچیں — ہے دشوار غارِ حرا کی زیارت
عبادت سمجھتے ہیں ایمان والے — تجلّی گہِ مصطفٰے کی زیارت
جنہیں ہو عطا دولتِ حجِ کعبہ — ہو اُن سب کو یارب حرا کی زیارت
ضیاؔ ضعفِ پیری نے معذور رکھا — نہ تھی ورنہ مشکل حرا کی زیارت

جنّت المعلّٰے

یہ شان آئی نظر جنت معلّی میں — ہے اک بہشت نگر جنّتِ معلّی میں
خدا گواہ کہ گنجینۂ محمّد کے — ہیں دفن لعل و گہر جنّتِ معلّی میں
ریاضِ خلد کے پھولوں میں بس کے آتی ھے — مدام بادِ سحر جنّتِ معلّی میں
شکستہ قبروں کے پُر نور یہ حجر پارے — ہیں رشکِ شمس و قمر جنّتِ معلّی میں
بایں تقدس و عظمت تھے ان دنوں یہ حال — ہیں سنگ خاک بسر جنّتِ معلّی میں
کہیں قبورِ صحابہؓ کا اب وجود نہیں — پڑے ہوئے ہیں حجر جنّتِ معلّی میں
سمجھ کے زندہ شہیدوں کو نجد والوں نے — چلائے تیغ و تبر جنّتِ معلّی میں
فقط خدیجۂ کبریٰؓ کی قبر کا ہے نشاں — مگر بہ شکلِ دگر جنّتِ معلّی میں
ہو کون فاتحہ خواں رفتگانِ ملّت پر — نظر نہ آئے بشر جنّتِ معلّی میں

لگے ہوئے خس و خاشاک کے کہیں انبار — کہیں برائے شتر جنّتِ معلّٰی میں
کلیجہ تھام کے زائر تمام بیٹھ گئے — اُٹھا وہ دردِ جگر جنّتِ معلّٰی میں
ممانعت ہے یہ دروازہ گیر و درباں کو — نہ ہو کسی کا گزر جنّتِ معلّٰی میں
تھی، لوگ کہتے ہیں اِس دورِ نجد سے پہلے — ضیا بہشت نگر جنّتِ معلّٰی میں

مولد النّبیؐ

دنیائے انس و جاں ہیں فردوس ہیں جناں میں — ہے مولد النّبیؐ کا اعزاز دو جہاں میں
کاشانۂ ولادت محبوبِ کبریا کا — ہے قبلۂ عقیدت سکّانِ لامکاں میں
اُس گھر کا ذرّہ ذرّہ ہے مستحق عظمت — پیدا ہوئے خدا کے محبوب جس مکاں میں
وہ ارضِ قدس جس پر حضرت ہوئے تولّد — جنّت کا ایک حصّہ ہے گلشنِ جہاں میں
برسے گی رحمتِ حق اس خطّۂ زمیں پر — جب تک سکون و حرکت ہے ارض و آسماں میں
اے مولدِ النّبیؐ کی توہین کرنے والو! — ہو قابلِ مذمّت تم بزمِ انس و جاں میں
یہ مولدِ مقدّس اب بے نشان سا ہے — شاید چھپا دیا ہے حق نے اسے جناں میں
جس مولدِ نبیؐ کو میٹا ہے تُو نے ظالم! — قائم نشاں ہے اُس کا پہلوئے عاشقاں میں
کیسے ضیا پہنچتے ہم مولد النّبیؐ تک — ہے دخل نجدیوں کا اُس محترم مکاں میں

عُمرہ

ہے عمرہ درحقیقت نام کعبے کی زیارت کا — ہے عمرہ اک مبارک فعل سلطانِ رسالت کا

حضورِ رحمتِ عالم نے اک شب خواب میں دیکھا — مع اصحاب کعبے میں ہوئے داخل شہِ بطحا

سنا اصحاب نے جب خواب سلطانِ رسالت کا — کیا باہم دگر اصرار کعبے کی زیارت کا

کئے ہیں چار عمرے ایک حج سرکارِ والا نے — کئے مقبول سب یہ حج و عمرے حق تعالیٰ نے

یہی عمرہ ہے کرتے ہیں ادا جس کو خدا والے — حرم میں آتے ہیں احرام حاجی دوش پر ڈالے

ادا اک بار کرنا عمر بھر میں مثلِ حج عمرہ — ہے بیشک سنتِ محبوبِ حق اے مردِ حق پیشہ

گزر جاتے ہیں جب تشریق کے ایام اے ہمدم — ادا کرتے ہیں عمرے کے مراسم اہلِ حق پیہم

حرم سے جانبِ تنعیم اہلِ ذوق جاتے ہیں — وہاں سے باندھ کر احرام پھر کعبہ میں آتے ہیں

طوافِ کعبہ کرتے ہیں یہ سب تنعیم سے آکر — یہاں سے ہو کے فارغ کرتے ہیں سعیِ صفا جا کر

کیا الحمدللہ، بعدِ حج عمرہ ادا ہم نے
لیا حق سے ثوابِ سنتِ خیر الوریٰ ہم نے

مکہ کا قیام

خدا شاہد نظر آئے عجب انوار کعبے میں
رہا پینتیس دن یہ بے کس و نادار کعبے میں

مقاماتِ حرم کی دید کا ہر شخص پیاسا تھا
طوافِ کعبہ اپنا مشغلہ ہر وقت کا سا تھا

تہجد پڑھنے بعد نیم شب آتا تھا کعبے میں
درونِ قلب کعبہ کی ضیا پاتا تھا کعبے میں

نمازِ فجر پڑھ کر روز گھر کو لوٹ جاتا تھا
وظائف بیتِ اسمٰعیل پر پڑھنے کو آتا تھا

نمازِ چاشت کعبے میں ادا کرتا تھا پھر جا کر
بآسانی یہاں دو چار کرتا تھا طواف اکثر

یہی وہ وقت تھا ہوتا تھا مجمع مختصر جس میں
لبوں سے سنگِ اسود چومتے تھے بیشتر جس میں

نمازِ عصر سے بعدِ عشا تک کعبے کے اندر
مطافِ پاک میں رہتے تھے ہم صرفِ دعا اکثر

اعزّا و احبّا کے دعا میں نام آتے تھے
زباں پر مغفرت کی التجا ہر وقت لاتے تھے

طواف اہلِ محبّت کی طرف سے بھی کئے اکثر
دعائیں مانگیں بیگانوں حریفوں کے لئے اکثر

دعائے نصرتِ اسلام اسلامی فریضہ تھا
خدا کے سامنے امنِ دو عالم کا عریضہ تھا

حرم میں روز ہوتی تھیں بزرگوں سے ملاقاتیں
سنا کرتے تھے ہم اربابِ علم و فضل کی باتیں

بیاں کرنا ہیں نام اُن کے ملاقاتیں ہوئیں جن سے
ضیاؔ ہیں صاحبِ اخلاص سب باتیں ہوئیں جن سے

سلسلۂ ملاقات

خطیب العلما مولانا شاہ عبدالحامد صاحب قادری بدایونی
اور امیر شریعت مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی

کیجئے بابِ علی کی شان و شوکت کا بیاں — ہے سرِ راہِ صفا اک قصرِ شاہانہ یہاں

تھا اقامت گاہِ مہمانانِ شاہی یہ محل — تھے عراق و شام و پاکستاں کے اُس میں مہماں

محترم مولانا عبدالحامدِ عالی وقار — تھے یہیں مسکن گزیں ہمراہ اہلِ خانداں

والدہ کے حکم سے یہ حج کیا تھا آپ نے — ساتھ میں تھیں ماں کے بیوی بہن اور عابد میاں

پانچویں منزل پہ تھے یہ اور مولانا علیم — ہم پہنچتے تھے یہاں طے کر کے باون سیڑھیاں

دونوں ذی رتبہ بزرگوں کا بہت کچھ تھا وقار — تھے سعودی سلطنت کے دونوں عالم میہماں

دونوں ہیں دنیائے اسلامی کے باعزت وجود — اک خطیبِ نامور اک واعظِ شیریں بیاں

بزمِ معراج النبیؐ جس کے لئے میں وقف ہوں — دونوں اس تحریک کے اوّل سے ہیں روحِ رواں

اس سفرنامہ کو میرے منہ سے دونوں نے سنا — دونوں اہلِ ذوق ہیں دونوں ہیں اس کے قدرداں

نیتِ حج کی تھی ان دونوں نے میرے سامنے — دونوں طیاروں میں آئے تھے کراچی سے یہاں

یہ رہے مکہ میں جب تک ملتے جلتے ہی رہے　　میرے حالِ زار پر بیحد تھے دونوں مہرباں

الغرض کعبے میں دونوں سے ملاقاتیں رہیں
لطفِ حج کے ساتھ حج کی رات دن باتیں رہیں

مفتیِ اعظم مولانا مصطفٰے رضا خاں صاحب بریلوی

علماء بزمِ اہلِ سنّت کے　　ہیں صفِ اہلِ علم و عرفاں سے
وہ بریلی کے شیخ عصر کہ ہیں　　رضوی خاندانِ ذیشاں سے
مفتیٔ اعظم و امامِ طریق　　ہیں مسلّم عطائے یزداں سے
کی ملاقات ہم نے وقتِ طواف　　مولوی مصطفٰے رضا خاں سے

مولانا کرم علی صاحب

مولٰنا ذبیح کے مکاں پر　　آتے تھے بزرگ روز اکثر
مکّہ کے قیام میں مسلسل　　راحتکدہ تھا مرا یہی گھر
اکثر متعارفِ ضیا تھے　　یوپی کے زعیم نام آور
آکر ملے ایک روز مجھ سے　　اک میرے قدیم بندہ پرور
کیا کہئے ہوا میں کس قدر شاد　　مولٰنا کرم علی سے مل کر

زائرِ حرم حمید صدیقی لکھنوی

خوشا نصیب گلے ملتجیٔ دید ملے
حرم میں آکے ہم اہل و فا سے عید ملے

نسیمِ صبحِ حرم نے وہ پھول برسائے
گلِ مراد سرِ دامنِ امید ملے

خطوط روز جو لکھتے تھے لکھنؤ سے ہمیں
وہ ہم سے کعبہ میں بے گفت و بے شنید ملے

حرم میں آیا نظر زائرِ حرم کا جمال
وہ بڑھ کے ہم سے بارمانِ بازدید ملے

ضیاؔ وفورِ مسرت سے روح تازہ ہے
حرم میں زائرِ بابِ حرم حمیدؔ ملے

مالک حنا بلڈنگ الحاج اکبر میاں صاحب لکھنوی

عطر افشاں ہے نسیمِ گلشنِ ارضِ حرم
کیا عجب کعبے سے خوشبوئے جناں آکر ملے

اللہ اللہ سرزمینِ کعبۂ رب کا فروغ
جس کے ذراتِ مبیں سے آسماں آکر ملے

لکھنؤ کے عطر مجموعہ رئیسِ خوش صفات
پہلے دہلی میں ملے تھے اب یہاں آکر ملے

واہ کیا بندہ نوازی ہے کہ ہمراہِ حمیدؔ
بیتِ اسمٰعیل پر اکبر میاں آکر ملے

جن کے ملنے کا رہا دل کو ہمیشہ اشتیاق
اے ضیاؔ! اللہ اکبر، وہ کہاں آکر ملے

حاجی علاء الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر مارہروی

وہ مردِ نیک خو پاکیزہ عادات — مجسّم پیکرِ لطف و مدارات
ضیاء الدین کے بھائی حقیقی — زمیں بوسِ دیارِ پیرِ برکات
ضیافت میں برسم و راہِ سابق — ہوئے آکر ملاقی مجھ سے اک رات
رہا یہ سلسلہ روزانہ جاری — بلا پابندیٔ ہنگام و اوقات
ہوئی قصرِ ذبیح محترم میں — علاء الدین صاحب سے ملاقات

محدّثِ محترم سیّد محمد صاحب اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

نہ اصلا فکرِ تنہائی حرم میں کچھ رہی مجھ کو — نظر کعبے میں آئیں صورتیں احباب کی مجھ کو
چھٹی ذی الحجہ کو کعبے میں مغرب سے ذرا پہلے — ہوئی تازہ میسّر روح پرور اک خوشی مجھ کو
مطافِ قدس میں طوفِ حرم کر کے میں جب نکلا — نظر آیا جمالِ روئے پیرِ اشرفی مجھ کو
کچھوچھہ ہند میں پیرانِ سمنانی کا مرکز ہے — نظر سینے میں آتی ہے یہاں کی روشنی مجھ کو
کچھوچھہ کا مقدس خانداں سب حج کو آیا تھا — بہت محبوب ہے یہ خاندانِ اشرفی مجھ کو
محدّث صدرِ بزمِ اہلِ سنّت کو خدا رکھے — ہے ان کی ذات سے مخصوص کچھ دلبستگی مجھ کو
ضیاؔ با احرام در بر سر گشادہ خندہ پیشانی — ملے نزدِ حرم سیّد محمد اشرفی مجھ کو

مولٰنا سیّد مظفر حسین صاحب مظفرؔ اشرفی کچھوچھوی

مولوی سیّد مظفرؔ اشرفی خود بعدِ حج
مجھ سے کعبے میں ملے لیکن باین مستانہ دھج

مجھ کو دیکھا ہو گئے بڑھ کر خوشی سے ہم بغل
میں نے دی حج کی مبارک باد اُن کو برمحل

نوجواں فاضل ہیں یہ بھی اشرفی سرکار کے
ہیں مگر مدّاح خوش گو سیّدِ ابرارؐ کے

شاعر و واعظ بھی ہیں عالم بھی ہیں فاضل بھی ہیں
صاحبِ ذوقِ عمل ہیں علم پر عامل بھی ہیں

ہے ترنّم زا حلاوت آپ کی آواز میں
ڈُوبے ہوتے ہیں دمِ تقریر سوز و ساز میں

لیتے ہیں اصلاح مجھ سے کرتے ہیں نادم مجھے
لاکھ میں کہتا ہوں سمجھیں آپ اک خادم مجھے

ان کو پاکر دل مسرّت سے ہے میرا باغ باغ
یعنی ہر داغِ محبّت تھا کچھوچھہ کا چراغ

شاعری میں جان سی مل کر انھوں نے ڈال دی
سر سے میرے فکر تنہائی کی گویا ٹال دی

اپنی ہر تازہ غزل کہہ کر سُناتے تھے مجھے
وجد میں نغموں سے اپنے روز لاتے تھے مجھے

اپنی نظموں کو حرم میں اُن سے مَیں سُنتا تھا روز
انبساطِ بیخودی میں سر کو یُوں دُھنتا تھا روز

ناشتہ ہر صبح کو اکثر کھلاتے تھے مجھے
چائے فرطِ شادمانی سے پلاتے تھے مجھے

حضرت سید شاہ مولانا محمد میاں صاحب نبیرۂ حضرت اشرفی صاحب کچھوچھویؒ

کچھوچھہ کی مسند کے گدی نشین ہیں ۔۔۔ محمد میاں ہادیٔ اہلِ دیں ہیں
جہانگیر اشرف کے فیضِ اتم سے ۔۔۔ یہ لذّت کشِ علمِ دنیا و دیں ہیں
مُرید اشرفی سلسلے کے ہیں جتنے ۔۔۔ بحسنِ ادب اِن کے زیرِ نگیں ہیں
بدایوں میں اکثر یہ آتے رہے ہیں ۔۔۔ عیاں آپ کے سب صفاتِ حسیں ہیں
منظّر میاں ساتھ ہیں اُن کے آئے ۔۔۔ وہیں ہیں منظفر جہاں یہ مکیں ہیں
ملاقات ان کی طرب آفریں تھی ۔۔۔ نگاہیں خود اُن کی طرب آفریں ہیں
ضیاؔ اِن سے مل کر ہوئی رُوح تازہ ۔۔۔ نہیں سامنے وہ مگر دل نشیں ہیں

سیٹھ محمد اکرام صاحب تاجر کراچی

لطفِ دولتکدۂ اسمٰعیل ۔۔۔ چند الفاظ میں کیونکر ہو رقم
روز تھی صحبتِ احباب یہاں ۔۔۔ چائے کا دَور رواں تھا ہر دم
روز دعوت کے تھے سامان نئے ۔۔۔ جمع سفرے پہ تھے احباب بہم
ایک دِن بہرِ ملاقات آئے ۔۔۔ نوجواں سیٹھ محمّد اکرم

کہلاتے تھے سرو و صنوبر شمشاد | آپ کے قامت بالا کی قسم
لکھ پتی ہیں یہ کراچی کے رئیس | صرف کی حج میں ہزاروں کی رقم
چھوڑ کر اپنا یہ سارا اسباب | اُڑ گئے قصر کو با جاہ و حشم
اس ملاقات کا رنگین انجام | تھا بس پردہ بلا خیز ستم
یعنی اس رخت فراواں کے ضیاع | بار بردار تھے ہر گام پہ ہم

صوفی عزیز احمد صاحب بریلوی

ملے مجھ سے ثنا خوانِ نبی صوفی عزیز احمد | ہیں یہ میلاد خواں احباب میں مقبول ہیں بیحد
بریلی اور بدایوں میں بڑا اعزاز ہے ان کا | ہیں رنگیں پیرہن گیسو بدوش و خوش گلو خوش قد

الحاج محمد یٰسین صاحب کانپوری

مخلص و محسن و سنجیدہ خیالات و متین | مردِ با حوصلہ و با شرف با تمکین
مہرباں مجھ پہ رہے مکے مدینے میں مدام | صاحب ثروت و اعزاز محمد یٰسین

رئیس التجار محمد اسمٰعیل صاحب ملکی دہلوی

ملے کچھ ایسے عمایدہ سے ہم ذبیح کے ساتھ | عرب نما ہیں مگر ہیں بہت وجیہ و شکیل
یہ خاندانِ علی جان کے ہیں سب ارکان | ہے جن کا نام شرافت کی شاندار دلیل

عزیز و خویش و اقارب ہیں سب یہ با اعزاز
ہیں سب مقیمِ دیارِ خلیلؑ ربِ جلیل
ہیں اُن میں حضرتِ عبدالوہاب صاحبِ ذوق
سُنا کلام ہمارا جنہوں نے بالتّفصیل
انہیں بزرگوں میں ہیں اک ذبیح کے ہمنام
رئیس بلدۂ دہلی محمّد اسمٰعیل

فریدہ نسیمہ

ہیں معصوم پریاں فریدہ نسیمہ
شگفتہ ہیں کلیاں فریدہ نسیمہ
یہ اسماء کی نورِ نظر بچیاں ہیں
قرارِ دل و جاں فریدہ نسیمہ
ذبیحِ معظّم کی آغوش میں ہیں
محبّت بداماں فریدہ نسیمہ
یقیناً ہیں ماں باپ کی زندگی کا
طرب خیز ساماں فریدہ نسیمہ
پھلیں پھولیں یا رب باغِ جہاں میں
رہیں دونوں شاداں فریدہ نسیمہ
دُعا ہے ضیا کی کہ دُنیا میں پائیں
نشاطِ فراواں فریدہ نسیمہ

مشاغلِ شعروادب

ابھی تک بے نیازِ شاعری اپنی طبیعت تھی
دلِ خود رفتہ پر چھائی ہوئی کعبے کی ہیبت تھی
کیا فکرِ سخن کو مشتعل لیکن مظفّر نے
کلام اپنا سنایا کچھ نہ کچھ ہر دن مظفر نے

مرے پیشِ نظر منظوم لکھنا تھا سفر نامہ — مگر خاموش تھا اس کی طرف سے بھی لبِ خامہ

بطورِ نظم ہی ترتیب ہر عنواں کیا میں نے — کہا جو کچھ کہا میں نے لکھا جو کچھ لکھا میں نے

طوافِ کعبہ کی دُھن رہتی تھی شام و سحر مجھ کو — دکھاتی تھی نئی تابانیاں میری نظر مجھ کو

ہجومِ اہلِ حج اب بیشتر کم ہوتا جاتا تھا — نظر حجّاج کا طرزِ عمل کچھ اور آتا تھا

تصوّر تھا خدا کے گھر سے باہر جلد جانے کا — تخیّل حاجیوں کو تھا نبیؐ کے آستانے کا

رفیقانِ بدایوں سارے گھبرائے ہوئے سے تھے — ولائے مصطفےٰ کی چوٹ سی کھائے ہوئے سے تھے

مشائخ میں مظفر کے یہاں بھی تھا یہی چرچا — سفر سُوئے دیارِ مصطفےٰ کیا جانے کب ہوگا

اسی عنوان پر لکھی غزل تازہ مظفّر نے — سنی یہ نظم ذوقِ خاص سے عشاقِ مضطر نے

مجھے بھی پیر صاحب نے دیا یہ حکم الفت سے — کروں محظوظ میں بھی اپنے جذباتِ عقیدت سے

رکھا تعمیلِ فرمائش کو میں نے دوسرے دن پر — مظفّر نے پڑھی میری غزل ہر بزم کے اندر

مظفّر نے کہا یہ آپ کو سُن کر خوشی ہوگی — ہماری کل سحر کعبہ کے اندر داخلی ہوگی

ذبیحِ محترم نے بارہا ارشاد فرمایا — کرو کعبے کے اندر داخلی لیکن میں شرمایا

کہاں کعبہ کہاں میں معصیت کیش و خطا پیشہ — جلالِ حق سے لرزاں تھا بدن کا میرے ہر ریشہ

مظفّر پیرزادہ کا مگر اصرار تھا پیہم — کہ لے کر جائیں گے کعبے کے اندر آپ کو بھی ہم

ہوئے اُنتیس ذی الحجہ کو داخل ہم بھی کعبے میں
بہے آنسو بھی روئے دیدۂ پُرنم بھی کعبے میں

کہوں کیا تھی درونِ کعبہ کیا حالت مِرے دل کی
چمک اُٹھی تھی نورِ عرش سے قسمت مِرے دل کی

نوافل تھے خشوعِ قلب سے لب پر دُعائیں تھیں
تمنّائیں تھیں سینے میں زباں پر التجائیں تھیں

داخلی کعبہ

۲۹- ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ شنبہ — ۳- نومبر ۱۹۴۸ء

ضیائے کعبۂ انور ہے دل میں دل ہے کعبہ میں
زہے شانِ خدا اک بینوا داخل ہے کعبے میں

نگاہیں اندرونِ کعبے یہ محسوس کرتی ہیں
تجلّیٔ ازل شمعِ سرِ محفل ہے کعبے میں

ہیں آئینہ بکف کعبے کے اندر عرش کے جلوے
خدا کی خاص رحمت روز و شب نازل ہے کعبے میں

دخولِ قصرِ جنّت کی سند منجانبِ حق ہے
وہ خوش قسمت ہے جس کو داخلی حاصل ہے کعبے میں

عجب کیا گوہرِ مقصود سے دامن بھرے اپنا
غلافِ کعبہ ہاتھوں میں لئے سائل ہے کعبے میں

نثارِ کعبہ لاکھوں دل شکستوں کی امنگیں ہیں
ہر اک پتّھر کسی مردِ خدا کا دِل ہے کعبے میں

احادیثِ رسُولِ عرش مسند سے یہ ثابت ہے
حطیمِ کعبہ یا کعبہ ہے یا شامل ہے کعبے میں

جہاں آکر رہے ہیں وقفِ سجدہ انبیاؑ برسوں
مقامِ خاصِ ابراہیمؑ وہ منزل ہے کعبے میں

جہاں رکھ دیجئے سر ہوتی ہے تکمیل سجدوں کی
کہ ہر پتّھر حرم کا رہبرِ کامل ہے کعبے میں

جدھر سے جائیے حق تک پہنچنا امرِ ممکن ہے
ہر اک دروازہ اک قربِ خدا منزل ہے کعبے میں

حقیقت بیں نظر اللہ دے تو عرش تک پہنچے
مگر آنکھوں کا پردہ، پردۂ حائل ہے کعبے میں

ہوئیں نورِ حرم سے کفر کی تاریکیاں زائل
مثالِ آئینہ فرقِ حق و باطل ہے کعبے میں

جبیں وقفِ سجودِ کعبہ رہتی ہے مدام اُسکی
خدا رکھے یہ شانِ مومنِ کامل ہے کعبے میں

ذبیحِ کعبہ مسکن کی ادائے دلنوازی سے
شہیدِ جلوہ ہائے کعبہ اک بسمل ہے کعبے میں

ضیا اسعیِ مظفر قابلِ شکر و ستائش ہے
کہ مجھ سا بندۂ زار و حزیں داخل ہے کعبے میں

حطیمِ کعبہ

ہے ریاضِ نسیم کی صورت
نزدِ کعبہ حطیم کی صورت

نکہتِ خلد روز کعبہ میں
ہے گل افشاں نسیم کی صورت

ہے حرم کی روش روش بخدا
جادۂ مستقیم کی صورت

لے ہی آئی حرم کے پاس مجھے
دیکھی عزمِ صمیم کی صورت

نظر آتی ہے [illegible] میں یکساں
ہر گدا ہر زعیم کی صورت

شمعِ قندیلِ کعبہ رب کو
تک رہا ہوں کلیم کی صورت

میرے سجدوں نے تاک لی ہے ضیا
ارضِ پاکِ حطیم کی صورت

کعبے میں مدینہ کی یاد

فرمائش احباب

زہے شانِ عزّ و علائے مدینہ
خدا خود ہے مدحت سرائے مدینہ

ہے صرفِ دعا ہر گدائے مدینہ
مدینہ دکھا اے خدائے مدینہ

طوافِ حرم کر کے عشّاقِ کعبہ
ہیں بے چین ہر دم برائے مدینہ

طوافِ زیارت سے ہوتے ہی فارغ
بڑھا دل میں جوشِ ولائے مدینہ

ہیں باہم گرتا ذکرے زائروں میں
کب آئے مدینہ کب آئے مدینہ

میں قرباں مجھے بھی ریاضِ حرم سے
اُڑائے لئے جا ہوائے مدینہ

ہیں کعبہ کے جلووں سے آنکھیں منوّر
خدایا نظر جلد آئے مدینہ

سجودِ حرم دے رہے ہیں بشارت
مدینے چل اے جبہ سائے مدینہ

ہیں لب خشک اور تشنۂ دید آنکھیں
میسّر ہو آب و ہوائے مدینہ

مدینہ کو میں بوئے گل بن کے پہنچوں
چلے وہ مبارک ہوائے مدینہ

مدینہ کے آقا ظہورِ عطا ہو
دکھا مجھ کو بابِ عطائے مدینہ

فقیروں کو اپنے بُلا اپنے دَر پر
شہنشاہِ دولت سرائے مدینہ

ضیاؔ ہر نفس دل یہی چاہتا ہے
مدینے میں پہنچے گدائے مدینہ

کعبے کی دید سے جب روح سکوں پاتی ہے
ہمنفس یادِ مدینہ مجھے آجاتی ہے

صحنِ کعبہ میں طبیعت جو سکوں پاتی ہے
صبح کو چل کے مدینہ سے ہوا آتی ہے

ہے یہ کعبہ کی خدا ساز فضاؤں میں اثر
ہر جبیں مائلِ صد سجدہ نظر آتی ہے

قمقمے ہوتے ہیں کعبہ میں جو روشن سرِ شام
برق دامانِ شبِ تار پہ گر جاتی ہے

چُوم کر کعبہ سے چلتی ہے جو کعبے کا غلاف
ہر دُعا بابِ اجابت پہ مچل جاتی ہے

قافلہ پھر کوئی جاتا ہے مدینے شاید
مضطرب جانِ حزیں آج ہوئی جاتی ہے

خلد بر کف نہیں گر رنگِ بہارِ طیبّہ
فصلِ گل نغمے مسرّت کے یہ کیوں گاتی ہے

کون کعبہ سے یہ آتا ہے مدینے کی طرف
پھول برساتی ہوئی بادِ صبا آتی ہے

سر بسجدہ درِ کعبہ پہ ضیاؔ ہوں لیکن
یاد ہر وقت مدینے کی مجھے آتی ہے

لذّتِ طواف

ہے آرزوئے جوشِ جنوں جھوم جھوم کر
کعبے کے آس پاس طوافِ قدوم کر

سرمستیوں میں رُکنِ یمانی کو چُوم کر
کرتے ہیں سب طوافِ حرم گھُوم گھُوم کر

کعبے کے گرد و پیش باندازِ بے خودی
حجّاج مانگتے ہیں دُعا گھوم گھوم کر

ہے کوئی سر بسجدہ مقامِ خلیلؑ پر
مشغولِ گریہ ہے کوئی اسود کو چُوم کر

اک شوط ختم ہوتا ہے منجملۂ طواف
اسود کے پاس آتے ہیں جس وقت گھُوم کر

بھر بھر کے جام بادۂ زمزم پلائے جا
ساقی! نہ سرد جذبۂ اہلِ ہجوم کر

مولا! بدل دے میرے مقدّر کی گردشیں
چشمِ کرم کبھی طرفِ بختِ شوم کر

رحمت نے دی نوید کہ بخشے گئے گناہ
آئے سیاہ کار جو اسود کو چُوم کر

اے ربِ کعبہ! کعبہ کی عزّت کا واسطہ
آمرزشِ خطائے جہول و ظلوم کر

یا ربِ امینِ کعبہ کی اُمّت پہ لطفِ خاص
ہند و دمشق و چین سے تا شام و رُوم کر

بعدِ طوافِ کعبہ یہ حسرت ہے اے کریم
ارضِ حرم میں آئے ضیاؔ گھوم گھوم کر

دیگر

کس لطف سے طوافِ حرم کر رہا ہوں میں — سر سوئے کعبہ جھوم کے خم کر رہا ہوں میں

پڑھ پڑھ کے اسمِ ذاتِ الٰہی دمِ طواف — سینہ پہ فرطِ شوق سے دم کر رہا ہوں میں

بے پردہ دیکھتا ہوں حرم کی تجلّیات — آنکھوں میں جذبِ نُورِ قدم کر رہا ہوں میں

ہے رُو بقبلہ راہِ حرم میں سرِ نیاز — کب سے تلاشِ نقشِ قدم کر رہا ہوں میں

کعبہ بنا کے آنکھوں میں رکھنے کا شوق ہے — یکجا غبارِ دشتِ حرم کر رہا ہوں میں

سوئے حطیم ہے کبھی کعبے پہ ہے نگاہ — تکمیلِ شوقِ دیدِ حرم کر رہا ہوں میں

ذرّے حرم کے خُلد بداماں تمام ہیں — سیرِ جناں خدا کی قسم کر رہا ہوں میں

آتی ہیں آسماں سے صدائیں اذان کی — ذکرِ منارہ ہائے حرم کر رہا ہوں میں

پھر دل میں آرزوئے مدینۂ حضور ہے — پھر انتظارِ چشمِ کرم کر رہا ہوں میں

آنکھیں ہیں خود ندامتِ عصیاں سے اشکبار — با چشمِ نم طوافِ حرم کر رہا ہوں میں

پڑھتے ہیں جھوم جھوم کے لَا تَقْنَطُوا مَلک — ناحق ابھی سے حشر کا غم کر رہا ہوں میں

ہاتھوں میں ہوں صحیفۂ فطرت لئے ہوئے — وصفِ جبینِ کعبہ رقم کر رہا ہوں میں

لکھنی ہے مدحِ قامتِ محبوبِ ذوالجلال — شاخِ گُلِ مراد قلم کر رہا ہوں میں

جز بابِ کعبہ جا نہ سکا دو قدم کہیں
یوں مسکنِ ذبیح پہ جم کر رہا ہوں میں

شاید ہوں آشکار بقا و فنا کے راز
ہستی کو نذرِ راہِ عدم کر رہا ہوں میں

سینہ غمِ فراقِ حرم سے ہے پاش پاش
عزمِ دیارِ شاہِ اُمم کر رہا ہوں میں

پہنچوں درِ رسولؐ پہ تا سُرخ رُو ضیا!
چہرہ پہ مس غبارِ حرم کر رہا ہوں میں

دُعائے خاص

مجھ پر نگہِ لطف و کرم ربِ عُلیٰ کر!
اولاد کو مولا میری اولاد عطا کر

اے ابرِ کرم آبِ بقا بن کے برس جا
سُوکھی ہوئی کھیتی ہے مری اس کو ہرا کر

بے نگہت و گل ہے مرے یوسف کا گلستاں
دے دے اسے دو پھول ہٹ بنے سے اُٹھا کر

اے خالقِ گل! گود ہے دُختر کی بھی خالی
اس جانِ تمنا کو بھی اولاد عطا کر

ہوں دُخت و پسر گل بکف و غنچہ بداماں
کر دے چمنِ خُلد مرے گھر کو بسا کر

دونوں ہوں یہ شاخیں مرے شجرہ کی ثمر دار
دونوں کو عنایت ابدی نشو و نما کر

شاخیں یہ ابھی پھولنے پھلنے کے ہیں قابل
خلّاقِ ازل! برگ و ثمر ان کو عطا کر

کر سلسلۂ نسل نہ مسدود الٰہی! ہر شاخ کو سیراب یمِ آبِ بقا کر
داتا تری ڈیوڑھی رہے آباد ہمیشہ سُن عرض بھکاری کی اسے بھیک عطا کر
صدقہ ترے کعبے کے تقدّس کے شرف کا اک بندۂ محتاج کی مقبول دُعا کر
دے تہنیت اولاد کی اولادِ ضیاؔ کو تکمیلِ تمنّائے دلِ مدح سرا کر

طوافِ رخصت

حرم میں آٹھویں تاریخ تھی ماہِ محرّم کی دگرگوں سی کئی دن سے تھی حالت جانِ پُر غم کی
سراج اپنی محبّت سے برابر روز آتے تھے مدینے جانے والوں کو قصص اکثر سُناتے تھے
رواں ہوتے تھے زائر روز مکّے سے مدینے کو مگر ہم دم بخود تھامے ہوئے رہتے تھے سینے کو
کرایہ ایک سو[۱] بیس اب سے پہلے دے چکے تھے ہم کرایہ کی طرف سے زائرانِ طیبہ تھے بے غم
سفر کا حکم دیتی تھی حکومت باری باری سے نہ چل سکتا تھا کام اصلا کسی کا آہ و زاری سے

[۱] کرایہ موٹر لاری تھرڈ کلاس کا ایک سو بیس روپیہ اور بس کا ایک سو ساٹھ روپیہ اور موٹر کار کا تین سو بیس روپیہ مکہ تا مدینہ روانگی اور مدینہ تا جدہ واپسی کا مقرر تھا۔ یہ کرایہ ہر حاجی سے بذریعہ معلّم ایامِ حج میں وصول کیا جاتا تھا۔ اونٹوں پر یہ سفر امسال ممنوع تھا۔

جہاز آتے تھے جس ترتیب جس نمبر سے جدّہ پر[1] | مدینے کے سفر کا بھی مقرر تھا وہی نمبر

کسی دن قافلہ مصری کوئی طیبہ کو جاتا تھا | کبھی ہندوستاں کے حاجیوں کا نمبر آتا تھا

غرض یہ مژدہ لے کر ایک دن ہم تک سراج آئے | عجب کیا آپ کا نمبر بھی کل آئے کہ آج آئے

مکمل کر لیا فی الفور سامانِ سفر ہم نے | گزارے اضطرابِ شوق میں شام و سحر ہم نے

دئے نذرانے حسبِ مقدرت اربابِ خدمت کو | سلامِ رخصتی پیہم کئے اہلِ محبت کو

الم تھا یہ کہ اب کعبے سے رخصت ہونے والی ہے | خوشی تھی یہ مدینے کی زیارت ہونے والی ہے

محرّم کی نویں کو صبحدم بھائی سراج آئے | مگر کچھ مضطرب آزردہ خاطر سے یہ آج آئے

کہا مجھ سے طوافِ رخصتی کر لیجئے چل کر | کہ ہے جلد آنے والی ہو چکی تیار ہے موٹر

سراجِ پاک باطن نے کیا ساماں مرا یکجا | چلے کعبہ کی جانب ساتھ میں لے کر مجھے یحییٰ[2]

کہوں کیا، ہائے جو اس وقت میرے دل کی حالت تھی | زخود رفتہ تھا میں قابو سے باہر کچھ طبیعت تھی

قدم ہر گام پر تھے ہیبتِ قدوس سے لرزاں | غمِ ہجرِ فضائے کعبہ سے آنکھیں تھیں اشک افشاں

---

[1] قانونِ حکومت یہ ہے کہ جدہ پر تار بجوار مختلف اطراف سے جتنے جہاز حجاج کے آتے ہیں اُن اندراج دفترِ حکومت میں ترتیب کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ امسال شاید ۲۵ جہاز آئے تھے انہیں نمبروں کی ترتیب سے حجاج کی فوجیں مکہ سے مدینہ کو روانہ کی جاتی ہیں۔ ان قافلوں کو فوج کہا جاتا ہے۔

[2] شیخ یحییٰ برادر سراج سلطان معلم کا نام ہے۔

یہ عالم تھا قدم رکھتے ہی بابِ اُمِ ہانی پر
وفورِ گریہ جوشِ اشک باری سے تھے دامن تر

حرم پر تھی نظر نقشِ سرِ دیوار تھیں آنکھیں
تھی بارش آنسوؤں کی ابرِ گوہر بار تھیں آنکھیں

جگر در کف ہوئے داخل مطافِ قدس کے اندر
طوافِ رخصتی کی باندھی نیت ہم نے رو رو کر

دعائیں شیخ یحییٰ نے پڑھائیں اس قرینے سے
کہ آہیں ہچکیاں بن بن کے نکلیں میرے سینے سے

پڑھیں نفلیں مقامِ خاص ابراہیم میں جاکر
تہِ میزاب سر رکھا حطیمِ پاک کے اندر

غلافِ کعبہ کو بوسے دئیے رو رو کے گناہوں پر
بنایا شاہدِ عینی حرم کو اپنی آہوں پر

کبھی اسود کو چوما منہ سے آنکھوں سے نگاہوں سے
کبھی بابِ حرم پہ جاکے توبہ کی گناہوں سے

کبھی زمزم پہ آئے جام بھر بھر کے پئے ہم نے
کبھی خود ملتزم پر شکر کے سجدے کئے ہم نے

کیا چشمِ حزیں نے آخری نظّارہ کعبے کا
نظر نے آنکھ میں نقشہ اُتارا سارا کعبے کا

رہے سر پر الٰہی مرتے دم تک سایہ کعبے کا
ہوا کعبہ سے رخصت عاشقِ بے مایہ کعبے کا

مناجات بحضورِ ربِّ کعبہ

الٰہ العالمین سائل ہے بیت اللہ میں حاضر
ترا بندہ ہے اے مولا تری درگاہ میں حاضر

یہ کعبہ آئینہ خانہ ہے تیری کبریائی کا
یہ کعبہ مرکزِ توحید ہے تیری خُدائی کا

یہ کعبہ ہے جہاں ہر دم تری رحمت برستی ہے
یہ کعبہ ہے کہ جس کی دید کو دُنیا ترستی ہے

یہ کعبہ ہے جہاں چھنتے ہیں جلوے عرشِ اعظم کے
یہ کعبہ ہے جہاں رہتے ہیں مجمعے اہلِ عالم کے

یہ کعبہ ہے جہاں تیری خدائی حج کو آتی ہے
یہ کعبہ ہے جہاں سے برکتیں مخلوق پاتی ہے

یہ کعبہ ہے جہاں تو نے ضیاؔ کو بھی بُلایا ہے
یہ کعبہ ہے جہاں ہر شخص حج کرنے کو آیا ہے

خداوندا! تری رحمت ترے اکرام کے صدقے
ترے پیارے محمدؐ ہادیِ اسلام کے صدقے

تری رحمت سے پہنچا یہ ضعیف و زار کعبے تک
دل و جاں تیرے صدقے آگیا تا در کعبے تک

نہیں مولا کوئی حد تیرے احسانات پیہم کی
ترے فضلِ ضیا افروز سے قسمت مری چمکی

ہُوا فائز ترے لطف و کرم سے تیرا شیدائی
مری آہ و فغاں کی تُو نے کی یارب پذیرائی

ترے قرباں کہ پوری عمر بھر کی آرزو کر دی
فزوں اہلِ جہاں میں تو نے میری آبرو کر دی

گدا کو تُو نے زادِ راہ بخشا استطاعت دی
بڑھاپے میں سفر کرنے کی تُو نے مجھ کو طاقت دی

بُلا کر اپنے در پر اپنے عصیاں کار بندے کو
خدائی کی نگاہوں میں ذلیل و خوار مت کیجو

ہے غفّارِ ذنوبِ خلق تو اے حضرتِ باری
ہے تجھ سے طالبِ بخشش مرا ذوقِ خطا کاری

مرے جُرم و خطا پر عفو و رحمت کی نظر کرنا
گناہوں سے مرے اے ربِّ کعبہ درگزر کرنا

غلافِ کعبہ عکس افگن ہے میرے دیدۂ تر میں
بچانا رُوسیاہی سے مجھے میدانِ محشر میں

مری بخشش کا وعدہ ربِ کعبہ! مجھ سے فرما لے
حسابِ معصیت روزِ جزا مجھ سے نہ مولا لے

بُلا کرتا حرم کی ہے جو میری عزّت افزائی
اضافہ چاہتا ہے اَور اس میں تیرا سودائی

مکرّر مرحمت ہو پھر مجھے اعزاز یہ مولا!
سُنوں پھر بارہا لبّیک کی آواز یہ مولا!

فقط اک بار کے حج سے مری سیری نہیں ہوگی
ابھی پوری الٰہی، آرزو میری نہیں ہوگی

تمنّا ہے مسلسل عزّتِ حج مجھ کو حاصل ہو
کبھی میں آؤں کعبے میں، کبھی کعبہ مرادِ دل ہو

احبّا اقربا کو ذوقِ حج شوقِ زیارت دے
سفر کی استطاعت دے، سفر کرنے کی طاقت دے

عطا کر جذبۂ اسلام، نورِ معرفت سب کو
سرورِ زندگی دے، دے نویدِ مغفرت سب کو

وہ سب جن کے لئے ہیں مَیں نے اکثر نام کعبے میں
وہ سب لایا ہوں میں جن کے دلی پیغام کعبے میں

مُرادیں اپنی پائیں سب دربار سے تیرے
رہیں دل سب کے روشن عمر بھر انوار سے تیرے

عزیز احباب ہی کیا، ناشناس اغیار بیگانے
رہیں تیرے کرم سے ملّتِ برحق کے دیوانے

زمانہ میں وقارِ ملتِ اسلام قائم رکھ
الٰہی تاقیامت مصطفےٰ کا نام قائم رکھ

وِلائے رحمۃ للعالمیں ہر دل میں پیدا کر
جہاں پر اُمتِ محبوب کی عظمت ہویدا کر

خلافِ ملتِ حق طاقتیں ہیں اہلِ باطل کی
ہیں محوِ خونِ ناحق جنبشیں شمشیرِ قاتل کی

پرستارانِ کفر و شرکِ صیہونی و نصرانی
وقارِ مذہبِ اسلام کے ہیں دشمنِ جانی

مخالف قوتوں کو اے خدا مغلوب فرما دے
فساد و شر کی سرکوبی الٰہی خوب فرما دے

مسلمانانِ عالم ہیں جو حاضر آج کعبے میں
سمٹ آئے ہیں جتنے یہ ترے محتاج کعبے میں

انہیں لطف و کرم سے اپنے مالا مال فرما دے
عطا کر لذتِ اسلام خوش اعمال فرما دے

قبول ان سب کا حج فرما لے اپنی خاص رحمت سے
نواز اُن کو خدایا عشقِ سلطانِ رسالت سے

عطا کر لذتِ تقویٰ مسلمانانِ عالم کو
بنا حلقہ بگوشِ دینِ حق ابنائے آدم کو

دکھا اے مالکِ کعبہ صراطِ مستقیم ان کو
عطا کر مردِ میداں صاحبِ عرفاں زعیم ان کو

مسلمانوں کو زور و طاقت و ملک و حکومت دے
خداوندا! انہیں اپنی خدائی کی قیادت دے

فلسطینِ مقدس وہ ہمارا قبلۂ اوّل
جو بعدِ کعبہ ہے دُنیائے موجودات سے افضل

ہوئی مدت کہ ہے اعدائے دینِ حق کے نرغے میں
الٰہی دے دے ارضِ قدس کو مسلم کے قبضے میں

عرب ارضِ فلسطینِ مقدس کے پریشاں ہیں
عدوئے اُمتِ مسلم یہودی فتنہ ساماں ہیں

ہے محوِ قتلِ مسلم فوجِ صیہونی و نصرانی
مٹا سرمایہ داروں کی الٰہی یہ ستم رانی

الٰہی! ان جفا پیشہ درندوں کو ہزیمت دے
دوامی امن کی مسلم غریبوں کو بشارت دے

ملائی یہ مسلماں مشرقِ اقصےٰ کے متوالے
کھڑے ہیں جو حرم میں دست بستہ گردنیں ڈالے

ستم پیشہ ولندیزی ڈچوں نے ان کو لوٹا ہے
جگر ہیں چور ان کے شیشۂ دل ان کا ٹوٹا ہے

مسلسل چلتے ہیں ان کے سروں پر ظلم کے آرے
وقارِ دینِ حق پر قتل ہوتے ہیں یہ بیچارے

قصاصِ خونِ مسلم قاتلوں سے جلد لے یارب
ولندیزی ستمگاروں کی طاقت توڑ دے یارب

مسلمانوں کو زندانِ غلامی سے رہا فرما!
حکومت اپنے ملک و قوم کی ان کو عطا فرما

الٰہی! دیکھ حالِ زار ہم ہندی غلاموں کا
نہیں پرساں خدائی میں کوئی ہم تشنہ کاموں کا

ہمیں وہ ہیں کہ جن کا روز قتلِ عام ہوتا ہے
خطا کوئی کرے لیکن ہمارا نام ہوتا ہے

ہیں یارب خانماں برباد ہم آفت رسیدہ ہم
ہماری زندگی ہے تلخ، ہیں دامن دریدہ ہم

مٹی عزت، لٹا گھر در، نکالا ہم کو مسکن سے
ہے نفرت تیری دُنیا کو ہمارے آہ و شیون سے

نہ ہندوستان کے ہم ہیں نہ پاکستان کے ہم ہیں
غضب یہ ہے کہ دشمن خود ہی اپنی جان کے ہم ہیں

تری دُنیا الٰہی تنگ ہم پر ہوتی جاتی ہے
ہماری زندگی بدتر سے بدتر ہوتی جاتی ہے

ترے کعبے میں ہم مظلوم بھی آئے ہیں اے مولا
پریشاں حالیوں کی التجا لائے ہیں اے مولا!

مظالم سے بچا ظالم کے پنجے سے رہائی دے
حریفوں کو مظالم کی سزائے انتہائی دے

بنا یارب نہ ہم کو تختۂ مشقِ جورِ نا مُسلم
مٹا اِس دَورِ ہستی سے نشانِ دَورِ نا مُسلم

شرف اسلامیانِ ہند کا ہندوستاں میں رکھ
مسلمانوں کی قدر و منزلت یارب جہاں میں رکھ

عطا یارب ہو پاکستان کو احساسِ اسلامی
یہاں کی سرزمیں کہلائی جائے راسِ اسلامی

سمجھتا ہے مہاجر ہم مسلمانوں کو پاکستاں
مٹا تفریق یہ ما و شما کی خالقِ رحماں

یہاں ہیں جو مسلماں خانماں برباد بے گھر دَر
مکان و روزگار اُن کو عطا اے ربِ کعبہ کر

یہاں کے ہر مسلماں کو میسّر امن و راحت ہو
عطا اقلیمِ پاکستاں کو یارب فتح و نصرت ہو

الٰہی! عالمِ اسلام کو لے لے حفاظت میں
اماں دے اُمتِ محبوب کو دامانِ رحمت میں

الٰہی! واسطہ کعبہ کا، اِس حج و زیارت کا
تصدق تیرے سلطانِ رُسل ختمِ رسالت کا

ہنوز آزردہ دل ہوں میں مرا دل شاد فرما دے
مری اولاد کو یارب! عطا اولاد فرما دے

شکیل و یوسف و اصغر، زبیبہ، قیصر و سلمہ
حلیمہ، صابرہ، ستار، حسنہ، رضیہ، فیروزہ

رہیں یارب شگفتہ خاطر و خوشحال عالم میں
متاعِ دین و دنیا سے ہوں مالا مال عالم میں

تمنا ربِ کعبہ ہے یہی ہر وقت سینے میں
ضیا کا خاتمہ بالخیر ہو مکے مدینے میں

طوافِ وداع

شہِ رسل کا ضیا اتباع کر کے چلے
حرم میں آئے طوافِ وداع کر کے چلے

حرم سے آہ غمِ ہجرِ کعبہ دل میں لئے
نگاہ جانبِ بابِ وداع کر کے چلے

سُنے لبوانوں کے نغمے دمِ نماز مدام
حرم سے شرکتِ بزمِ سماع کر کے چلے

کریم! لاج ہماری خطاؤں کی رکھنا
گنہگار ترے اطلاع کر کے چلے

حرم میں پا یا سکون نفسِ مطمئنہ نے
عناد و کینہ و شر کا دفاع کر کے چلے

ہیں ربِ کعبہ! وہ مختارِ دولت دارین
نثار تجھ پہ جو مال و متاع کر کے چلے

حرم سے نالے مرے مہرِ آسماں کی طرف
شکستِ رشتۂ تارِ شعاع کر کے چلے

حرم سے قافلے طیبہ کے جاں نثاروں کے
سوئے دیارِ نبیؐ اجتماع کر کے چلے

براہِ راست مدینے کی سمت کعبے سے
رہِ جنوں کو ضیاؔ انقطاع کر کے چلے

رُخصتی نالے

تلخ معلوم نہ کیوں یہ غمِ فرقت ہو مجھے
ہائے کب دیکھئے کعبہ کی زیارت ہو مجھے

ایک حج سے نہ ہوئی سیر طبیعت میری
پھر بھی مولا! ترے کعبے کی زیارت ہو مجھے

تُو نے کعبے میں بلایا تو میں کعبے آیا
تیری مرضی ہے تو جاتا ہوں اجازت ہو مجھے

جا رہا ہوں ترے کعبے سے مگر عرض یہ ہے
پھر بھی حاصل مرے اللہ یہ دولت ہو مجھے

تیرے احکام کی تعمیل میں سرگرم رہوں
ربِّ کعبہ! وہ عطا ذوقِ اطاعت ہو مجھے

کہتے ہیں مجھ سے مطوّف کہ مدینہ کو چلو
میرے اللہ! مبارک یہ بشارت ہو مجھے

اک مہینے میں رہا صرفِ طوافِ کعبہ
کیوں جدائی کا نہ صدمہ دمِ رخصت ہو مجھے

بھیک دے کعبہ میں منگتا کو بلانے والے
میرا دامن طلب دامنِ دولت ہو مجھے

لاج کعبہ میں بلانے کی الٰہی رکھنا
واپسی پر نہ کہیں اب کوئی ذلت ہو مجھے

نفسِ امّارہ ہو گر مائل اعمالِ زبوں
ہر محل غیب سے تنبیہہ وہدایت ہو مجھے

مرتے دم تک مرا ایمان سلامت رکھنا
یاد کعبہ سببِ رشد وہدایت ہو مجھے

برکتِ کعبہ کی پیوستِ رگِ جاں کردے
مرحمتِ ذوقِ عمل شوقِ عبادت ہو مجھے

کر رہا ہوں حرمِ پاک میں اب طوافِ وداع
کچھ تو انعامِ عنایت دمِ رخصت ہو مجھے

میری اولاد کو اولاد عطا کر یارب!
جیتے جی اور میّسر یہ مسرت ہو مجھے

التجا تجھ سے حرم میں ہے ضیاؔ کی اے کریم
چل کے کعبہ سے مدینہ کی زیارت ہو مجھے

کعبہ سے رخصت

سرورِ حسنِ عقیدت تمام ہوتا ہے
الٰہی! کعبہ سے رخصت غلام ہوتا ہے

طوافِ کعبہ کہاں اب حرم کی دید کہاں
جدا انگا ہوں سے بیت الحرام ہوتا ہے

بلایا لطف سے کعبہ میں تو نے ربّ کریم
جدا حرم سے یہ اب کیوں غلام ہوتا ہے

الٰہی دل کو قرار وسکوں نصیب نہیں
خیالِ دوریٔ بیت الحرام ہوتا ہے

ترے کرم پہ تھی موقوف میری آمد ورفت
تو چاہتا ہے جو مولا! وہ کام ہوتا ہے

ہے اذنِ ترک اسی لئے دلِ مہجور
نویدِ وصل کسی کا پیام ہوتا ہے

حرم میں جلوے برستے ہیں عرش سے دن رات
ظہورِ رحمتِ حق صبح و شام ہوتا ہے

کسی مقام کو یہ منزلت نصیب نہیں
جہاں میں کعبہ کا جو احترام ہوتا ہے

طواف کرتے ہیں دیوانے قبلہ رو ہو کر
دیارِ عشق میں اِک وہ مقام ہوتا ہے

کھلا یہ رازِ طوافِ وداع، بعدِ وداع
طواف یہ جو حرم میں مدام ہوتا ہے

صلہ طوافِ حرم کا خدا کی جانب سے
طوافِ روضۂ خیرالانام ہوتا ہے!

فدائیانِ حرم کو دمِ وداع ضیا
مدینہ جانے کا اعلانِ عام ہوتا ہے

ختم شد